پارہ

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٤

یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں۔ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں۔ جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٥ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝٦ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝٧ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝٨

پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔ اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا۔

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝٩ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝١١ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا۔ اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا۔ اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔ اور ہم ہی نے تمہارے

سَبْعًا شِدَادًا ۝١٢ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝١٣ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝١٤ لِّنُخْرِجَ بِهٖ

اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا۔ اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا۔ تاکہ ہم اس

حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝١٥ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝١٦

پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔

عَمَّ کیا-کس	يَتَسَآءَلُوْنَ آپس میں پوچھتے ہیں	عَنِ سے	النَّبَاِ الْعَظِيْمِ خبر بڑی	الَّذِيْ جو-جس	هُمْ وہ	فِيْهِ اس میں	مُخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے ہیں
كَلَّا ہرگز نہیں	سَيَعْلَمُوْنَ عنقریب جان لینگے	ثُمَّ پھر	كَلَّا ہرگز نہیں	سَيَعْلَمُوْنَ عنقریب جان لینگے	اَلَمْ کیا نہیں	نَجْعَلِ ہم نے بنایا	الْاَرْضَ زمین
مِهٰدًا بچھونا	وَالْجِبَالَ اور پہاڑ	اَوْتَادًا میخیں	وَ اور	خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا	اَزْوَاجًا جوڑے جوڑے	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	نَوْمَكُمْ تمہاری نیند
سُبَاتًا آرام	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	الَّيْلَ رات	لِبَاسًا اوڑھنا پردہ	وَجَعَلْنَا اور بنایا ہم نے	النَّهَارَ دن	مَعَاشًا معاش کا وقت	وَبَنَيْنَا اور ہم نے بنائے
فَوْقَكُمْ تمہارے اوپر	سَبْعًا سات	شِدَادًا مضبوط آسمان	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	سِرَاجًا چراغ	وَّهَّاجًا چمکتا ہوا	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتاری	مِنَ سے
الْمُعْصِرٰتِ پانی بھری بدلیاں	مَآءً ثَجَّاجًا بارش موسلا دھار	لِنُخْرِجَ تاکہ ہم نکالیں	بِهٖ اس سے	حَبًّا دانہ	وَنَبَاتًا اور سبزی	وَ اور	جَنّٰتٍ اَلْفَافًا باغ پتوں میں لپٹے ہوئے

سورۃ کی وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداہی میں فرمایا گیا عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ لفظ نبا کے معنی ہیں خبر اور نبا العظیم کے معنی بڑی خبر۔ چونکہ اس سورۃ میں قیامت کے وقوع کی خبر اور واقعات جزاوسزا کا بیان فرمایا گیا ہے جو کہ خبر عظیم ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ النباء مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مبعوث ہوئے اور اہل مکہ کو آپ نے قیامت و آخرت کی خبر دی کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جس میں یہ دنیا بالکل ختم اور فنا کردی جائے گی اور پھر تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اور ان کے دنیا کے نیک وبداعمال کی ان کو جزاوسزا ملے گی۔ نیک اعمال کی جزا میں لوگ جنت میں جائیں گے اور بُرے اعمال کی سزا میں جہنم میں ڈالے جائیں گے اور جنت یا جہنم یہی دو تمام انسانوں کے آخری ٹھکانہ ہوں گے۔ جنت میں ہر طرح کی راحت و آرام ہوگا اور جہنم میں طرح طرح کے مصائب

آزار اور عذاب وتکالیف ہوں گی تو ان باتوں کو کفار مکہ سن کر از راہ انکار واستہزا آپس میں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے سوال کرتے کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ اور اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ابھی کیوں نہیں آتی؟ یہ کیوں کر ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہوں گی؟ منکرین قیامت کے ان سوال اور تعجب پر اس سورۃ کا نزول ہوا اور ان کے عقائد کی تردید اور قیامت کے وقوع اور جزا وسزا کا یقینی ہونا اس سورۃ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے

اب ان آیات کی تشریح یہ ہے کہ سورۃ کی ابتداء ایک سوالیہ جملہ سے فرمائی جاتی ہے کہ یہ قیامت کا انکار کرنے والے لوگ کس چیز کی بابت دریافت کر رہے ہیں؟ تو خدائے تعالیٰ کو تو معلوم تھا جس چیز کا وہ سوال کرتے تھے مگر سوالیہ فقرہ سے خطابت کی ابتداء کرنا دوسری زبانوں کی طرح خطبات عرب میں حسن خطابت کا ایک بہترین نمونہ سمجھا گیا ہے اس لئے سوالیہ جملہ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ فرمایا گیا یعنی یہ لوگ کس چیز کی بات دریافت کر رہے ہیں؟ اور پھر اس کا جواب خود حق تعالیٰ آگے دیتے ہیں۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں یعنی قیامت جو بہت عظیم الشان چیز ہے اور جس میں لوگوں کا اختلاف ہے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ کوئی اس کے آنے پر یقین رکھتا ہے کوئی منکر ہے کہ قیامت وغیرہ کچھ نہیں۔ کوئی شک میں پڑا ہے کوئی کہتا ہے بدن اٹھے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ سب عذاب ثواب روح پر گزرے گا۔ اس لئے آگے منکرین قیامت کے خیالات کی تردید کی جاتی ہے کہ تمہارے خیالات صحیح نہیں۔ قیامت ضرور آئے گی اور تم کو قیامت اور اس کی اصل کیفیت عنقریب معلوم ہو جائے گی اس لئے کہ دنیا آخر فانی اور چند روزہ ہے۔

قیامت آنے کے دلائل

قیامت کی خبر دے کر اس کے بعد چند دلائل فرمائے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کو ثابت فرماتے ہیں۔

پہلی دلیل: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا یعنی اے انسانو! کیا ہم نے زمین کو تمہارے لئے فرش نہیں بنایا کہ جس پر سکون واطمینان سے رہ سکو۔ اگر زمین ہوا کی طرح خفیف اور پانی کی طرح نرم اور آگ کی طرح گرم ہوتی تو تم کہیں اس پر بس سکتے تھے؟ پھر جدید سائنس کے نزدیک کرۂ زمین حرکت کرتا ہے۔ تو یہ اس کی قدرت اور حکمت کا کتنا بڑا ثبوت ہے کہ زمین اس طرح حرکت کرتی ہے کہ اس پر رہنے والوں کو کچھ بھی لغزش نہیں تو جس قادر مطلق نے کرۂ ارض کو ایسا بنایا کیا وہ اس کو فنا نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل: وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا یعنی کیا ہم نے پہاڑوں کو میخوں کے مانند نہیں بنایا کہ اپنے بوجھ اور بھاری پن سے زمین کو ہلنے نہیں دیتے۔ یعنی جیسا کسی چیز میں میخ لگا دینے سے وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی ایسے ہی ابتداء میں جو زمین کانپتی اور لرزتی تھی اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کر کے اس کے اضطراب اور کپکپی کو دور کر دیا گویا زمین کو ایک طرح کا سکون حاصل ہوا۔

تیسری دلیل: وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا یعنی اے بنی آدم ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔ مرد کا جوڑا عورت اور عورت کا جوڑا مرد۔ ازواج کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ صفات کے لحاظ سے ایک کا مقابل دوسرا ہے۔ یعنی بادشاہ ہے تو فقیر بھی ہے۔ حسین ہے تو بدشکل بھی ہے۔ عقلمند ہے تو احمق بھی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اس میں اس کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کہ جس نے ایک ہی زمین پر ایک ہی مادہ سے کیسے مختلف انسان بنائے۔ پھر انسان کو اس کی فطرت اور آفرینش میں مجبوری بھی دکھادی کہ انسان اپنی فطری چیزوں میں تغیر نہیں کر سکتا اور ثابت کر دیا کہ انسان کو جو اللہ نے قدرت دی ہے وہ محدود ہے۔ پھر انسانوں کا اختلاف صاف بتلا رہا ہے کہ تمہارے مختلف اعمال وعقائد کی جزا وسزا کا کوئی اور عالم ہے تو جو قادر مطلق کہ تم کو نر مادہ بنا کر پہلی مرتبہ پیدا کر سکتا ہے وہ تم کو فنا کر کے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے۔

چوتھی دلیل: وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے راحت بنادیا۔ اگر انسان رات کو یا دن میں اچھی طرح نہ سوئے تو دیکھئے حضرت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ تمام اعضائے جسم اور دماغی قوتیں بیداری میں بیرونی کاموں میں مشغول رہتی ہیں۔ اس

مسلسل حرکت کی وجہ سے تمام اعصاب تھک جاتے ہیں اور انسان کی طاقت تحلیل ہوتی ہے۔ اس تحلیل کو روکنے اور تھکاوٹ کو دور کرنے اور اعضاء کو آرام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نیند مقرر کردی ہے۔ نیند حق تعالیٰ کی ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ انسان کی ساری راحتوں کا مدار یہی ہے۔ اور یہ نیند مخلوق کے لئے ایک عظیم الشان نعمت ہونے کے علاوہ موت کا ایک نمونہ بھی ہے کہ دنیا سے غفلت ہوگئی تو گویا مر گئے تو جو ہر روز تم کو مارتا ہے اور ہر روز جلاتا ہے پھر کیا وہ موت کی نیند کے بعد اس خواب سے بیدار نہ کرے گا؟ ضرور کرے گا۔ اور اصل بیداری وہی ہوگی۔

پانچویں دلیل: وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا اور رات کو ہم نے پردہ کی چیز بنایا گو اس میں کوئی بھلائی کرتا ہے کوئی برائی۔ چور رات کو چوری کرتا ہے۔ عابد زاہد نماز تہجد اور مراقبہ ذکر میں بیٹھا رہتا ہے۔ رات کی تاریکی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دریافت کیا کہ نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں۔ آپ نے فرمایا رات میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو بھی قرآن میں لباس کہا ہے۔ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا اور نکاح والی عورتوں کو بھی لباس فرمایا ہے۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔

چھٹی دلیل: وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ہم نے دن کو تمہاری روزی کے لئے بنایا تاکہ تم دن کے اجالے میں کام دھندا کرسکو۔ کہیں آجاسکو، سوداگری، تجارت لین دین کرسکو۔ اہل دنیا کی عمومی فطرت ہے کہ دن کو معاش کے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اگر ہمیشہ رات ہی رہتی یا دن ہی رہتا تو انسان کے لئے عافیت کا دائرہ تنگ ہوجاتا۔ جدید سائنس کا خیال ہے کہ اس نظام سے رات دن پیدا ہوتے ہیں تو یہ بھی اس کی قدرت وحکمت کی دلیل ہے کہ جو ان اجرام کو ایک خاص نظام پر حرکت دے رہا ہے۔ تو جب تک اس کا حکم اور اس کی مشیت ہے وہ مقرر کردہ نظام میں بندھے ہوئے ہیں۔ جب اس کا حکم ہوگا یہ نظام ٹوٹ جائے گا اور چاند ستارے، سورج، زمین و آسمان سب فنا اور ختم ہوجائیں گے۔

ساتویں دلیل: وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے کہ جن میں آج تک باوجود اس مدت گزرنے کے کوئی رخنہ نہیں پڑا۔

آٹھویں دلیل: وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور ہم نے چمکتا ہوا چراغ بھی بنادیا یعنی سورج کو بنایا جو تمام جہان کو روشن کردیتا ہے اور دنیا کو منور کردیتا ہے اور ہر چیز کو جگمگا دیتا ہے۔

نویں دلیل: وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا یعنی ابر سے پانی بکثرت برستا ہے پھر اس پانی سے جو پاک صاف نفع بخش ہے کھیتیاں اگاتے ہیں جن سے اناج پیدا ہوتا ہے جو انسان حیوان سب کے کھانے میں آتا ہے اور سبزیاں اگاتے ہیں جو تروتازہ کھائی جاتی ہیں اور باغات اس پانی سے پھلتے اور پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں اور رنگوں والے میوے اور پھل ان سے پیدا ہوتے ہیں۔

یہ تو قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلا دیا کہ جو خدا ایسی قدرت وحکمت والا ہے کیا اسے اے انسانو! تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کردینا اور حساب کتاب کے لئے اٹھانا کچھ مشکل ہوگا؟ اور کیا اس کی حکمت کے یہ بات منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ دنیا کو یونہی خلط ملط بے نتیجہ چھوڑ دیا جائے۔ یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہئے اور اسی کو آخرت کہا جاتا ہے۔ جس کا آنا یقینی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت وآخرت پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں کہ جو ہم آخرت سے کسی لمحہ اور کسی آن غافل نہ ہوں۔ یا اللہ اس زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرمادیجئے کہ جو ہماری آخرت کو بنانے اور سنوارنے والے ہوں اور ان اعمال سے بچالیجئے کہ جو آخرت کو بگاڑنے والے ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ

بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے۔یعنی جس دن صور پھونکا جاوے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے۔اور آسمان کھل جاوے گا پھر اُس میں دروازے ہی

فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطَّاغِينَ

دروازے ہو جائیں گے۔اور پہاڑ ہٹا دیئے جاویں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جاویں گے۔بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے۔سرکشوں کا

مَآبًا ۝ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝

ٹھکانا۔جس میں وہ بے انتہا زمانوں رہیں گے۔اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا بجز گرم پانی اور پیپ کے

جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ

یہ پورا بدلہ ملے گا۔وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے۔اور ہم نے ہر چیز کو

أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝

لکھ کر ضبط کر رکھا ہے۔سو مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے۔

إِنَّ بیشک	يَوْمَ الْفَصْلِ فیصلہ کا دن	كَانَ ہے	مِيقَاتًا مقررہ وقت	يَوْمَ دن	يُنفَخُ پھونکا جائے گا	فِي الصُّورِ صور میں	فَتَأْتُونَ پھر تم چلے آؤ گے
أَفْوَاجًا گروہ در گروہ	وَفُتِحَتِ اور کھولا جائیگا	السَّمَاءُ آسمان	فَكَانَتْ تو ہو جائیں گے	أَبْوَابًا دروازے	وَسُيِّرَتِ اور چلائے جائیں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	
فَكَانَتْ پس ہو جائیں گے	سَرَابًا سراب	إِنَّ بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	كَانَتْ ہے	مِرْصَادًا گھات میں	لِّلطَّاغِينَ سرکشوں کیلئے	مَآبًا ٹھکانہ
لَّابِثِينَ وہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	أَحْقَابًا مدتوں	لَا يَذُوقُونَ نہ وہ چکھیں گے	فِيهَا اس میں	بَرْدًا ٹھنڈک	وَلَا اور نہ	شَرَابًا پینے کی چیز
إِلَّا مگر	حَمِيمًا گرم پانی	وَغَسَّاقًا اور پیپ بہتی	جَزَاءً بدلہ	وِفَاقًا پورا	إِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوا لَا يَرْجُونَ توقع نہیں رکھتے تھے	حِسَابًا حساب
وَكَذَّبُوا اور جھٹلاتے تھے	بِآيَاتِنَا ہماری آیتیں	كِذَّابًا جھوٹ جان کر	وَكُلَّ شَيْءٍ اور چیز	أَحْصَيْنَاهُ ہم نے گن رکھی ہے	كِتَابًا لکھ کر		
فَذُوقُوا اب مزہ چکھو تم	فَلَن ہرگز نہیں	نَّزِيدَكُمْ بڑھاتے جائیں گے	إِلَّا مگر	عَذَابًا عذاب			

قیام قیامت اور نفخۂ صور

اب قیامت کی کچھ تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کا دن جو فیصلہ کا دن ہوگا اس کا ایک وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے۔نہ کسی کے انکار سے وہ ٹل سکتا ہے اور نہ کسی کے اصرار سے وہ وقت جلد آ سکتا ہے۔بہر حال ایک نہ ایک روز یہ دنیا کا کارخانہ تمام ہونا ہے اور قیامت آنی ہے۔اب کب آئے گی؟ اس کا صحیح علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں۔پھر جب وہ دن آ جائے گا تو صور پھونکا جائے گا اور پہلا صور پھونکنے سے تمام دنیا الٹ پلٹ ہو کر نیست و نابود ہو جائے گی۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفخ صور جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی شروع ہوگا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں لکھا ہے کہ ''قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے اور دنیاوی نعمتیں

اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشور بھی ہوگا یعنی محرم کی ۱۰ تاریخ صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک لمبی آواز آدمیوں کو سنائی دے گی یہی نفخ صور ہوگا۔ لوگ خوف و ہیبت کی وجہ سے مرنے شروع ہو جائیں گے۔ زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدان میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے۔ سمندر ابل کر قرب و جوار کی جگہوں پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ وہ آواز دمبدم سخت ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

نفخ صور کے مسلسل چھ ماہ تک رہنے کے بعد نہ آسمان رہے گا نہ ستارے نہ سمندر نہ اور کوئی چیز سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ فرشتے بھی مر جائیں گے۔ مگر کہتے ہیں کہ آٹھ چیزیں فنا سے مستثنیٰ ہیں۔ اول عرش' دوم کرسی' سوم لوح' چہارم قلم' پنجم بہشت' ششم صور' ہفتم دوزخ' ہشتم ارواح۔ لیکن ارواح کو بھی بے خودی و بے ہوشی لاحق ہو جائے گی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ آٹھ چیزیں بھی تھوڑی دیر کے لئے معدوم ہو جائیں گی۔ حاصل کلام سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ تو خداوند رب العزت فرمائے گا **لمن الملک الیوم** کس کے لئے آج کی سلطنت ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمائے گا۔ **للہ الواحد القھار** خدائے یکتا و قہار کے لئے پس ایک وقت تک ذات واحد خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام ہی رہے گی۔ پھر ایک مدت کے بعد کہ جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا از سر نو سلسلہ پیدائش کی بنیاد قائم کرے گا۔ آسمان زمین اور فرشتوں کو پیدا کرے گا۔ زمین کی ہیئت اس وقت ایسی ہوگی کہ اس میں عمارتوں' درختوں' پہاڑوں سمندروں وغیرہ کا نشان نہ ہوگا پھر حضرت اسرافیلؑ کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ روحیں اپنے اپنے جسموں میں اس طرح آئیں گی جیسے گھونسلوں میں پرندے' ان کا رابطہ جسموں سے قائم ہو جائے گا اور سب کے سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔''

عقائد و اعمال کے لحاظ سے لوگوں کی تقسیم

الغرض یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ نفخۂ ثانیہ یعنی دوسری مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر میدان حشر میں آؤ گے یعنی کثرت سے الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بن کر جن کی تقسیم ان کے ممتاز عقائد اور اعمال پر ہوگی۔ میدان حشر میں جمع ہوں گی۔ پس نیکوں کی جدا جماعت ہوگی۔ بدوں کی جدا۔ پھر نیکوں میں نمازیوں کی جدا۔ صدقات و خیرات دینے والوں کی جدا' صابروں کی جدا' شاکروں کی جدا' رات میں چھپ کر عبادت کرنیوالوں کی جدا' آفتاب پرستوں کی جدا' بت پرستوں کی جدا پھر زنا کاروں کی جدا' ظالموں کی جدا' دغاباز جھوٹ بولنے والوں کی جدا' ہر ایک جماعت کا نشان ہوگا اور اس پر لکھا ہوگا کہ یہ فلاں جماعت ہے ہر ایک جماعت میدان قیامت میں حاضر ہوگی۔

آسمان و پہاڑ

آسمان کھل جائے گا کہ اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔ پہاڑ ہٹا دیئے جائیں گے اور بالکل ریت کے ذرے بن جائیں گے۔

کفار و مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

کفار و مشرکین اور نافرمان باغی مجرمین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جہنم ایسے سرکشوں' بدکاروں اور نافرمانوں کی تاک میں ہوگی اور منتظر ہوگی کہ یہ کب میرے منہ کا لقمہ ہوتے ہیں۔ آخر اسی جہنم میں یہ ڈالے جائیں گے اور یہی ان کا ٹھکانہ ہوگا اور ٹھکانہ بھی گھڑی دو گھڑی کے لئے نہیں بلکہ لٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا سالہائے دراز اور قرنوں اور مدتوں اس میں جلیں گے۔ کافر اور مشرک تو ابدالآباد وہاں رہیں گے البتہ وہ عاصی گنہگار جو ایمان رکھتے ہوں گے وہ کبھی نہ کبھی وہاں سے نکل آئیں گے۔ یہاں آیت میں احقاب کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں بے شمار قرن۔ بے انتہا زمانے احقاب جمع ہے حقب کی اور حقب ایک مقرر مدت کا نام ہے۔

اکثر احادیث میں حقب کی مقدار ۸۰ برس کی آئی ہے اور ہر برس ۱۲ مہینہ کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن قیامت کا ایک ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اسی

حساب سے حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ۲۸۸۰۰۰۰۰ ہوئی۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ اب حیات دنیا تو ۵۰، ۶۰ یا ۱۰۰ اسال یا حد سے حد ۱۵۰ اسال کی ہوگی جہاں لذات وشہوات کے مزے اڑائے گئے اور نافرمانی وسرکشی حق تعالیٰ کے قانون سے کی لیکن اس کے عوض آخرت میں ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں برس مبتلائے عذاب ہونا پڑا تو یہ کیسا برا سودا کیا اور کیسی بری کمائی کر کے وہاں پہنچے۔

جہنمیوں کی حالت

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا یعنی نہ ٹھنڈک کی راحت پائیں گے نہ کوئی خوشگوار چیز پینے کو ملے گی۔ ہاں ملے گا تو گرم پانی جس کی سوزش سے منہ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ کر پیٹ سے باہر آ پڑیں گی اور دوسری چیز پیپ پینے کو ملے گی جو دوزخیوں کے زخموں سے نکل کر بہے گی۔ الامان الحفیظ! اے اللہ اپنے کرم سے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اپنے ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھئے گا۔ آمین

تو جہنم میں جہنمیوں کو ذرا بھی ٹھنڈک میسر نہ آئے گی۔ نہ بدن کی ٹھنڈک نہ دل کی ٹھنڈک نہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہ کانوں کی ٹھنڈک نہ ٹھنڈا پانی، نہ ٹھنڈی ہوا، نہ ٹھنڈا مکان، نہ ٹھنڈا لباس اور تو اور جو دنیا میں ایک ہلکی اور معمولی چیز پانی ہے جو دنیا میں قیدی اور خونی کو بھی پلایا جاتا ہے وہاں ان کو وہ بھی نصیب نہ ہوگا بلکہ اس کے بدلہ حمیم یعنی کھولتا ہوا پانی جو منہ جھلسا دے اور غساق یعنی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ۔

جہنم کی سزا کا سبب

جَزَآءً وِّفَاقًا اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا جس بات کو دنیا میں جھٹلاتے تھے اور جس چیز کی ان کو امید نہ تھی وہی سامنے آئی اب دیکھیں کیسے جھٹلاتے اور منکر تے ہیں۔ یہاں ان اہل جہنم کے کسی خاص گناہ کا نام نہیں لیا کہ جس کی وجہ سے ان کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا حالانکہ ان کے بہت سے گناہ تھے بلکہ ان کی عمومی قوت عملیہ اور قوت نظریہ کا فساد ظاہر فرمایا کہ یہ ان کی بداعمالیوں کا پورا پورا بدلہ ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آئے گا ہی نہیں اس لئے ہم نے جو جو دلیلیں اپنے نبی پر نازل فرمائیں یہ ان سب کو جھٹلاتے ہی رہے۔

ہر کسی کے تمام اعمال محفوظ ہیں

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ہم نے بندوں کے تمام افعال و اعمال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اسی علم محیط کے موافق وہ سب دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہیں۔ کوئی نیک و بد عمل اس کے احاطہ سے باہر نہیں سب کا بدلہ ہمارے پاس تیار ہے اور رتی رتی کا بھگتان کیا جائے گا۔ جیسے تم دنیا میں تکذیب وانکار میں برابر بڑھتے چلے گئے اور اگر بے اختیار موت نہ آ جاتی تو ہمیشہ بڑھتے ہی چلے جاتے اب جہنم میں پڑے ہوئے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اور ہم بھی عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے جس میں کبھی کمی نہ ہوگی۔

جہنم کے عذاب کا سب سے سخت پہلو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کفار ومشرکین اہل جہنم کے لئے اس آیت فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا سے زیادہ سخت اور مایوس کن کوئی اور آیت نہیں کہ ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے۔ حضرت ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہے کہ حسن بصریؒ نے ان سے دریافت کیا کہ اہل جہنم کے لئے کون سی آیت سب سے زائد شدید ہے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا جب جہنمی تمنا کریں گے یا اس بات کی درخواست کریں گے کہ کم از کم یہ عذاب ہی کچھ کم کر دیا جائے تو اس پر اعلان ہوگا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا اس کے بعد تو اہل جہنم کی شدید پریشانی کی حد ہی باقی نہ رہے گی اور حسرت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ فیصلہ کے دن ہم کو اپنے سعادت مند اور ابرار بندوں کیساتھ شامل ہو کر اٹھنا نصیب فرمائیں اور انہی کیساتھ ہمارا حشر فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾

خدا سے ڈرنے والوں کیلئے بیشک کامیابی ہے۔یعنی باغ اورانگور اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں۔اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ۔ یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے۔جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا

اور ان چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان میں رحمٰن ہے کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا عرض معروض کرسکے۔جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ

صف بستہ کھڑے ہوں گے۔کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جس کو رحمٰن اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے۔یہ یقینی دن ہے سو جس کا جی چاہے

اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿٣٩﴾ إِنَّا أَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ

اپنے رب کے پاس اپنا ٹھکانا بنا رکھے۔ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے

وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾

اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا۔

اِنَّ بیشک	لِلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کیلئے	مَفَازًا کامیابی	حَدَآئِقَ باغات	وَاَعْنَابًا اور انگور	وَکَوَاعِبَ اور نوجوان عورتیں	اَتْرَابًا ہم عمر	
وَکَاْسًا اور پیالے	دِهَاقًا چھلکتے ہوئے	لَا یَسْمَعُوْنَ نہ سنیں گے وہ	فِیْهَا اس میں	لَغْوًا بیہودہ	وَلَا کِذّٰبًا اور نہ جھوٹ	جَزَآءً یہ بدلہ	مِنْ سے
رَبِّکَ تمہارا رب	عَطَآءً انعام	حِسَابًا حساب سے کافی	رَبِّ رب	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو انکے درمیان	
الرَّحْمٰنِ بہت مہربان	لَا یَمْلِکُوْنَ وہ قدرت نہیں رکھتے	مِنْهُ اس سے	خِطَابًا بات کرنا	یَقُوْمُ الرُّوْحُ کھڑے ہونگے روح	وَالْمَلٰٓئِکَةُ اور فرشتے		
صَفًّا صف باندھے	لَا یَتَکَلَّمُوْنَ نہ بول سکیں گے	اِلَّا مگر	مَنْ جو۔جس	اَذِنَ اجازت دی	لَهُ اسکو	الرَّحْمٰنُ رحمٰن	وَقَالَ اور بولا
صَوَابًا ٹھیک بات	ذٰلِکَ دن	الْیَوْمُ دن	الْحَقُّ برحق	فَمَنْ پس جو	شَآءَ چاہے	اتَّخَذَ وہ بنائے	اِلٰی رَبِّهٖ اپنے رب کے پاس
مَاٰبًا ٹھکانا	اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ بیشک ہم نے ڈرایا تمہیں	عَذَابًا عذاب	قَرِیْبًا قریب کے	یَوْمَ جس دن	یَنْظُرُ دیکھ لے گا	الْمَرْءُ آدمی	
مَا جو	قَدَّمَتْ یَدٰهُ آگے بھیجا اس کا ہاتھ	وَیَقُوْلُ اور کہے گا	یٰلَیْتَنِیْ کاش میں	کُنْتُ ہوتا	تُرٰبًا مٹی		

متقین کے لئے ہمیشہ کی کامیابی ہوگی

گذشتہ آیات میں ان منکرین قیامت اور سرکش و باغی لوگوں کے احوال و انجام کو بیان فرمایا گیا تھا۔اب ان لوگوں کے مقابلہ میں ان بندوں کا ذکر ہے کہ جو دنیا میں اللہ کو مان کر اس کے حکموں کے مطابق چلتے تھے اور جو دنیا میں اللہ سے ڈر کر اس کی نافرمانی اور برے کاموں سے

بچتے تھے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ متقین یعنی پرہیزگاروں کو ضرور بالضرور وہاں ہر طرح کی کامیابی اور سعادت حیات جاودانی اور کامرانی حاصل ہوگی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں متقی قرآن کی ایک اصطلاح ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے اور اس کی ناخوشی اور ناراضی سے ڈرتا ہے اسے متقی کہتے ہیں۔ اسلام انسان کے اندر جو سب سے بڑی خوبی پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہی تقویٰ کی صفت ہے۔ انسانی زندگی کی اصلاح کا سب سے بڑا مدار اسی صفت پر ہے جو شخص اپنے تمام کاموں میں اس بات کی فکر رکھے کہ وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ کرے اور اسے اس بات کا ڈر رہے کہ اس سے کوئی حرکت ایسی نہ ہو جائے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو تو اس کی زندگی نہایت کامیاب ہے۔

متقین کے لئے راحت ولذت کا سامان

متقین کو سیر و تفریح اور پھل و میوہ کھانے کے لئے باغات ہوں گے۔ حدیقۃ عربی زبان میں اس باغ کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف دیوار ہو تو ایسا باغ زیادہ محفوظ اور پرلطف سمجھا جاتا ہے پھر باغات میں جو کچھ نعمتیں ہوتی ہیں عام لفظ باغ استعمال کرنے سے سب ہی نعمتیں آ گئیں مگر ان باغات میں جو چند دل پسند چیزیں ہوں گی ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ وہاں انگور بھی بکثرت اور عمدہ ہوں گے۔ جو غذا کا کام بھی دے سکتا ہے۔ نیز باغ میں انگور بیلوں پر ہوتا ہے اس کا سایہ اور بھی لطف دیتا ہے۔ پھر دل بہلانے کے لئے وہاں نوخاستہ ہم عمر عورتیں بھی ہوں گی اور پینے کو لبالب بھرے ہوئے شراب طہور کے جام چلیں گے جس سے ایک فرحت اور سرور تازہ ہوگا اور یہ شراب آخرت دنیا کی سی نہ ہوگی کہ جس میں بے ہوشی دردسر اہل مجلس کی بے ہودہ بکواس یا مار پیٹ گالی گلوچ ہو بلکہ وہاں ایذاء اور مار پیٹ تو کیا کوئی لغو بات بھی سننے میں نہ آئے گی۔ اور نہ کوئی جھوٹی بات اور نہ کوئی دل کو رنج دینے والی بات کہ اس کو کوئی جھٹلا دے اور رنج ہو۔ ایک پاکیزہ طبیعت اور خوش مذاق شخص کیلئے یہ بات سخت تکلیف دہ ہوتی ہے کہ اس کے کانوں میں گندی باتیں' بے ہودہ الفاظ' جھوٹ اور گالیاں پڑیں اس لئے جن لوگوں کی طبیعت پاکیزہ اور مذاق بلند ہیں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جنت کی یہ کیسی بڑی نعمت ہوگی کہ وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات کانوں میں پڑے گی اور نہ جھوٹ سننے کو ملے گا نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ جھوٹ بولنے اور مکرنے کی ضرورت پیش آئے۔ سبحان اللہ۔

ایمان واعمال صالحہ کا ثمرہ

آگے فرمایا کہ متقین کیلئے یہ سب نعمتیں بدلہ ہیں ان کے اعمال و عقائد اور معارف کا کہ رتی رتی کا حساب ہو کر تمام نیکیوں کا بدلہ ملے گا اور بہت کافی بدلہ ملے گا۔ اور یہ بدلہ بھی محض اللہ رب العالمین کی بخشش اور رحمت سے ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا فرض یا جبر نہیں انسان تو اپنے عمل کی بدولت عذاب سے بچ جائے یہ ہی مشکل ہے۔ رہی جنت وہ تو خالص اس کے فضل و کرم و رحمت سے ملتی ہے لیکن اس کو بندوں کے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ رب العالمین کی دوسری بندہ نوازی اور عزت افزائی ہے اور آخرت کی نجات اور وہاں کی تمام راحتیں خداوند قدوس کی بخشش ہی بخشش ہے تو اس میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ جو یہاں بوئے گا وہی وہاں کاٹے گا۔

عظمت الٰہی

آگے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی خبر دے رہے ہیں۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا

کہ وہ رب جو متقی بندوں کو بدلہ دینے کا وعدہ فرما رہا ہے وہ ہے کہ جو اس پوری کائنات کا مالک ہے۔ جس کی بادشاہت آسمانوں سے لے کر زمین تک پھیلی ہوئی ہے اور کوئی ذرہ اس کی حکومت سے باہر نہیں۔ وہ سب کا رب ہے اور ساتھ ہی بڑا مہربان ہے جس کی رحمت کا کچھ حساب نہیں۔ جس کے رحم نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ مگر باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت وجلال بھی اس کا ایسا ہے کہ کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا ہے جب تک کہ اس کی اجازت نہ ہو اور اس ہیبت و جلال و کبریائی کا اظہار اس دن ہوگا کہ جس روز تمام ذی روح اور فرشتے دربار خداوندی میں صف بستہ کھڑے ہوں گے اور اس کی ہیبت وجلال و کبریائی سے ہر ایک کا دل لرزتا ہوگا اور کوئی خوف و ہیبت سے کلام نہ کر سکے

گا۔ مگر ان میں سے وہی کلام کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ کلام کرنے کی اجازت دیں گے۔ اور اجازت پا کر بھی بات وہی کہے گا جو ٹھیک اور معقول ہو یعنی بولنا بھی محدود اور مقید ہو گا یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کرے گا اور کسی کی گواہی میں اجازت پا کر بولے گا تو کچھ رورعایت نہ کرے گا۔ نہ کمی زیادتی کرے گا۔ جو بات ٹھیک ہے اسی قدر کہہ سکے گا۔ یہاں ان آیات میں لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہو گا کہ عرض معروض کر سکے اور لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے ان آیات میں مشرکین عرب کے اس باطل عقیدہ کا رد فرما دیا گیا کہ جس کی بناء پر وہ ملائکہ اور انبیاء وصلحاء وغیرہ اور دیگر بتوں کو بھی اس غرض سے پوجتے تھے کہ ان کو خدا کے گھر کا مختار سمجھتے تھے۔ دنیا میں تمام حاجات کے پورا کرنے کا ان ہی کو مسبب کہتے تھے اور اسی لئے ان کی خوشنودی اور تقرب کے لئے ان کی نذر و نیاز کرتے تھے۔ آڑے وقت میں ان کے نام کی دہائی دیتے تھے المدد المدد پکارتے تھے اور اول تو آخرت کے وہ قائل ہی نہ تھے اور جو کسی درجہ میں قائل بھی تھے تو ان بتوں کو آخرت میں اپنی بخشش کا وسیلہ جانتے تھے۔

سفارش: اجازت حق تعالیٰ سے انبیاء سفارش بھی کریں گے تو اسی کی جس نے دنیا میں حق بات کہی تھی اور سب سے بڑھ کر حق بات لآ الٰہ الا اللہ ہے نہ ان کی جنہوں نے کفر بکا اور خدا کی ذات وصفات میں شریک اور حصہ دار ٹھہرائے۔

جو چاہے آخرت کی تیاری کر لے

آگے فرمایا گیا ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا وہ دن برحق ہے اس دن کا آنا یقینی ہے تو اب جو اپنی بہتری چاہے اس دن کی تیاری کر رکھے اور تقویٰ اختیار کر کے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنائے۔ ایمان و پرہیزگاری ہی کا سیدھا راستہ ہے جو حق سبحانہ تک پہنچتا ہے اس راہ میں چلتے چلتے انسان اللہ کے قرب وجوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔

قیامت نزدیک ہے کافر کو پچھتانا پڑے گا

اخیر میں بطور حجت کے تمام انسانوں سے فرمایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم ہم نے تو تمہیں نزدیک ہی آنے والی مصیبت سے خبردار کر دیا۔ گو قیامت کا دن دور ہو مگر جو لازمی اور یقینی آنے والی چیز ہو گو دور ہو پر قریب ہی سمجھنا چاہئے۔ عقلمند تو ہزار کوس دور کی مصیبت کو قریب سمجھتا ہے اور دنیا کی زندگی تو بہت ہی بے ثبات ہے۔ موت ہر ایک کے سر پر کھڑی ہے اور موت اس یوم قیامت کا دروازہ ہے اس لئے مر کر جو کچھ انسان کو پیش آنے والا ہے وہ بہت ہی قریب ہے۔ اس روز یعنی یوم قیامت میں انسان وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو دنیا میں نیک و بد اس نے کیا تھا۔ پھر جب وہ پردہ کھل جائے گا اور کافر اپنے کفر اور بداعمالی کو ہیبت ناک صورتوں میں دیکھے گا اور کوئی ٹھکانا اور پناہ کی جگہ اور صورت نظر نہ آئے گی تو کافر کہے گا۔ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا اے کاش کہ میں خاک ہوا ہوتا یا خاک ہو جاتا اور انسان نہ پیدا ہوا ہوتا جو آج اس مصیبت کو نہ دیکھنا پڑتا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہے کہ قیامت کے دن جانوروں سے حساب کتاب کے بعد ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا جس جانور نے کسی دوسرے جانور کو سینگ یا کھر مارا ہو گا وہاں اس کا بدلہ دلا کر حکم ہو گا کہ سب کے سب خاک ہو جاؤ چنانچہ وہ سب خاک ہو جائیں گے۔ یہ دیکھ کر اس وقت کافر آرزو اور تمنا کرے گا کہ اے کاش میں بھی خاک ہو جاتا اور اس انسانیت سے کہ جو میری خرابی کا سبب ہوئی دور رہتا۔

سورۃ النبا کا خلاصہ

اس سورت کا موضوع ''بعث بعد الموت'' ہے سورت کی ابتداء میں مشرکین کا وہ سوال مذکور ہے جو وہ انکار اور استہزاء کے طور پر قیامت کے بارے میں کرتے تھے فرمایا ''یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں' اس بڑی خبر کے متعلق جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔ کوئی اس کا اقرار کرتا ہے اور کوئی انکار' کوئی تذبذب کا شکار ہے اور کوئی اس کا اثبات کرتا ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ''نبا العظیم'' (بڑی خبر) سے مراد قرآن عظیم لیا ہے' اس میں شک ہی کیا ہے کہ واقعی سب سے بڑی خبر اور سب سے بڑا کلام قرآن ہی ہے لیکن

سورت کے عمومی مزاج کو دیکھتے ہوئے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ ''نبا العظیم'' سے مراد قیامت ہی ہے' اگلی آیات میں قدرت الٰہیہ کے دلائل اور قیامت کے مختلف مناظر اور جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے' بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ جو زمین کو بچھونا' پہاڑوں کو میخیں، انسانوں کو جوڑا جوڑا' نیند کو ذریعۂ سکون' رات کو لباس' دن کو وقتِ معاش اور آسمان پر ساری دنیا کو روشن کرنے والا چراغ بنا سکتا ہے۔ وہ دوبارہ زندگی بھی عطا کر سکتا ہے اور ایسی عدالت بھی قائم کر سکتا ہے جس میں اولین اور آخرین کو جمع کیا جائے گا اور ان کے درمیان عدل کیا جائے گا۔ عدل اور حساب کے بعد کسی کا ٹھکانہ جنت ہوگا اور کسی کا جہنم۔ سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ قیامت کا دن برحق ہے اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں' باوجود اللہ کے بے حد مہربان اور رحمٰن ہونے کے کسی کو اللہ کے سامنے تاب گویائی نہ ہوگی' اس دن ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے سامنے کر دیا جائے گا اور اس کے بارے میں قطعی فیصلہ سنا دیا جائے گا' اس فیصلہ کو سن کر کافر یہ تمنا کرے گا اے کاش! میں مٹی ہوتا۔ مٹی ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا' دوسرا یہ کہ میں تکبر نہ کرتا اور مٹی کی طرح مسکینی اور عاجزی اختیار کرتا' تیسرا مطلب یہ کہ میں انسان نہیں' حیوان ہوتا اور مجھے بھی حیوانوں کی طرح دوبارہ زندہ کرنے کے بعد مٹی بنا دیا جاتا' یوں میں دوزخ کے عذاب سے بچ جاتا۔ یہ تمنا وہ اس وقت کرے گا جب وہ دیکھے گا کہ ویسے تو انسانوں کی طرح حیوانوں کو بھی زندہ کیا گیا لیکن انہیں زندہ کرنے کے بعد اور ان کے باہمی معاملات طے کرنے کے بعد انہیں مٹی بن جانے کا حکم دے دیا گیا۔

سورۃ النباء کے خواص

۱.....حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو سورۃ النباء پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ٹھنڈا مشروب پلائیں گے۔

۲.....سورۃ النباء کی تلاوت کا معمول رکھنے سے آدمی چوری کے خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔

۳..... جہاں کسی بھی موذی کی ایذا کا خطرہ ہو وہاں سورۃ النباء کی تلاوت کرنے سے آدمی موذی کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ یوم قیامت میں ہمیں سختیوں اور ہولناکیوں سے بچا لیجئے اور اپنی رضا کے مقام جنت میں ہمارا ٹھکانا بنا دیجئے۔ اے ہمارے رب آج عمل کا وقت ہے ہماری آنکھیں کھول دے۔ غفلت کو ہم سے دور فرما دے اور ہم سے وہ اعمال صالحہ کرا لے کہ جو آخرت میں آپ کی رضا کا سبب بنیں اور آپ کے انعامات کا ذریعہ بنیں۔

یَااَللّٰہُ میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے' راہ سے بے راہ کر دے' لوگوں میں بے وقار کر دے' دنیا و آخرت میں رسوائی ہو جائے اور دیگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں۔اور جو بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔

وَالنّٰزِعٰتِ	قسم گھسیٹ کر کھینچنے والے	غَرْقًا	غوطہ لگا کر	وَّالنّٰشِطٰتِ	اور چھڑانے والے	نَشْطًا	کھول کر	وَّالسّٰبِحٰتِ	اور تیرنے والے	سَبْحًا	تیزی سے
فَالسّٰبِقٰتِ	پھر آگے بڑھنے والے	سَبْقًا	دوڑ کر	فَالْمُدَبِّرٰتِ	پھر تدبیر کرنے والے	اَمْرًا	حکم کے مطابق				

سورۃ کی وجہ تسمیہ

اس سورۃ کا پہلا لفظ ''وَالنّٰزِعٰتِ'' ہے جس کا مطلب ہے ''قسم ہے کھینچنے والوں کی'' جس سے اکثر مفسرین نے ان فرشتوں سے مراد لی ہے جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں۔اسی ابتدائی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام النازعٰت رکھا گیا۔

شان نزول اور مرکزی مضمون

ہٹ دھرم٬ معاند اور ضدی کفار اپنی عقل کے آگے فرمودۂ خلاق عالم کو بھی کچھ خیال میں نہ لاتے تھے حالانکہ قیامت کا حادثہ بار باران کو قرآن سے سنایا جاتا تھا اور قدرت خداوندی کا اقتدار ان کو بتایا جاتا تھا لیکن وہ معاند کفار جب کہتے یہی کہتے کہ ہماری سمجھ میں تو قیامت کا آنا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔اس لئے اس سورۃ کو اللہ پاک نے نازل فرما کر بتاکید تمام اثبات قیامت فرمایا۔یہ سورۃ اس مکی دور میں نازل ہوئی ہے جب کہ کفار مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور آخرت کی عدالت میں پیش ہو کر اپنی پوری زندگی کے بارہ میں جواب دہی کرنا انہیں بہت ہی عجیب اور محال معلوم ہوتا تھا اور وہ اس حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔اس سورۃ میں قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی اور جس روز آئے گی تو زمین پر لگا تار زلزلے آئیں گے اور سب نظام دنیا درہم برہم ہو جائے گا اور جب دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے تو قیامت کی ہولناکیوں سے دل لرز رہے ہوں گے اور آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ یہ منکرین آج یقین نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ اس کو ہنسی اور تمسخر میں یہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں کہ میاں مرجانے اور ہڈیاں گل سڑ جانے کے بعد بھی کوئی زندہ ہوا ہے اور دوبارہ پیدا ہوا ہے۔یہ کوئی عقل میں آنے کی بات ہے کہ دنیا کے مزے اس لئے چھوڑے جائیں کہ دوبارہ پھر زندہ ہو کر عیش و راحت کی دائمی زندگی گزارنا ہے۔ہم تو اس کو نہیں مانتے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی آنی ہے۔ایسے لوگوں کے لئے فرعون کا ذکر کیا گیا کہ پچھلی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ خدا کے باغیوں اور حق کی مخالفت کرنے والوں کو بڑی بڑی سزائیں بھگتنا پڑیں۔

روح کو زور سے کھینچنے والوں کی قسم

یہاں اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں اور ان پانچوں قسموں کے بعد فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی پہلی قسم ہے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا اس کا لفظی معنیٰ ہیں قسم ہے زور سے اور سختی سے کھینچنے والوں کی لیکن اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہاں ان فرشتوں کی قسم مراد

ہے جو کافروں کی جان نہایت سختی سے نکالتے ہیں۔

روح کو آسانی سے نکالنے والوں کی قسم

دوسری قسم ہے وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا یعنی قسم ہے آسانی کے ساتھ کھول دینے والوں کی مراد اس سے وہ فرشتے ہیں کہ جو اہل ایمان کی روح آسانی سے نکالتے ہیں۔ گویا نیکوں کے روح کی جو گرہ جسم سے لگی ہوئی ہے وہ کھول دی جاتی ہے۔ اور ان کی روح کا جسم سے جدا ہونا ان کے لئے ایسا ہی آسان ہوتا ہے جیسے کہ کوئی گرہ کھل گئی۔

جانیں نکالتے وقت فرشتوں کا رویہ مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف ہوتا ہے۔ جو لوگ اس دنیا کی زندگی میں اللہ سے بغاوت و سرکشی کرتے رہے جنہوں نے اس کے احسانات اور خالقیت اور ربوبیت کو نہیں پہچانا اور اس کی بھیجی ہوئی ہدایات کو نہیں مانا اور اس کے احکام کی نافرمانی کرتے رہے اور زندگی بھر اپنے نفس یا اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی پیروی میں لگے رہے ان کی روح نکالتے وقت اللہ کے یہ کارندے یعنی فرشتے ان کے ساتھ نہایت سختی اور ذلت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

تیرنے والوں کی قسم

آگے تیسری قسم ہے وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہے تیزی سے تیرنے والوں کی یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو ارواح لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح جلدی اور سہولت سے چلتے ہیں گویا کہ وہ تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ کی ایک طویل حدیث ہے۔ اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فرشتے مومن کی قبض کی ہوئی روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے وہ روح گزرتی ہے وہ جماعت یہ کہتی ہے کہ کون ہے یہ پاک روح وہ فرشتے جو اس کو لے جا رہے ہوتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے اور فلاں کا بیٹا ہے یعنی اس کے وہ بہترین نام و لقب بتاتے ہیں جو دنیا میں اس مومن کے ذکر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ یہ فرشتے آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ اسی طرح ہر آسمان کے دروازہ پر ہوتا ہے اور دروازہ اس کے لئے کھولا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس روح کو ساتویں آسمان تک پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے نامہ اعمال کو مقام علیین میں رکھو اور اس کو زمین کی طرف واپس لے جاؤ۔ یعنی اس کے جسم میں جو مدفون ہے لوٹا دو۔ میں نے زمین ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے۔ زمین ہی میں ان کو واپس بھیجتا ہوں اور زمین ہی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روح کو پھر اس کے جسم میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر آگے حدیث میں سوال جواب وغیرہ کی تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔ پھر کافر کی روح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے جب اس روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے یہ روح گزرتی ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ کس کی ناپاک روح ہے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا یعنی اس کے تمام برے ناموں اور لقبوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے دنیا میں اس کو مخاطب کیا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کو لے کر فرشتے آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ یعنی نہیں کھولے جاتے کافروں کے لئے دروازے آسمانوں کے اور نہ وہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک داخل نہ ہو اونٹ سوئی کے ناکہ میں یعنی ان کا جنت میں جانا ناممکن ہے پھر خداوند تعالیٰ حکم دے گا کہ اس کے نامہ اعمال کو سجین میں رکھو پھر اس کی روح پھینک دی جائے گی۔ پھر ڈالی جاتی ہے روح جسم میں اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور پھر سوال و جواب کی تفصیلات وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔

تیزی سے دوڑنے والوں کی قسم

چوتھی قسم فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فرمائی یعنی قسم ان فرشتوں کی جو تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں یہ اوپر ذکر کی ہوئی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ جب ارواح کو لے کر فرشتے اوپر پہنچتے ہیں تو ان ارواح کے باب میں جو حکم خداوندی ہوتا ہے اس کے بجالانے کے لئے فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ فرشتے چونکہ احکام خداوندی بجالانے میں بڑے مستعد ہیں

انہیں جو حکم ملتا ہے اسے تیزی اور مستعدی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

تدبیر کرنے والوں کی قسم

پانچویں قسم فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا فرمائی یعنی قسم ان فرشتوں کی جو ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں یہ اوپر حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ دنیا سے جو فرشتے ارواح قبض کر کے اوپر آسمان پر لے جاتے ہیں تو ان ارواح کے متعلق احکام خداوندی ہوتے ہیں یا تو ان کے ساتھ انعام واحسان کے اگر وہ مومنین کی ارواح تھیں یا عذاب وعقاب کے اگر وہ کفار کی تھیں۔ مثلاً مومنین کی ارواح جب قبر میں سوال و جواب کے لئے واپس لائی جاتی ہیں اور وہ ٹھیک ٹھیک جواب دیتی ہیں تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا بستر بچھاؤ۔ اور جنت کا لباس اس کو پہناؤ اور جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دو جس سے اس کو قبر میں جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور پھر اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس طرح کافر جب قبر میں فرشتوں کے سوال کے جواب صحیح نہیں دیتا تو اس کے لئے حکم ہوتا ہے کہ اس کے لئے آگ کا فرش کرو۔ ایک دروازہ جہنم کی جانب اس کے لئے کھول دو۔ چنانچہ جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اور جہنم کی گرم ہوا اور گرمی اس کو پہنچے گی اور اس کی قبر کو تنگ کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر نکل جائیں گی۔ الغرض ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عذاب کا ہر امر کی تدبیر فرشتے کرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا میں فرمایا گیا تو یہ پانچوں قسم کھا کر فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی۔

ان سب کی قسم کہ قیامت ضرور آئے گی۔

یہ پانچوں قسمیں بطور دلائل کے ہیں اور اس امر پر شاہد ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی اور مرنے کے بعد بار دیگر سب زندہ کئے جائیں گے اور سب سے حساب لیا جائے گا۔ اگر موت امر یقینی ہے تو قیامت بھی ایسے ہی یقینی امر ہے اور یہ موت قیامت کا ایک دروازہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ من مات فقامت قیامۃ جو شخص مر گیا اس کی قیامت برپا ہوگئی۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ موت اور اس کے بعد والی تمام منازل کو ہمارے لئے آسان اور باعث راحت بنا دیجئے اور مرنے کے بعد ہمارے نامۂ اعمال کو علیین میں رکھا جانا نصیب فرمائیے۔

یَااللّٰہ موت آخرت کی پہلی منزل ہے اس منزل سے ہمیں کامیابی کے ساتھ گزارنا نصیب فرما حتیٰ کہ آخرت کی آخری منزل یعنی جنت تک ہمیں اپنے فضل وکرم سے پہنچا۔

یَااللّٰہ میں تو نافرمانی کرتا رہا لیکن آپ نے اپنے حلم سے مجھے ڈھیل دیدی' مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھے چھوڑے رکھا' اس بداعمالی کے ساتھ میں نے جو مانگا آپ نے دیا۔ آپ کا کہاں تک شکر ادا کروں' مجھ پر میرے دشمنوں نے خفیہ وعلانیہ حملے کئے مجھے ایذا پہنچانی چاہی لیکن آپ نے مجھے ان سے ان کے حملوں سے بچا لیا اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔ آپ نے مجھ گنہگار وعاصی کی اس طرح مدد کی جیسے آپ اپنے اطاعت گزار بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔ مجھے اس طرح رکھا جیسے اپنے پسندیدہ بندوں کو رکھا کرتے ہیں لیکن اے پروردگار! اس کرم کے ہوتے ہوئے بھی میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور باز نہ آیا' الٰہی! مجھے محض اپنے فضل وکرم سے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ﴿٨﴾ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾

جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی۔ جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجاوے گی۔ بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔

يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ

کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے۔ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجاویں گے پھر واپس ہوں گے۔ کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے

خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

خسارہ کی ہوگی۔ تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی۔ جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے۔

يَوْمَ دن	تَرْجُفُ کانپے	الرَّاجِفَةُ کانپنے والی	تَتْبَعُهَا اسکے پیچھے آئے	الرَّادِفَةُ پیچھے آنے والی	قُلُوبٌ کتنے دل	يَوْمَئِذٍ اس دن	وَاجِفَةٌ دھڑکنے والے		
أَبْصَارُهَا ان کی نگاہیں	خَاشِعَةٌ جھکی ہوئی	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	أَإِنَّا کیا ہم	لَمَرْدُودُونَ لوٹائے جائیں گے	فِي میں	الْحَافِرَةِ پہلی حالت	أَإِذَا کیا جب		
كُنَّا ہم ہونگے	عِظَامًا ہڈیاں	نَّخِرَةً کھوکھلی	قَالُوا وہ بولے	تِلْكَ یہ	إِذًا پھر	كَرَّةٌ واپسی	خَاسِرَةٌ خسارہ والی	فَإِنَّمَا پھر تو صرف	هِيَ وہ
زَجْرَةٌ ڈانٹ	وَاحِدَةٌ ایک	فَإِذَا پھر اس وقت	هُم وہ	بِالسَّاهِرَةِ میدان میں					

قیامت کے ہولناک مناظر

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا آئے گا تو وہ کیسا ہولناک اور سخت وقت ہوگا۔ قرآن کریم میں قیامت کی ہولناکی کا منظر مختلف انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ کہیں سورج چاند کے ٹکرائے جانے کا ذکر ہے کہیں اجرام فلکی کے پھٹ جانے کا تذکرہ ہے۔ کہیں پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہوکر دھنی ہوئی اون کی طرح اڑ جانے کا بیان ہے۔ کہیں زمین کو بری طرح ہلا ڈالنے کا نقشہ سامنے رکھا گیا ہے۔ یہ دراصل انسانوں کو اس ہولناک منظر کا کچھ نہ کچھ تصور دینے کے لئے ہے ورنہ واقعۂ اس دن جو کچھ ہوگا اس کا پورا پورا تصور انسانی ذہن میں نہیں آسکتا۔ لیکن اس واقعہ کی شدت اور اہمیت سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہی الفاظ میں جو ہم دنیا میں رہ کر سمجھتے ہیں قیامت کا تذکرہ بار بار فرمایا ہے۔

سب نیست و نابود ہوجائیں گے

چنانچہ یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا اور پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس صور پھونکنے سے جس کی آواز رفتہ رفتہ بلند اور سخت ہوتی جائے گی حتیٰ کہ بجلی کی کڑک کے مانند سخت ہوجائے گی تو زمین اور پہاڑ وغیرہ جو اس میں ہیں سب لرزنے اور کانپنے لگیں گے اور شدید زلزلہ آئے گا اور یہ زمین و آسمان حیوان و انسان اور تمام کائنات سب نیست و نابود ہوجائیں گے۔

پھر سب زندہ ہوں گے

اس کے بعد جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام انسان اولین و آخرین دوبارہ پیدا کر کے کھڑے کئے جاویں گے۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسان اسی شکل میں پیدا ہوں گے جیسے کہ بطن مادر سے برہنہ تن پیدا ہوئے تھے مگر شدت ہول و خوف کے سبب سب کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی اور کوئی شخص کسی کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈال سکے گا اگر ڈالے بھی تو بچوں کی طرح اس وقت دواعی شہوت سے خالی ہوگا۔ سب کو حساب و کتاب کے لئے میدان حشر میں جمع کیا جائے گا۔ اس وقت جن لوگوں نے دنیا میں قیامت کا انکار کیا تھا اور وہاں کے لئے سامان نہ کیا تھا اور بداعمالیوں میں اپنی دنیاوی زندگی رائیگاں کردی تھی ان کے قلوب اس وقت عذاب الٰہی کے خوف سے دھڑک رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں ندامت اور شرمندگی سے نیچی ہوں گی۔

منکرین قیامت کی حماقت

یوم قیامت کا یہ حال بیان فرما کر آگے کفار و منکرین قیامت کے اقوال کو نقل فرمایا گیا ہے کہ یہ منکرین آج دنیا میں قیامت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا میں مرجانے کے بعد پھر وہ دوبارہ کس طرح زندہ ہوجائیں گے کبھی تو وہ تعجب وحیرت کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ کر مٹی ہوجائیں گی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دوبارہ زندگی مل جائے اور یہ جسم جو گل سڑ کر مٹی ہو جائے گا کس طرح دوبارہ پیدا ہوسکتا ہے۔ گویا ایسا ہونا بالکل محال اور ناممکن ہے اور کبھی یہ منکر موت کے بعد والی زندگی کا مذاق اڑاتا ہے اور اس طرح گویا وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی نظر میں وہ بات اس قابل نہیں کہ وہ اس پر سنجیدگی سے غور کرے۔ اسی طرح قیامت کا انکار کرنے والے منکرین بطور مذاق کے کہتے ہیں کہ اگر ہمیں دوبارہ زندگی ملی تو یہ بڑے گھاٹے کی بات ہوگی۔ یہ منکرین کا کہنا بطور تمسخر تھا کیوں کہ وہ اہل حق کے عقیدہ پر ہنسی اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے عقیدہ کے موافق تو ہم بڑے خسارہ میں رہیں گے۔ یہ ان کا کہنا اسی طرح تھا کہ کوئی شخص کسی کو خیر خواہی سے ڈرائے کہ اس راہ مت جانا شیر ملے گا اور مخاطب تکذیب کے طور پر کسی سے کہے کہ بھائی ادھر مت جانا شیر کھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ وہاں شیر ویر کچھ نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قیامت کو بعید اور ناممکن سمجھ رہے ہیں۔

سب ایک ڈانٹ سے میدان میں جمع ہوجائیں گے

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہوجائیں گے۔ جہاں ایک ڈانٹ پلائی یعنی صور پھونکا اسی وقت بلاتوقف سب اگلے پچھلے میدان حشر میں کھڑے دکھائی دیں گے۔ یہاں آیت میں فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ فرمایا یعنی سب لوگ میدان میں آموجود ہوں گے۔

ساھرۃ اس چٹیل میدان کو کہتے ہیں جہاں دشمن کے حملہ سے بچنے کے لئے کوئی آڑ یا پناہ نہ ہو اور اس میدان میں انسان کو ڈر کے مارے نیند نہ آسکے اور وہ رات بھر بے چینی کے ساتھ جاگ کر گزارے۔ تو اس لفظ ساھرۃ میں قیامت کی ہولناکی کا منظر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ منکرین کی ان غلط آرزوؤں اور امیدوں کی تردید بھی کردی گئی کہ جو اس امید پر بے غم ہیں کہ اگر بالفرض قیامت آئی بھی تو وہاں سفارش کردی جائے گی اور اللہ کے سوا انہوں نے جن کو اپنا سرپرست وحمایتی و مددگار ٹھہرا لیا ہے وہ انہیں وہاں بچالیں گے اگر کوئی سختی وہاں ہوئی تو انہیں بتایا جارہا ہے کہ ان کا خیال غلط ہے وہ قیامت میں اپنے آپ کو ایک میدان میں پائیں گے جہاں نہ ان کا کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمادیجئے جو آخرت میں آپ کی رضا اور مغفرت کا سبب ہوں اور ان اعمال سے بچا لیجئے جو گرفت اور مواخذہ کا سبب ہوں۔

یا اللہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور وہاں کے خسارہ اور نقصانات سے بچالیجئے۔

یَا اَللّٰہُ میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کردی' اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا' رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔

یَا اَللّٰہُ تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا' میرا کیا حال ہوگا۔ الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ

کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے۔ جب کہ اُن کو اُن کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طوٰی میں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ

اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ

اُس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے۔ سو اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے۔ اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف سے رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے

الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی۔ تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا۔ پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا۔ پھر جمع کیا پھر آواز بلند تقریر کی۔ اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا۔ بے شک اس میں ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے۔

هَلْ کیا	اَتٰىكَ پہنچی تیرے پاس	حَدِيْثُ بات	مُوْسٰى موسیٰ	اِذْ نَادٰىهُ جب پکارا اسے	رَبُّهٗ اس کا رب	بِالْوَادِ میدان	الْمُقَدَّسِ مقدس			
طُوًى طوی	اِذْهَبْ جاؤ تم	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	اِنَّهٗ بیشک اس	طَغٰى سرکشی کی	فَقُلْ پس کہو تم	هَلْ کیا	لَكَ تجھ کو	اِلٰۤى طرف	اَنْ کہ
تَزَكّٰى تو سنور جائے	وَاَهْدِيَكَ اور تجھے راہ دکھاؤں	اِلٰى طرف	رَبِّكَ تیرا رب	فَتَخْشٰى پس تو ڈرے	فَاَرٰىهُ اس کو دکھائی	الْاٰيَةَ نشانی				
الْكُبْرٰى بڑی	فَكَذَّبَ اسے جھٹلایا	وَعَصٰى اور نافرمانی کی	ثُمَّ اَدْبَرَ پھر پیٹھ پھیر کر چلا	يَسْعٰى دوڑتا ہوا	فَحَشَرَ پھر جمع کیا	فَنَادٰى پھر پکارا				
فَقَالَ پھر اس نے کہا	اَنَا میں	رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى تمہارا رب سب سے بڑا	فَاَخَذَهُ تو اس کو پکڑا	اللّٰهُ اللہ	نَكَالَ سزا	الْاٰخِرَةِ آخرت	وَالْاُوْلٰى اور دنیا			
اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَعِبْرَةً عبرت	لِّمَنْ اس کیلئے جو	يَّخْشٰى ڈرے					

فرعون کے واقعہ سے عبرت پکڑو: قیامت کا ذکر کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا جاتا ہے تاکہ منکرین کو اس قصہ سے درس عبرت حاصل ہو کہ اگر کفار مکہ نے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی کیا جو فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کہ نہ انکا کہنا مانا۔ نہ ان کے معجزات کو تسلیم کیا بلکہ اسے جادو قرار دیا تو پھر ان کے لئے بھی دنیا اور آخرت میں وہی سزا ہو گی۔ یعنی جس طرح فرعون دنیا میں رسوا اور ذلیل ہوا اور سمندر میں ڈبو کر مارا گیا اور آخرت میں عذاب جہنم اس کے لئے تیار ہے اسی طرح ان مکذبین و منکرین کو بھی دنیا اور آخرت میں سوائے خواری کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے منکرین ہوش میں آئیں اور اگر انہیں اپنی دین و دنیا کی صلاح و فلاح مطلوب ہے تو ایمان لائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانیں۔

فرعون کا مختصر تذکرہ: قرآن پاک میں ایک ہی واقعہ کو بار بار مختلف جگہ بیان کیا گیا ہے مگر ہر جگہ اس واقعہ یا اس کے خبر کو بیان کرنے میں کوئی غرض و غایت اور خاص وجہ ہوتی ہے اور یہ بات قرآن کی آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر تفصیلاً و اجمالاً متعدد جگہ گذشتہ سورتوں میں بیان ہو چکا ہے یہاں اجمالاً بعض واقعات کی طرف اشارہ ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کی طرف واپس آ رہے تھے تو طوٰی کی مقدس وادی میں جہاں آپ آگ کی تلاش میں گئے تھے آپ کو اللہ رب العالمین

کی طرف سے منصب نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ فرعون بادشاہ مصر کے پاس اللہ کے رسول کی حیثیت سے جائیں اور اسے سیدھے راستہ کی طرف بلائیں اور دین حق اور توحید کی تبلیغ کریں کیونکہ فرعون اپنی شرارتوں میں حد سے تجاوز کر گیا ہے حتیٰ کہ انسان اور مخلوق ہو کر خدائی کا دعویدار بن بیٹھا ہے۔ تو آپ فرعون کے پاس جا کر اس سے کہیں کہ دیکھ تیرا یہ رویہ نہایت ناپاک ہے کہ جو مصر کے لوگوں کا خدا بن بیٹھا ہے۔ اگر تجھے سنورنے کی خواہش ہو تو میں اللہ کے حکم سے سنوار سکتا ہوں اور ایسی راہ بتا سکتا ہوں کہ جس پر چلنے سے تیری انسانیت کا سدھار ہو سکتا ہے اور تیرے اندر نفس کی شرارت و بغاوت سے جو گندگیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور ہو سکتی ہیں اور جس راہ پر چل کر تو اللہ کے نیک اور مقرب بندوں میں شامل ہو سکتا ہے اور اپنے حقیقی حاکم اور مالک کو راضی کر سکتا ہے اور جس راہ پر چل کر تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی کرنے کی سزا کا خوف پیدا ہو جائے اور اسی کے نتیجہ میں آئندہ سرکشی و نافرمانی سے باز آ جائے اور تو اللہ کی ذات وصفات کو سن کر اس سے ڈرنے لگے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام تعمیل ارشاد خداوندی کرتے ہوئے فرعون کے پاس گئے اور اسے جا کر پیغام خداوندی پہنچایا اور رسالت کے ثبوت میں اپنے عصا اور ید بیضاء کے اعجازی نشانات بھی دکھائے لیکن وہ ضدی اور متکبر فرعون کب ماننے والا تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کے دعوے کو افتراء اور جھوٹ قرار دیا۔ اور آپ کی ہدایات قبول کرنے اور بات ماننے سے انکار کر دیا اور آپ کے معجزات کو جادو ٹھہرایا اور اتنا ہی نہیں بلکہ وہ حضرت موسیٰ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور اس بات کی کوشش اور فکر میں لگ گیا کہ اپنے ملک کے مشہور جادوگروں کو بلائے اور حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرا کر لوگوں کو یہ بتادے کہ واقعی موسیٰ نے جو پیش کیا ہے وہ محض جادو ہے اور جادو کے ذریعہ سے آپ کو مغلوب کر کے آپ کے دعویٰ نبوت کو غلط ثابت کرے۔ اس غرض سے اس نے اپنی سلطنت کے مشہور جادوگروں کو جمع کیا اور یہ اعلان کرا دیا کہ موسیٰ جو کچھ کہہ رہے ہیں سب غلط ہے۔ حاکم اور مالک میں خود ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کا یہ دعویٰ کہ اصل مالک اور حاکم کوئی اور ہے اور اس نے انہیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے بالکل غلط ہے۔ میرے سوا کوئی مالک ومختار نہیں۔ اطاعت میرے ملک میں میری ہو گی میرے سوا یہاں کسی دوسرے کا حکم نہیں چل سکتا۔ مجھ سے بالاتر اور کوئی وجود نہیں ہے۔ الغرض جادوگروں سے مقابلہ کرایا گیا جادوگروں کو شکست ہوئی اور جادوگر ایمان لے آئے۔ لیکن فرعون اور زیادہ متکبر ہو گیا اور اپنی سرکشی و نافرمانی پر قائم رہا۔ ایک عرصہ تک فرعون اور اس کی قوم کو مہلت دی گئی کہ وہ بات سمجھ لیں اور حق کو مان لیں اور اپنی غلط روش کو چھوڑ کر سیدھے راستہ پر آ جائیں لیکن جب ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ حق کو کبھی مان کر نہیں چلنے والے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مہلت ختم کر دی اور ان کے لئے عذاب کا فیصلہ فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا وآخرت میں رسوا کیا۔

فرعون کے لئے دنیا وآخرت کی رسوائی

دنیا میں تو اس طرح رسوا کیا کہ جب فرعون موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے پر گرفتار کرنے کے لئے اپنے لاؤ لشکر سمیت گیا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں بحر قلزم سے پار اتر گئے کیونکہ بحکم خداوندی ان کو سمندر نے راستہ دے دیا مگر جب فرعون اور اس کا لشکر آیا تو پھر پانی اللہ کے حکم سے مل گیا اور فرعون آن کی آن میں بمعہ اپنے لشکر کے سب ڈوب کر مر گئے۔ اور آخرت میں اس طرح رسوائی ہو گی کہ وہاں ان کے عذاب کے لئے جہنم تیار ہے جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب بھگتیں گے۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ ہے انجام اللہ کے مقابلہ میں سر اٹھانے کا اور اس کی ہدایات سے منہ موڑنے کا۔ اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں لیکن اس کے لئے جس کے دل میں اللہ کا کچھ خوف ہو اور جو یہ مانتا ہو کہ واقعی اس جہان کا کوئی خالق ومالک ہے جو بڑا مہربان ہے کہ بندوں کی ہدایت کا بار بار انتظام فرماتا ہے اور نیکی کی راہ پر چلنے والوں کو اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نوازتا ہے اور غلط راہ پر چلنے والوں کو سزا دیتا ہے اور جو بڑی طاقت اور قدرت والا ہے کہ کوئی اس کی پکڑ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿٢٨﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔اللہ نے اس کو بنایا۔اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا۔اور اس کی رات کو تاریک بنایا

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿٢٩﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿٣٠﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَاۗءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿٣١﴾

اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔اُس سے اُس کا پانی اور چارہ نکالا

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا۔تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کیلئے۔

ءَاَنْتُمْ کیا تم	اَشَدُّ زیادہ مشکل	خَلْقًا بنانا	اَمِ یا	السَّمَآءُ آسمان	بَنٰىهَا اس کو بنایا	رَفَعَ بلند کیا	سَمْكَهَا اس کی چھت	فَسَوّٰىهَا پھر اس کو درست کیا
وَاَغْطَشَ تاریک کردیا	لَيْلَهَا اس کی رات	وَاَخْرَجَ اور نکالی	ضُحٰىهَا دن کی روشنی	وَالْاَرْضَ اور زمین	بَعْدَ بعد	ذٰلِكَ اس	دَحٰىهَا اس کو بچھایا	
اَخْرَجَ نکالا	مِنْهَا اس سے	مَاۗءَهَا اس کا پانی	وَمَرْعٰىهَا اور اس کا چارہ	وَالْجِبَالَ اور پہاڑ	اَرْسٰىهَا قائم کیا اسکو	مَتَاعًا فائدہ	لَّكُمْ تمہارے لئے	
وَلِاَنْعَامِكُمْ اور تمہارے چوپایوں کیلئے								

قیامت کے واقع ہونے پر عقلی دلائل

گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ سنا کر درس عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔اس طرح جو منکرین قیامت کے وقوع کے منکر تھے ان کو ڈرایا گیا تھا اور ان کے لئے اس واقعہ میں دلیل نقلی بیان فرمائی گئی کیونکہ تمام انبیاء و رسل نے قیامت کو حق بتلایا ہے اور اس سے ڈرایا ہے۔ اب آگے قیامت کے وقوع پر عقلی دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں اور ان آیات میں منکرین قیامت سے خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ ذرا سوچو اور بتاؤ تو سہی کہ تمہارا دوبارہ پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق تم اس کو مانتے ہو تو پھر اپنی دوبارہ پیدائش میں کیوں شک و تردد ہے۔آسمان کو خیال کرو کتنا عظیم الشان کس قدر اونچا' کتنا مضبوط' کیسا صاف و ہموار اور کس درجہ مرتب و منظم ہے۔کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس کے سورج کی رفتار سے رات و دن کا سلسلہ قائم ہے۔رات کی اندھیری میں اس کا سماں کچھ اور ہے اور دن کے اجالے میں ایک دوسری شان نظر آتی ہے۔پھر جس نے بساط ارضی میں وسعت بخشی اور اس کا پھیلاؤ اس طرح سے کر دیا کہ تمہارے لئے موجب راحت ہو اور جس نے اسی زمین ہی سے تمہارے لئے جسمانی غذا کا سامان اس طرح کیا کہ اس میں سے پانی کے چشمے جاری کئے اور مختلف اقسام کے غلے' میوے' پھل سبزیاں پیدا کیں جن پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے اور جس نے زمین پر بلند و بالا اور مضبوط پہاڑ قائم کئے کہ جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں اور جن کی سردی سے ٹکرا کر بخارات آبی بادلوں اور پھر پانی کی صورت میں تبدیل ہو کر بارش برساتے ہیں جس سے لوگوں کے کھانے کے لئے اناج غلہ وغیرہ اور جانوروں کے لئے چارہ کی پیداوار ہوتی ہے تو جس قادر مطلق خالق ارض و سما نے یہ سب کچھ پیدا کیا اس کی قدرت لامتناہی کے بارہ میں تم کو کیوں شک ہے کہ تم کو تمہارے مر کھپ جانے کے بعد پھر دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا۔

تو ان آیات میں قیامت کے ثبوت کے سلسلہ میں تین باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا ممکن ہے۔ اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

(۲) اس ساری کائنات کا نظم انتہائی حسن تدبیر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کے ہر ہر کام سے انتہائی حکمت ظاہر ہوتی ہے تو ایک ایسا باحکمت نظام یونہی بے مقصد نہیں ہوسکتا۔ اس کا کوئی انجام اور مقصد ہونا چاہئے اور وہ انجام و مقصد ہی آخرت ہے۔

(۳) انسان پر اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار انعامات کئے ہیں اور جن سے وہ ہر آن دنیا میں فائدہ اٹھا رہا ہے تو ان انعامات کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ انعامات دینے والا یہ نہ دیکھے کہ کس نے انہیں پا کر شکر ادا کیا اور کس نے ناشکری کی حق و انصاف کا تقاضہ بھی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہئے جب یہ جانچا جائے کہ کس نے اللہ کی نعمتوں کا صحیح استعمال کیا اور اس کا شکر ادا کیا اور کون انہیں غلط طریقہ پر کام میں لایا اور اس کی ناشکری کی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اس کائنات کے ذرہ ذرہ سے اپنی ذات عالی کی معرفت ہم کو نصیب فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں جو حق تعالیٰ نے اپنے بے شمار احسانات و انعامات ہم پر فرما رکھے ہیں ان کا احساس ہم کو نصیب فرمائیں اور ان پر حقیقی شکرگزاری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یَااَللّٰہ میں اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں جس کے سبب آپ کے کسی ولی پر ظلم کیا ہو یا آپ کے کسی دشمن کی مدد کی ہو یا تیری مخالفت میں چل کھڑا ہوا ہوں یا تیرے اوامر و نواہی کے خلاف تگ و دو میں لگا رہا ہوں ایسے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

یَااَللّٰہ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض و عداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت و مصیبت آ گئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا۔اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی۔

لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا

تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی۔اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ سو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا۔اور جو شخص

مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا۔سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق اس کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

آپ تو صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو۔جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا گویا (دنیا میں) صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں۔

فَاِذَا پھر جب	جَآءَتِ وہ آئے	الطَّآمَّةُ ہنگامہ	الْكُبْرٰى بڑا	يَوْمَ دن	يَتَذَكَّرُ یاد کرے گا	الْاِنْسَانُ انسان	مَا جو	سَعٰى اس نے کمایا		
وَبُرِّزَتِ ظاہر کردی جائے گی	الْجَحِيْمُ جہنم	لِمَنْ اس کے لئے جو	يَّرٰى وہ دیکھے گا	فَاَمَّا پس	مَنْ جو۔جس	طَغٰى سرکشی کی	وَاٰثَرَ ترجیح دی			
الْحَيٰوةَ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	فَاِنَّ تو یقینا	الْجَحِيْمَ جہنم	هِيَ وہ	الْمَاْوٰى ٹھکانہ	وَاَمَّا اور جو	مَنْ جو	خَافَ ڈرا	مَقَامَ کھڑا ہونا	رَبِّهٖ اپنے رب
وَنَهَى اور روکا	النَّفْسَ جی۔دل	عَنِ سے	الْهَوٰى خواہش	فَاِنَّ یقینا	الْجَنَّةَ جنت	هِيَ وہ	الْمَاْوٰى ٹھکانہ	يَسْــَٔلُوْنَكَ وہ آپ سے پوچھتے ہیں		
عَنِ سے	السَّاعَةِ قیامت	اَيَّانَ کب	مُرْسٰهَا اس کا ٹھہرنا	فِيْمَ کیا	اَنْتَ تو	مِنْ سے	ذِكْرٰهَا اس کا ذکر	اِلٰى طرف	رَبِّكَ تمہارا رب	
مُنْتَهٰهَا اس کی انتہا	اِنَّمَا صرف	اَنْتَ آپ	مُنْذِرُ ڈرانے والے	مَنْ جو	يَّخْشٰهَا اس سے ڈرے	كَاَنَّهُمْ گویا وہ	يَوْمَ دن	يَرَوْنَهَا دیکھیں گے اسکو		
لَمْ نہیں	يَلْبَثُوْٓا ٹھہرے وہ	اِلَّا مگر	عَشِيَّةً ایک شام	اَوْ یا	ضُحٰهَا اسکی ایک صبح					

قیامت کی جزاءوسزا کا منظر

قیامت کے وقوع کے اثبات کے بعد قیامت کے جزاوسزا کا منظر بھی پیش کیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا بڑا حادثہ وقوع پذیر ہوگا اس دن انسان کو اپنے نیک وبداعمال جو اس نے اس دنیا کی زندگی میں کئے تھے سب یاد آجائیں گے اور ان کی جزاوسزا اس کو ملے گی۔آج انسان نے دنیا کی زندگی ہی کو اہمیت دے رکھی ہے اور اسی زندگی کے منافع ولذات اس کے سامنے ہیں اور وہ یہ بھول گیا ہے کہ یہ زندگی دراصل ایک اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لئے سامان جمع کرنے کی مہلت ہے لیکن جب وہ وقت یعنی یوم قیامت آجائے گا جسے اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک بہت بڑی آفت کہنا چاہیے۔تو اس وقت انسان اپنے ایک ایک کام کو یاد کرے گا۔اس وقت اس کا دنیا میں گزرا ہوا زمانہ اس کے سامنے ہوگا اور وہ یہ یاد کر کے پچھتا رہا ہوگا کہ اس نے اپنی قوتیں کن کاموں

میں لگادیں۔ اپنی صلاحیتوں کو کہاں خرچ کیا اور اپنے وقت کا کیا استعمال کیا؟ جو کچھ اس نے کیا ہوگا سب کا انجام نظروں کے سامنے ہو گا اور اپنی ہر کوشش کا پھل اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اس روز جہنم ظاہر ہو جاوے گی ہر ایک دیکھنے والے کے لئے۔ آج تو اس کو صرف اہل ایمان اور اہل بصیرت انبیاء کے بتلانے سے دیکھتے ہیں اوروں کو دکھائی نہیں دیتی اور اس لئے شتر بے مہار ہو کر لذات وشہوات میں الجھے رہتے ہیں اور اس دن کی کچھ پروانہیں کرتے اور محسوس نہ ہونے کے سبب منکرین انکار بھی کرتے ہیں لیکن اس روز یعنی قیامت میں یہ نہ ہوگا ہر ایک کھلم کھلا دیکھ لے گا۔

سرکشوں کے لئے دوزخ اور ڈرنے والوں کے لئے جنت

مگر اس قہر الٰہی کے ظاہر ہونے سے یہ نہ ہوگا کہ تمام بنی آدم کو اس میں جھونک دیا جائے۔ نہیں بلکہ فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى جس نے دنیا میں سرکشی کی ہو گی۔ حکم الٰہی سے سرتابی اور تجاوز کیا ہو گا۔ وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا اور دنیوی زندگی کو سب کچھ سمجھ کر اسی پر ریجھ گیا ہوگا فَاِنَّ الۡجَحِيۡمَ هِىَ الۡمَاۡوٰى تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا تو یہاں دنیا میں دو چیزیں یعنی طَغٰى اور وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا یعنی حکم الٰہی سے سرکشی اور دنیوی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دینا ان کا انجام ونتیجہ جہنم بتلایا گیا اور اس کے مقابل دنیا کی دو ہی چیزوں کا نتیجہ اور انجام آخرت میں جنت بتلایا گیا ایک وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا یعنی جس نے یہ سمجھا کہ مجھے اس جہان سے گزر کر ایک دن اللہ کے حضور میں کھڑا ہونا ہے اور اپنی زندگی کے اعمال کا حساب کتاب دینا ہے لہٰذا اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز اور سرکشی نہ چاہئے نہ تو وہاں پر روسیاہی حاصل ہوگی اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسرے وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى اور اپنے نفس کو ناجائز اور حرام خواہش سے روکا ہو گا۔ فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى تو اس کا ٹھکانہ بالتحقیق جنت ہوگا۔ تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ

(۱) تمام برائیاں شقاوت' فسادات اور تمام قباحتوں کی جڑ دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں۔ طَغٰى اور وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا یعنی سرکشی اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا اور اسی طرح

(۲) دنیا کی زندگی کی تمام حسنات اور تمام طاعات اور تمام نیک صفات اور تمام مکارم اخلاق کی کنجی اور بنیاد بھی دو ہی چیزیں ہیں یعنی خوف خداوندی اور نفس کو ناجائز خواہشات سے روکنا اور باز رکھنا۔

کافروں کے بے جا اعتراضات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب انکار کرنے والے قیامت کے حالات سنتے اور انہیں بتایا جاتا کہ اس روز کیا کیا پیش آئے گا تو بجائے اس کے کہ وہ تصدیق کرتے اور ایمان لاتے اور کفر سے باز آتے الٹا قیامت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق اڑانے کے لہجے میں پوچھتے کہ اچھا یہ تو بتلایئے کہ آخر وہ قیامت آئے گی کب؟ اور کس وقت واقع ہوگی؟ اس قسم کے سوالات سے فطری طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا اور ان کے کمال نادانی سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کی اس قسم کی باتوں سے کیوں فکر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قیامت کا ٹھیک وقت متعین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں۔ قیامت کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر ہے وہی جانتا ہے کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کا کام تو قیامت کی خبر سنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا وہ سن کر ڈرے گا اور ڈر کر آخرت کی تیاری اور فکر کرے گا ورنہ نااہل تو انجام سے غافل ہو کر ایسے ہی فضول سوالات میں پڑے رہیں گے۔ کہ کس تاریخ کس مہینہ اور کس سال میں آ رہی ہے؟۔

قیامت کے دن پتہ چل جائے گا

سورۃ کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ اس وقت تو یہ منکرین بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں کبھی کچھ پوچھتے ہیں اور کبھی کچھ لیکن جب قیامت کا

دن آ جائے گا اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور اس دنیا کی یہ زندگی جس کی لذتوں اور مصروفیتوں نے انہیں انجام سے غافل بنا رکھا ہے اس وقت بالکل بے حقیقت معلوم ہوگی اور اس وقت انہیں ایسا معلوم ہوگا اور یہ خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی رہے ہیں گویا قیامت کے مقابلہ میں اس جہان کی زندگی ایسی کم معلوم ہوگی تو جب دنیاوی زندگی اس قدر قلیل معلوم ہوگی تو سمجھ لو کہ قیامت دور نہیں۔

سورۃ النازعات کا خلاصہ

اس سورت میں بھی قیامت کے مختلف احوال اور ہولنا کیوں کا بیان ہے' ابتداء میں اللہ نے مختلف کاموں پر مامور پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم کھائی ہے لیکن جواب قسم ذکر نہیں فرمایا' سیاق کلام کو دیکھ کر جو جوابِ قسم سمجھ میں آتا ہے' وہ ہے ''لتبعثن'' (تمہیں قیامت کے دن ضرور زندہ کیا جائے گا)

سورۂ نازعات بتاتی ہے کہ قیامت کو جھٹلانے والوں کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا کہ ان کے دل دھڑک رہے ہوں گے' دہشت' ذلت اور ندامت کی وجہ سے ان کی نظریں جھکی ہوں گی' لیکن آج دنیا میں وہ فرعون بنے بیٹھے ہیں اور اللہ کے نبی کی بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے لیکن شاید انہیں فرعون کا انجام معلوم نہیں۔ یہ عقل سے کورے اور احمق یہ نہیں سوچتے کہ جو اللہ مضبوط آسمان بنا سکتا ہے' شب و روز کا نظام مقرر کر سکتا ہے' زمین کا فرش بچھا سکتا ہے' پہاڑوں کی میخیں گاڑ سکتا ہے کیا وہ انہیں دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا سورت کے اختتام پر مشرکین کا سوال مذکور ہے جو وہ وقوعِ قیامت کو محال سمجھ کر قیامت کے بارے میں کرتے تھے اور یہ سوال اس لیے کرتے تھے کہ وہ دنیا کی زندگی پر فریفتہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ دنیا ہی کی زندگی' حقیقی اور دائمی زندگی ہے' لیکن'' جس روز یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی وہ دنیا میں رہے۔

سورۃ النازعات کے خواص

۱- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سورۃ النازعات پڑھتا رہے وہ جنت میں داخل ہوگا اس حال میں کہ اس کا چہرہ مسکراتا ہوگا۔

۲- اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو اور وہ دشمن کے سامنے اس سورۃ کو پڑھ کر اس پر دم کر دے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت دور فرما دیجئے اور دنیا میں ہم کو ایمان اور عمل صالح پر استقامت نصیب فرمائیے۔ اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اپنے مومنین مخلصین بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرما کر انہیں کے ساتھ اپنے فضل سے ہمارا آخری اور ابدی ٹھکانا جنت میں ہم کو نصیب فرمائیے۔

یَااَللّٰہُ آپ کی ہدایت آ جانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہو جانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپ کو غافل بنائے رکھا۔ آپ نے حکم دیا' یا منع کیا' کسی عمل کی رغبت دلائی' اپنی رضا و محبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کے لئے اعمال خیر کی دعوت دی۔ آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ الٰہی! میری ہر ایسی خطا کو معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اثْنَتَانِ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھِمَا رُکُوْعٌ وَّاحِدٌ کَذَا اِلَخ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی ﴿۲﴾ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰی ﴿۳﴾ اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰی ﴿۴﴾

پیغمبر چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ انکے پاس اندھا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا۔ یا نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی ﴿۶﴾ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّکّٰی ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ

تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے۔ آپ اس کی فکر میں پڑتے ہیں۔ حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا

یَسْعٰی ﴿۸﴾ وَھُوَ یَخْشٰی ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَہّٰی ﴿۱۰﴾ کَلَّآ اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ ﴿۱۲﴾

ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے۔ آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔ ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے۔

عَبَسَ تیوری چڑھائی	وَتَوَلّٰی اور منہ موڑ لیا	اَنْ کہ	جَآءَہُ آیا اسکے پاس	الْاَعْمٰی ایک نابینا	وَمَا اور کیا	یُدْرِیْكَ خبر آپ کو	لَعَلَّہٗ شاید وہ	یَزَّکّٰی سنور جاتا
اَوْ یا	یَذَّکَّرُ نصیحت مانتا	فَتَنْفَعَہُ اسے نفع پہنچاتا	الذِّکْرٰی نصیحت کرنا	اَمَّا اور جو	مَنِ جس	اسْتَغْنٰی بے پروائی کی	فَاَنْتَ تو آپ	لَہٗ اس کیلئے
تَصَدّٰی فکر کرتے ہو	وَمَا اور نہیں	عَلَیْكَ آپ پر	اَلَّا اگر نہ	یَزَّکّٰی وہ سنورے	وَاَمَّا اور جو	مَنْ جو	جَآءَكَ آیا آپ کے پاس	یَسْعٰی دوڑتا
وَھُوَ اور وہ	یَخْشٰی ڈرتا ہے	فَاَنْتَ تو آپ	عَنْہُ اس سے	تَلَہّٰی تغافل کرتے ہو	کَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّھَا یہ تو	تَذْکِرَۃٌ نصیحت	فَمَنْ سو جو
شَآءَ چاہے	ذَکَرَہٗ اس سے نصیحت قبول کرے							

سورۃ کا نام "عبس" کیوں ہے؟

اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ عبس سے ہوئی ہے عبس کے معنی ہیں اس نے تیوری چڑھائی۔ وہ ترش رو ہوا۔

چونکہ اس سورۃ کے نزول کا سبب ہی عبوس یعنی ترش روئی تھی جیسا کہ آگے شان نزول سے معلوم ہوگا اس لئے سورۃ کا نام ہی عبس مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

سبب نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد الحرام میں تشریف رکھے تھے اور آپ کے پاس سرداران قریش و رؤسائے مشرکین جیسے عتبہ بن شیبہ اور ربیعہ بن شیبہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہ بیٹھے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دین اسلام کی خوبی اور شرک و بت پرستی کی برائی سمجھا رہے تھے اور کمال توجہ سے ان کے ساتھ باتوں میں مشغول تھے کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن شریح بن مالک کہ ان کو ابن ام مکتوم بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ مکتوم نابینا کو کہتے ہیں اور ان کی ماں کو ام مکتوم کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قطع کلام کرکے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ فلاں آیت کس طرح ہے؟ یارسول اللہ مجھے اس میں سے کچھ سکھلایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بے وقت کا پوچھنا گراں خاطر ہوا اور آپ نے ان نابینا صحابی کی طرف التفات نہ فرمایا اور ناگواری کی وجہ سے آپ چیں بجبیں

ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یہ خیال ہوا ہو گا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں۔ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی توقع ہے اور ابن مکتوم تو بہرحال مسلمان ہیں ان کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے تو بہت سے مواقع حاصل ہیں۔ پھر ممکن ہے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا ہو کہ ان کو تو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس اس وقت کیسے با اثر اور بارسوخ روسائے مکہ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہو جائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پر آ سکتے ہیں۔ اب اگر میں ان لوگوں کی طرف سے ہٹ کر گوشہ التفات ان کی طرف کروں گا تو یہ ان سرداروں کو کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر آثار خفگی کے نظر آنے لگے اور آپ نے اپنا منہ ان نابینا کی طرف سے پھیر کر ان کی طرف متوجہ رہے۔ آپ جب اس مجلس سے اٹھ کر گھر جانے لگے تو وحی کے آثار نمودار ہوئے اور اس حال میں اس سورۃ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

بعد نزول ان آیات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر تشریف فرما ہوئے اور عذر کیا اور ان کو ہمراہ لے کر دولت خانہ کو تشریف لائے اور آپ نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر ان کو بٹھایا۔ پھر جب کبھی وہ نابینا صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی خاطر فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی یعنی خوش آمدید تو وہ شخص ہے جس کے واسطے میرے پروردگار نے مجھ کو عتاب فرمایا اور روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جب ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو دوبارہ آپ غزوہ کے سفر کو مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام امام نماز کا انہی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مقرر فرمایا تھا۔ اسی سے عوام کے اس قول کی بھی تردید ہوتی ہے کہ جو کہتے ہیں کہ نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ ہاں اگر نابینا امام طہارت و پاکی وغیرہ کا اہتمام نہ کر سکتا ہو تو یہ کراہت کا باعث ہو سکتی ہے۔ نہ کہ بینائی کا نہ ہونا۔ اور حضرت انس بن مالکؓ ایک عجیب احوال ان نابینا صحابی یعنی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان کو قادسیہ کی جنگ میں دیکھا زرہ پہنے اور ایک تازی گھوڑے پر سوار ان کے ہاتھ میں ایک سیاہ جھنڈا تھا اور باوجود اس نابینائی کے کافروں کی صفوں پر حملے کرتے تھے اور آخر اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

آپ کی توجہ کا مستحق کون ہے؟

الغرض سبب نزول ان آیات کا یہی واقعہ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ نابینا طالب صادق تھا آپ کو کیا معلوم کہ آپ کے فیض توجہ سے اس کا حال سنور جاتا اور آپ کی باتوں سے اس کو دل و جان کی پاکیزگی نصیب ہو جاتی۔ آپ کی کوئی بات یا قرآن کی کوئی آیت اس نابینا کے کان میں پڑتی اور وہ اس کو اخلاص سے سوچتا سمجھتا تو اسے اس سے نفع پہنچتا آگے ارشاد ہوا کہ یہ رؤسائے مشرکین جو اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پرواہ نہیں کرتے اور نہ طالب حق ہیں آپ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ اتنی دردسری اور عرقریزی کر رہے ہیں کہ یہ کسی طرح ایمان لے آئیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز متکبرین آپ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے۔ آپ کا فرض دعوت و تبلیغ کا تھا وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں آگے ان لاپرواہ متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچا طالب اور مخلص ایمان دار آپ کی توجہ سے محروم ہونے لگے جو دین کے شوق میں آپ کے پاس آیا اور جس کو خدا کا ڈر ہے۔ اس لئے آپ کو اس طالب ہدایت اور دین کا شوق رکھنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تھا کیوں کہ یہ قرآن تو محض ایک نصیحت کی چیز ہے اور آپ کے ذمہ صرف اس کی تبلیغ ہے سو جس کا جی چاہے قبول کرے۔ اگر یہ متکبر اغنیاء قرآن کی نصیحت پر کان نہ دھریں تو قرآن کو ان کی کچھ پرواہ

نہیں وہ اپنا ہی برا کریں گے آپ کا کیا ضرر پھر آپ ان کے لئے اسلام وایمان کے لئے اس قدر اہتمام اور فکر کیوں کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ تبلیغ

ان آیات کے تحت بعض علماء نے لکھا ہے کہ آیات کے ظاہری الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ عتاب فرما رہے ہیں کہ آپؐ نے ایک نابینا صحابی کی طرف توجہ نہیں فرمائی بلکہ اس کے مقابلہ میں آپ قریش کے سرداروں کی طرف متوجہ رہے مگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو دراصل ان آیات میں آپ کے جوش تبلیغ ودعوت اور آپ کی اس بے انتہا شفقت کی تعریف کی گئی ہے کہ جو آپ کی خصوصیت تھی اور ساتھ ہی آپ کے نادار اور معذور صحابہ کی دلداری کی گئی جنہیں قریش کے سردار نیچا اور ذلیل سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کی اصلاح مقدم ہے

ان آیات کے تحت حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ "اس موقع میں یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے سامنے دو کام بیک وقت آ گئے ایک مسلمان کی تعلیم اور اس کی تکمیل اور دل جوئی۔ دوسرے غیر مسلموں کی ہدایت کے لئے ان کی طرف توجہ۔ قرآن کریم کے یہاں اس ارشاد نے یہ واضح کر دیا کہ پہلا کام دوسرے کام پر مقدم ہے۔ دوسرے کام کی وجہ سے پہلے کام میں تاخیر کرنا یا کوئی خلل ڈالنا درست نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی اصلاح کی فکر غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کی فکر سے اہم اور مقدم ہے"۔ (معارف القرآن جلد ۸)

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ ہم کو قرآن کی حکومت نصیب فرما اور اس کے احکام کا نفاذ اس ملک میں جاری فرما۔

یَا اَللّٰہُ یہ پاکستان اسلامی ملک ہے مگر ہم جتنا اسلامی تعلیم وہدایات سے دور ہوتے جاتے ہیں اتنا ہی بدحالی میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ اب ہم غیر مسلموں کو اسلامی تعلیم سے کیا آگاہ کریں جب ہم خود شریعت اسلامیہ سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں۔ یا اللہ! ہم کو اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی تعلیم و اصلاح کی فکر نصیب فرما اور اس ملک اور قوم کو دین و دنیا کی اصلاح نصیب فرما۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بار ہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپالیا، لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرمالیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

3 فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ کِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ

وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں۔ رفیع المکان ہیں مقدس ہیں۔ جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ مکرم نیک ہیں۔ آدمی پر خدا کی مار

مَآ اَکْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیْلَ

وہ کیسا ناشکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا۔ نطفہ سے اس کی صورت بنائی پھر اس کو انداز سے بنایا۔ پھر اس کو راستہ

یَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

آسان کردیا۔ پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کردے گا۔ ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا۔

فِیْ میں	صُحُفٍ صحیفے	مُّکَرَّمَةٍ باعزت	مَّرْفُوْعَةٍ بلند مرتبہ	مُّطَهَّرَةٍ انتہائی پاکیزہ	بِاَیْدِیْ ہاتھوں میں	سَفَرَةٍ لکھنے والے	کِرَامٍ بزرگ		
بَرَرَةٍ نیکوکار	قُتِلَ مارا جائے	الْاِنْسَانُ انسان	مَآ اَکْفَرَهٗ کیسا ناشکرا	مِنْ سے	اَیِّ کس	شَیْءٍ چیز	خَلَقَهٗ اسے پیدا کیا	مِنْ سے	نُّطْفَةٍ نطفہ
خَلَقَهٗ اسکو پیدا کیا	فَقَدَّرَهٗ اسے اندازہ پر رکھا	ثُمَّ پھر	السَّبِیْلَ راہ	یَسَّرَهٗ اسکو آسان کردیا	ثُمَّ پھر	اَمَاتَهٗ اسے مردہ کیا	فَاَقْبَرَهٗ پھر اسے قبر میں رکھوایا		
ثُمَّ پھر	اِذَا جب	شَآءَ چاہا	اَنْشَرَهٗ اسے نکالا	کَلَّا ہرگز نہیں	لَمَّا ابھی تک	یَقْضِ پورا کیا	مَا جو	اَمَرَهٗ اسکو حکم دیا	

عظمت قرآن

اس سورۃ کی گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اگر یہ متکبر اغنیاء قرآن پر ایمان نہ لائیں اور اس کی نصیحت پر کان نہ دھریں تو اپنا ہی برا کریں گے قرآن کو ان کی کچھ پروا نہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں قرآن پاک کی کچھ اہم صفتوں کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان مغرور و متکبر اغنیاء اور سرپھرے سرداران قریش کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہوگی؟ قرآن تو وہ عالی مقام اور بلند شان ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ مراد لوح محفوظ ہے جو ساتویں آسمان کے اوپر تحت العرش ہے اور وہیں سے وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں نازل ہوا کرتا تھا۔ تو پہلی صفت قرآن پاک کی فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ فرمائی گئی یعنی لوح محفوظ کے صحیفے ایسے معزز اور بلند مرتبہ اور مقدس ہیں کہ وہاں کسی ناپاک کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور شیاطین خبیثہ کی وہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ دوسری صفت فرمائی بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ کِرَامٍ بَرَرَةٍ یعنی وہ صحیفے ایسے لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں کہ وہ مکرم اور نیک ہیں۔ یہاں فرشتوں کو لکھنے والا اس لئے کہا گیا کہ وہ لوح محفوظ سے بامر الٰہی نقل کرتے اور اسی کے موافق وحی اترتی تو یہاں قرآن کریم کے بلند مقام کو واضح کرنے کے لئے یہ دو صفات ظاہر فرمائی گئیں لیکن یہ واضح رہے کہ یہ صفات اس عالم غیب سے متعلق ہیں کہ جس کا ٹھیک ٹھیک پورا علم ہم کو اس دنیا میں نہیں ہوسکتا۔

ناشکرا انسان

تو اس گراں قدر نعمت یعنی قرآن کریم کی عظمت و بزرگی بیان فرما کر ایسے انسانوں کی مذمت کی جاتی ہے کہ جنہوں نے اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہ کی اور اس کا حق نہ پہچانا۔ ایسے انسانوں کی اس روش پر غصہ اور نفرت کے اظہار کے لئے فرمایا گیا۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَهٗ مارا جائے یہ انسان کہ کس درجہ ناشکرا ہے کیسا ناقدرا اور کتنا بڑا احسان فراموش ہے کہ ایسی بڑی نعمت کی قدر نہیں پہچانتا اور اس کے احکام ماننے سے انکار کرتا ہے اور اس کے پیغام سے سرکشی کرتا ہے۔

انسان کی حقیقت ہی کیا ہے؟

اب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انسان کی سرکشی اور اس کی کتاب سے منہ موڑنے اور اس کے احکام سے انحراف کرنے کا ایک بڑا سبب

یہ ہوتا ہے کہ یہ انسان اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھنے لگتا ہے اپنی حقیقت اس کے سامنے نہیں رہتی اپنی بڑائی اور تکبر کے احساس میں مست ہو جاتا ہے۔ اس لئے انسان کو اس غلطی سے نکالنے کے لئے اس کے سامنے یہ سوال رکھا گیا۔ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کہ انسان کو خدا نے کس چیز سے بنایا ہے؟ یعنی اس نے ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ بظاہر پیدا کس چیز سے ہوا ہے۔؟ پھر حق تعالیٰ خود ہی آگے جواب دیتے ہیں۔ مِنْ نُّطْفَةٍ ایک بوند یعنی منی کے ایک قطرہ ناپاک سے۔ تو اس سوال کے جواب سے انسان کو یہ جتلایا جاتا ہے کہ جس وجود کی ابتدا اتنی حقیر چیز سے ہوئی ہو اسے کیا حق ہے کہ وہ اس ذات کے مقابلہ میں سر اٹھائے جس نے اسے وجود بخشا اور ایک قطرۂ ناپاک کو ایک انسان کی شکل دے دی۔ پھر جس حقیر بوند سے انسان کی آفرینش شروع ہوتی ہے اس میں اللہ نے کیسی کیسی قوتیں رکھ دیں۔ کس طرح اعضائے بدن مناسب طور پر بنائے۔ پھر ان میں جان ڈالی پھر رحم میں حیض مادر سے اس کو غذا پہنچائی۔ اور حس وشعور حسن و جمال اور عقل وادراک سب کچھ عطا فرمایا۔ پھر جب اپنے عمر طبعی کا ایک زمانہ ماں کے پیٹ کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں پورا کر چکتا ہے اور اب وہ مکان اس کی آئندہ ترقیوں کے قابل نہیں رہتا تو قدرت اس کو ایک تنگ راستہ سے باہر لاتی ہے اور اس تنگ راستہ کو اس سے نکلنے کے لئے اس پر سہل کر دیتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ غور کیجئے کہ کہاں ایک اچھا خاصہ تنومند نوماہ کا بچہ اور اس کا ایسے تنگ موقع سے صاف نکل آنا یہ قدرت الٰہی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ تو یہ ہے انسان جو ایک طرف اللہ کی قدرت اور حکمت کا بے مثال شاہکار ہے پھر جیسے اس کا پیدا ہونا بے اختیاری ویسا ہی مرنا بھی بے اختیاری ہے۔ لاکھ تدبیر کرے کہ نہ مرے یا ضعف و پیری اور مرض وغیرہ نہ آنے دے تو ہرگز نہیں کرسکتا۔

جس نے پیدا کیا وہ موت دے گا

الغرض جس طرح ماں کے پیٹ کی منزل سے ترقی کرنے کے لئے انسان باہر آتا ہے اسی طرح اس دنیا کی منزل سے ترقی کرنے کے لئے یہاں سے جاتا ہے۔ یہ دنیا کی موت اس آئندہ عالم آخرت کی ولادت ہے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو موت دے کر نیست ونابود ہی نہیں کر ڈالتے بلکہ فَاَقْبَرَهٗ اس کو قبر میں داخل کرتے ہیں۔ عرف میں تو قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں کہ جس میں لاش دفنائی جاتی ہے۔ مگر اصطلاح شرع میں قبر عالم برزخ کا نام ہے۔ خواہ کوئی دریا میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جاوے۔ یا اس کی لاش ہوا میں لٹکتی رہے یا درندوں پرندوں کے پیٹ میں چلی جائے بہر حال اس کی روح کو قبر یعنی عالم برزخ میں جانا ہوتا ہے۔ اور وہاں آخرت سے پہلے اس کو عذاب ثواب بھگتنا پڑتا ہے۔ تو جس نے ایک مرتبہ پیدا کیا اور پھر موت دی اسی کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے کیونکہ اس کی قدرت اب کسی نے (معاذ اللہ) سلب نہیں کر لی۔ جو قدرت اس کی پہلے تھی وہ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی تو انسان کا پیدا کر کے دنیا میں لانا پھر مار کر برزخ میں لے جانا پھر زندہ کر کے میدان حشر میں کھڑا کر دینا ان حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان اپنے خالق و مالک کا حق پہچانتا۔ اپنے پیدا کرنے والے کا مطیع وفرمانبردار ہوتا۔ اس کے احکام کو مانتا اس کے اشاروں پر چلتا اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرتا لیکن کیا اس انسان نے ایسا کیا؟ ہرگز نہیں۔ اس نے اپنے مالک کا حق نہ پہچانا اور جو کچھ اسے حکم ملا تھا اس نے اسے پورا نہ کیا تو بھلا اس سے زیادہ کیا ناشکری اور ناقدری ہوگی۔

موت بھی نعمت ہے

یہاں انسان کی موت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات ہی کے سلسلہ میں ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت انسان کی موت کوئی مصیبت نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ بھی ایک نعمت ہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث میں موت کو مومن کا تحفہ فرمایا ہے۔ تو یہاں ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (پھر اس کو موت دی اور اس کو قبر میں داخل کیا) تو قبر میں انسان کو داخل کرنا بھی ایک انعام واحسان فرمایا گیا۔ اور یہ انعام واحسان اس طرح ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے عام جانوروں کی طرح نہیں رکھا کہ مر گیا تو وہیں زمین پر سڑتا۔ پھولتا اور پھٹتا ہے بلکہ اس کا یہ اکرام کیا گیا کہ مرنے کے بعد اس کو نہلا دھلا کر پاک صاف کپڑوں میں ملبوس کر کے احترام کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے جو اسلام نے بدرجہ تاکید تعلیم فرمایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾

سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا۔پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا۔

فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً

پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری۔اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے

وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

اور چارہ پیدا کیا۔تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کیلئے۔

فَلْيَنظُرِ پس چاہیے کہ دیکھے	الْإِنسَانُ انسان	إِلَىٰ طرف	طَعَامِهِ اپنے کھانا	أَنَّا کہ ہم	صَبَبْنَا اوپر سے ڈالا	الْمَاءَ پانی	صَبًّا گرتا ہوا	ثُمَّ پھر	شَقَقْنَا پھاڑا
الْأَرْضَ زمین	شَقًّا پھاڑ کر	فَأَنبَتْنَا پھر ہم نے اُگایا	فِيهَا اس میں	حَبًّا غلہ	وَعِنَبًا اور انگور	قَضْبًا اور ترکاری	وَزَيْتُونًا اور زیتون	وَنَخْلًا اور کھجور	
وَحَدَائِقَ اور باغات	غُلْبًا گھنے	وَفَاكِهَةً اور میوہ	وَأَبًّا اور چارہ	مَّتَاعًا فائدہ	لَّكُمْ تمہارے لئے	وَلِأَنْعَامِكُمْ اور تمہارے چوپایوں کیلئے			

انسانی زندگی کے بقاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی چند ایسی ظاہری نعمتوں کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت دنیا میں اس کی زندگی قائم ہے تاکہ وہ اپنے خالق ورازق کا حق شناس بنے اور اس پر ایمان لاکر اس کی اطاعت بجالائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان ذرا اپنے کھانے ہی کی طرف نظر کرے اور اس انتظام پر غور کرے جو اس کو روزی بہم پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں۔آسمان سے پانی برستا ہے اور پانی ہی کی وجہ سے زمین اس قابل ہوتی ہے کہ کچھ اگا سکے۔ اب اس پانی برسنے کے پیچھے کائنات کا کتنا بڑا نظم کام کر رہا ہے۔

پھر آسمان سے بارش کے بعد زمین سے جو کچھ اگتا ہے اس پر انسان ذرا غور کرے۔ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا۔ یہ خدا ہی کی قدرت ہے کہ زمین کو پھاڑ کر اس سے ضعیف نباتات بآسانی برآمد ہوتی ہے۔ پھر ایک ہی زمین ایک ہی پانی ایک ہی ہوا ایک ہی سورج کی روشنی وگرمی۔ کہیں اس سے اناج کی کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں جیسے گیہوں جو جوار چنا باجرہ وغیرہ کہ جو انسان کے کھانے میں آتے ہیں اور کہیں اس سے انگور کے باغات اگائے کہ اس میں غذائیت بھی ہے کہ صرف اس کو کھا کر انسان پیٹ بھر سکتا ہے اور لذت خوش ذائقگی میوہ پن بھی ہے پھر اس انگور کے شیرہ اور رس سے بیسیوں چیزیں بنتی ہیں۔ پھر کہیں اس سے ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں جیسے مولی، گاجر، شلغم، پیاز، کھیرا، ککڑی، خربوزہ، تربوز وغیرہ کہ جن کو بغیر پکائے یونہی توڑ کر کھا جاتے ہیں اور کہیں زیتون کے درخت اگائے اور زیتون پھل کو پیدا کیا کہ جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے اس کا تیل نکال کر اس سے مختلف فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کی لکڑی سے طرح طرح کی چیزیں بناتے ہیں اور کہیں کھجور کے باغات اگائے کہ جن سے کھجور جیسا پھل پیدا ہوتا ہے کہ جو مہینوں رہ سکے۔ دور دراز ملکوں تک جا سکے اور جس کو کھا کر انسان مدتوں زندہ رہ سکے۔ جو تر بھی کھائی جاتی ہے خشک بھی کھائی جاتی ہے۔ جو گدری بھی کھائی جاتی ہے اور پکی بھی کھائی جاتی ہے۔ اس کا شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی اور کہیں اسی زمین سے گھنے خوب بھرے ہوئے گہرے سایہ والے بڑے درختوں والے باغات پیدا کئے جن کے سایہ میں سرور اور دل کو نور حاصل ہوتا ہے۔ جن میں طرح طرح کے خوش ذائقہ خوش رنگ اور کارآمد پھول و پھل اور میوے ہوتے ہیں پھر علاوہ پھل اور میوے دینے کے ان کی لکڑی عمارت اور دیگر اشیاء میں کارآمد ہوتی ہے اور آسائش وراحت کے سامان تیار ہوتے ہیں پھر کہیں اس زمین سے خودرو گھاس پات، چارہ، جھاڑ، صحرائی درخت پیدا کئے کہ جو جانور، چوپائے، گائے، بیل، بھیڑ، بکری،

گھوڑے اونٹ وغیرہ ان چیزوں کو کھا کر زندہ رہیں اور انسان ان چوپایوں اور جانوروں سے فائدہ اٹھائیں۔ کسی کا دودھ پئیں۔ کسی کے بالوں کو کام میں لائیں اور عمدہ عمدہ شال دوشالے اور کمبل بنائیں۔ کسی کا گوشت کھائیں۔ کسی پر سواری کریں کسی پر بوجھ لادیں۔ غرض کہ انسان کو اس کی زندگی اور بقاء کے سامان یاد دلائے جاتے ہیں کہ تمہاری زندگی قائم رکھنے اور تمہیں فائدہ پہنچانے اور تمہارے جانوروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے قدرت نے آسمان سے پانی برسا کر اور زمین سے سبزہ اگا کر کیا سلسلہ جاری فرمایا کہ جس سے تم فیضیاب ہو رہے ہو اور قیامت تک ہوتے رہو گے اور یہ وہ صورتحال ہے جسے ہر انسان جانتا ہے اور جس سے وہ مسلسل فائدہ اٹھا رہا ہے۔ قدرت کی یہ وہ نعمتیں ہیں جن سے وہ کسی حال میں انکار نہیں کر سکتا اور نہ ان کے بغیر وہ زندہ رہ سکتا ہے تو پھر یہ کتنی بڑی بدبختی اور نالائقی کی بات ہے کہ جو ذات عالی اللہ تعالیٰ کی اس انسان کو روزی بہم پہنچانے کے یہ انتظام فرما رہی ہے اور جس خالق کے اتنے انعامات اور عنایات اس پر ہیں کہ جن کا یہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا اسی خالق، رازق، مالک اور منعم اور محسن کی یہ نافرمانی کرے اور اسی کی ناشکری بجالائے۔ اسی کا کفر اور انکار کرے اور اسی کے حکم سے منہ موڑے۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ ہم آپ ہی کا دیا ہوا رزق کھا کر اور آپ کی نعمتیں شب و روز برت کر آپ ہی کی نافرمانی کریں یہ تو ہماری انتہائی بدبختی اور نامرادی ہے۔

یَااَللّٰہُ ہمیں اس بدبختی اور نامرادی سے بچالیجئے اور اپنی ہر نعمت کا ہمیں احساس عطا فرما کر ہم کو اس پر ایسے شکر کی توفیق نصیب فرمایئے کہ جو آپ ہم سے راضی ہو جائیں اور اپنی نعمتوں میں اضافہ فرمائیں۔

یَااَللّٰہُ میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کر دیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔ عزت سے محروم کر دیں اور برائی کے لائق کر دیں۔ آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

یَااَللّٰہُ میں ہر اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے آپ کی کسی مخلوق کو عار دلائی ہو یا آپ کی مخلوق کو فعل قبیح میں مبتلا کر دیا ہو اور خود میں بھی اس میں لگ گیا ہوں اور جرأت کے ساتھ کر رہا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ

پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا۔ جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے

وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾

بھاگے گا۔ ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ بہت سے چہرے اس روز روشن۔ خنداں شاداں ہوں گے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾

اور بہت سے چہروں پر اس روز ظلمت ہوگی ان پر کدورت چھائی ہوگی۔

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

یہی لوگ کافر فاجر ہیں۔

فَإِذَا پھر جب	جَآءَتِ آئے	الصَّآخَّةُ کان پھوڑنے والی	يَوْمَ جس دن	يَفِرُّ بھاگے	الْمَرْءُ آدمی	مِنْ سے	أَخِيهِ اپنے بھائی	وَأُمِّهِ اور اپنی ماں
وَأَبِيهِ اور اپنا باپ	وَصَاحِبَتِهِ اور اپنی بیوی	وَبَنِيهِ اور اپنے بیٹے	لِكُلِّ واسطے ہر ایک	امْرِئٍ آدمی	مِّنْهُمْ اُن سے	يَوْمَئِذٍ اُس دن	شَأْنٌ حالت	
يُغْنِيهِ اسے کافی ہوگی	وُجُوهٌ بہت چہرے	يَوْمَئِذٍ اُس دن	مُّسْفِرَةٌ چمکتے	ضَاحِكَةٌ ہنستے	مُّسْتَبْشِرَةٌ خوشیاں مناتے	وَوُجُوهٌ اور بہت چہرے		
يَوْمَئِذٍ اس دن	عَلَيْهَا اُن پر	غَبَرَةٌ غبار	تَرْهَقُهَا چھائی ہوئی	قَتَرَةٌ سیاہی	أُولَٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	الْكَفَرَةُ کافر	الْفَجَرَةُ گنہگار

قیامت کے دن عزیز و اقارب سب بھاگ جائیں گے

یہ سورۂ عبس کی آخری آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں انسان کو وہ ظاہری نعمتیں یاد دلائی گئی تھیں جو دنیا میں اس کی بقاء آرام و آسائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ انسان بھی یہ نعمتیں حاصل کر کے اور ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے خالق۔ اپنے رازق اور مالک کا شکر گزار بندہ بنتا اور اس پر ایمان لا کر اس کے احکام بجالاتا۔ لیکن یہ اس کی انتہائی نالائقی ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کرتا ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دن یعنی قیامت و آخرت میں یہ اپنی ساری ناشکری کا مزہ چکھے اور انسانوں میں جو اپنے آقا کو پہچانتے ہیں اور اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری بجالاتے ہیں۔ ان کی شکر گزاری کا ایک دن انعام ملے۔ یہ دنیا کی زندگی تو انسان کے آزمائش و امتحان کا زمانہ ہے اور یہاں ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ چاہے شکر گزار ایماندار اور اطاعت گزار بندہ بن کر رہے چاہے کفر و انکار اور ناشکری اور احسان فراموشی کی روش اختیار کرے۔ انعام اور سزا کا وقت قیامت و آخرت میں آئے گا اور اس وقت انسان کو کن حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اور اس دنیا میں شکر گزار ہونے یا منکر و نافرمان ہونے کا جو انجام آخرت میں ہوگا اس کو ان آیات میں مختصراً ظاہر فرمایا گیا ہے اور سب سے پہلے اس وقت کی ہولناکی اور اہمیت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت کانوں کو بہرا کر دینے والا قیامت کا شور برپا ہوگا تو اس دن یہ حال ہوگا کہ نفسی نفسی ہوگی۔ اس دن انسان ان قریبی عزیزوں کو بھی بھول جائے گا جن کی خاطر وہ اس زندگی میں بڑی سے بڑی مصیبت جھیل لیتا ہے اور جن کے لئے وہ اپنا آرام و سکون سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس دن نہ بھائی بھائی کے کام آئے گا

اور نہ ماں باپ بیوی بچے یا کوئی دوسرے عزیز یا دوست اسے یاد رہیں گے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ہر شخص اپنی فکر میں مبتلا ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح وہ بچ جائے۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہیں ایک دفعہ دوزخ کا خیال آیا اور وہ رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا؟ عرض کیا مجھے دوزخ یاد آئی اور اسی کے خوف نے مجھے رلایا ہے تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین جگہ تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا ایک وزن اعمال کے وقت جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کا وزن ہلکا ہے یا بھاری۔ اور دوسرے اعمال ناموں کے ملنے کے وقت یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے اس کا اعمال نامہ آیا داہنے ہاتھ میں یا پیچھے کی جانب سے بائیں ہاتھ میں۔ اور تیسرے پل صراط پر جب کہ وہ رکھا جائے گا جہنم کے اوپر اور سب کو اس پر سے گزرنے کا حکم دیا جائے گا۔ تو گویا یہ تین وقت ایسے نفسی نفسی کے ہونگے کہ ہر ایک اپنی اپنی فکر میں ڈوبا ہوگا۔ اور کوئی کسی کی خبر نہ لے سکے گا۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ''قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور بے ختنہ جمع کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عورتوں اور مردوں سب کو ان میں سے ایک دوسرے کو دیکھے گا آپ نے فرمایا عائشہ! موقع اس سے زیادہ ہولناک ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے پر نظر ڈالیں۔ یعنی کسی کو کسی کے دیکھنے کی فرصت کہاں ہوگی''۔

اقرباء کے بھاگ جانے کی وجہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلوی اس موقع پر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس دن اپنے اقربا سے بھاگنے کی کئی وجہ علماء نے لکھی ہیں بعض کہتے ہیں کہ حق کے طلب کرنے کے خوف سے بھاگے گا کہ مجھ سے جو کچھ اس کی حق تلفی ہوئی ہے کہیں یہ مجھ کو دیکھ کر اپنے حقوق نہ طلب کرنے لگے جیسے مفلس آدمی قرض خواہ سے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مدد اور شفاعت کے خوف سے بھاگے گا ایسا نہ ہو کہ اس کے ملنے والے دوست آشنا کو جہنم کی طرف لے چلیں اور مجھ کو اس کو چھڑانے کے واسطے اپنی نیکیوں میں سے کچھ دینا پڑے یا اس کے گناہ اپنے ذمہ لینا پڑیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سبب سے بھاگے گا کہ تکلیف اور عذاب ان کا دیکھا نہ جاوے گا اور قدرت شفاعت کی اور نیکیاں دینے کی بھی نہ رکھتا ہوگا۔ ناچار ان کی نگاہوں سے چھپ جائے گا۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ان سب وجوہات کے سبب بھاگے گا۔ کوئی تو ایک جہت سے کوئی دو جہت سے اور کوئی تینوں جہت سے۔ ہر شخص اپنے حال میں گرفتار ہوگا۔ دوسرے کی طرف کچھ التفات نہ کرے گا۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ تو یہ اس دن کی ہولناکی کا منظر ہے۔

کامیاب اور ناکام کی تقسیم

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس دن سارے انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ کامیاب لوگوں کا ہوگا اور دوسرا ناکام لوگوں کا۔ جن لوگوں نے اس دنیا کی زندگی میں اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کیا ہوگا اس کے احسانات کو مانا ہوگا اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری ہوگی وہ اہل ایمان اس دن کامیاب ہوں گے۔ کامیابی کی خوشی میں ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور خوشی اور مسرت کے آثار ان پر ظاہر ہوں گے اور ان کے خلاف جن لوگوں نے دنیا میں اپنی من مانی زندگی گزاری اور اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اس کے حقوق کو نہ پہچانا اور اس کی بتائی ہوئی راہ پر نہ چلے تو ایسے نافرمان اور ناشکرے اس دن ناکام ہوں گے۔ ذلت اور ناکامی کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوں گے۔ مایوسی کی سیاہی چھائی ہوئی ہوگی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کفر و انکار کی روش اختیار کی اور زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بسر کی۔

خلاصہ

یہاں سے اس سورت کی ابتداء میں نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور ہے جو طلب علم کیلئے ایسے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے جب کہ آپ چند سرداران قریش کو دعوتِ اسلام دینے میں مصروف تھے' ایسی اہم مصروفیت کے وقت ان کے آنے سے آپ کو طبعی طور پر ناگواری ہوئی اور آپ نے ان کی بات کا جواب دینے سے اعراض کیا' اس پر سورۂ عبس کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ نے آپ کو تنبیہ فرمائی' اس کے بعد جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے یہ ہیں وہ جن کی وجہ سے اللہ نے مجھے تنبیہ فرمائی تھی اور ان سے دریافت فرماتے کہ '' کوئی کام ہے تو بتاؤ'' آپ نے نابینا ہونے کے باوجود دو غزوات کے موقع پر انہیں مدینہ پر والی مقرر فرمایا' یہ واقعہ اور اس جیسے دوسرے واقعات جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی گئی ہے' ان کا قرآن کریم میں مذکور ہونا اسکی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے' اگر معاذ اللہ! قرآن آپ کا خود تراشیدہ کلام ہوتا تو آپ ایسی آیات اس میں ہرگز ذکر نہ فرماتے جن میں خود آپ سے باز پرس کی گئی ہے' حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد یہ سورت انسان کے ناشکرا ہونے کو بتاتی ہے جو اپنی اصل کو بھول کر اللہ کے سامنے سرکشی اختیار کرتا ہے۔ اگلی آیات میں رب تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے تکوینی دلائل ہیں اور اختتام پر قیامت کا وہ ہولناک منظر بیان کیا گیا ہے جب انسان خوفزدہ ہو کر قریب ترین رشتوں کو بھی بھول جائے گا' نفسا نفسی کا عالم ہوگا' کسی کو کسی کی فکر نہیں ہوگی' ہر کسی کو اپنی ذات کا غم کھائے جارہا ہوگا' بہت سے چہروں پر کامیابی کی چمک ہوگی اور بے شمار چہروں پر ناکامی کی ذلت اور تاریکی چھائی ہوگی۔

سورۃ عبس کے خواص

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ عبس پڑھتا رہے تو وہ قیامت کے دن اس شان سے آئے گا کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا میں اپنا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اپنے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمائیں۔ یا اللہ آخرت کی کامیابی وکامرانی ہم سب کو نصیب فرما۔ اور وہاں کی ناکامی ونامرادی سے ہم سب کو بچنا نصیب فرما۔

یَا اَللّٰہُ گناہ کر کے توبہ اور توبہ کرنے کے بعد پھر وہی کیا۔ اپنی توبہ کو جانتا رہا اور گناہ کرتا رہا۔ رات کو معافی مانگی دن کو پھر وہیں چلا گیا اور بار بار یہی حال رہا۔ الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں اور آپ کی نعمتوں کا بھی اقرار کرتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔

یَا اَللّٰہُ میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو یا نذر مان کر کوئی عبادت واجب کی ہو یا آپ کی کسی مخلوق سے وعدہ کر کے پھر گیا ہوں یا غرور میں آ کر اس کو ذلیل وحقیر سمجھا ہو' اے اللہ! اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور مجھے معاف فرمادے۔

یَا اَللّٰہُ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ

جب آفتاب بے نور ہو جاوے گا۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جاویں گے۔ اور جب دس مہینے کی گابھن

عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝

اونٹنیاں چھٹی پھریں گی۔ اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جاویں گے۔ اور جب سمندر بھڑکائے جاویں گے۔

اِذَا جب	الشَّمْسُ سورج	كُوِّرَتْ لپیٹ دیا جائے	وَاِذَا اور جب	النُّجُوْمُ ستارے	انْكَدَرَتْ ماند پڑ جائیں	وَاِذَا اور جب	الْجِبَالُ پہاڑ
سُيِّرَتْ چلائے جائیں	وَاِذَا اور جب	الْعِشَارُ دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں	عُطِّلَتْ چھٹی پھریں	وَاِذَا اور جب	الْوُحُوْشُ وحشی جانور		
حُشِرَتْ اکٹھے کیے جائیں	وَاِذَا اور جب	الْبِحَارُ سمندر	سُجِّرَتْ بھڑکائے جائیں				

وجہ تسمیہ اور مضمون

اس سورۃ کی ابتداء ہی اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سے ہوئی ہے (جب سورج لپیٹ دیا جائے گا یعنی بے نور ہو جائے گا) تکویر کسی چیز کے لپیٹ دینے کو کہتے ہیں۔ اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے اور مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور قیامت و آخرت کے منظر کا نقشہ اس میں کھینچا گیا ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے روز کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھ لے تو اس کو چاہیے کہ وہ یہ تین سورتیں پڑھے۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر اس قدر جلد بڑھاپے کے آثار کیوں ظاہر ہونے لگے۔ آپ کے مزاج مبارک کی قوت سے یہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر میں آثار بڑھاپے کے ظاہر ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ والمرسلات، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت۔ ان سورتوں میں عذاب الٰہی جو کہ دنیا اور آخرت میں امتیوں پر بہ سبب مخالفت انبیاء پر جو گزرا ہے اور گزرے گا مذکور ہے۔ مجھ کو اس کے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے اور غم کا خاصہ یہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بوڑھا ہونے سے مراد آپ کے قویٰ اور بدن کا ضعف مراد ہے نہ کہ بالوں کا سفید ہونا۔ کیونکہ آخر عمر شریف تک موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سفید نہیں ہوئے تھے کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہوں۔

اس سورۃ کا مرکزی مضمون آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینا ہے اور آخرت پر یقین اسلام کی جان ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں بار بار مختلف انداز سے آخرت کا ذکر آتا ہے کہ مومن کے ذہن سے کسی وقت آخرت کا تصور اور اس کا یقین اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس سورۃ میں بھی قیامت و آخرت کے حالات و مناظر نہایت مؤثر انداز میں بیان کئے گئے ہیں اور انسانوں کو غفلت کی نیند سے جگایا گیا ہے۔

قیام قیامت کے چھ حادثات

قرآن و حدیث میں یہ صاف بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا اور عالم کائنات اسی وقت تک قائم و آباد ہے جب تک کہ صور میں پھونک نہیں ماری جاتی۔ قیامت کی ابتداء اسی پہلے نفخ صور سے ہوگی۔ اور

ان آیات میں قیامت کے چھ واقعات یا حادثات کو بیان فرمایا گیا ہے جن کے بعد اس دنیا کا کوئی نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔

ان چھ واقعات کی تشریح کرنے سے پہلے ایک ضروری بات یہ ذہن میں رکھ لی جائے کہ ان قیامت کے چھ واقعات میں اللہ تعالیٰ نے ترتیب وقوع کو ظاہر نہیں فرمایا ہے کہ اول یہ ہوگا پھر یہ ہوگا۔ بلکہ محض ایک کے بعد دوسرے کو ذکر فرما دیا ہے اور جو حادثہ کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عظیم الشان ہوگا اس کا پہلے ذکر فرمایا۔

پہلا حادثہ: سب سے بڑا پہلا حادثہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ فرمایا یعنی یہ آفتاب بے نور ہو جائے گا۔ اس موجودہ روشن کرۂ آفتاب کی شعاعیں جو سارے عالم کو منور کرتی ہیں۔ لپیٹ کر رکھ دی جائیں گی یعنی یہ آفتاب بے نور ہو جائے گا جس کی وجہ سے سارا عالم تیرہ وتار ہو جائے گا۔ اور جو کام اس وقت سورج کر رہا ہے وہ نہ کر سکے گا۔ اور یہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے کرۂ زمین پر جو زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں اس کا مدار سورج پر ہے۔ اگر سورج ہی نہ ہو تو زمین پر کسی قسم کی زندگی ممکن نہیں۔ اس کا بے نور ہو جانا زندگی کے پورے نظام کے ختم ہو جانے کے برابر ہے۔

دوسرا حادثہ: وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ فرمایا گیا کہ یہ ستارے بھی جو آسمان کی زینت اور روشنی کی قندیلیں ہیں بے نور ہو کر جھڑ پڑیں گے اور ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اس میں بھی اشارہ اسی طرف ہے کہ یہ نظام اپنی موجودہ شکل میں باقی نہ رہے گا بلکہ سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔

تیسرا حادثہ: وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ یعنی جب پہاڑ چلائے جائیں گے یعنی دنیا میں ان عظیم الشان بلند اور مضبوط پہاڑوں کا وجود جن کا اپنی جگہ سے ٹلنا انسان کے تصور میں نہیں آ سکتا قیامت میں جب توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہوگا تو یہ پہاڑ بھی اپنے مقام سے ہٹا دیئے جائیں گے اور اکھڑ کر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑتے پھریں گے۔ اور اس زمین کی موجودہ شکل بدل کر کچھ سے کچھ ہو جائے گی۔

چوتھا حادثہ: وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ فرمایا یعنی جب کہ حاملہ اونٹنیاں جو بچہ دینے کے قریب ہوں یونہی بے کار اور بے مہار ماری ماری پھریں گی۔ کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا۔ عربوں کا جو قرآن کے اولین مخاطب تھے ان کی زندگی میں اونٹ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ ان کے نزدیک اونٹ بڑا قیمتی اور کارآمد مال تھا۔ خصوصاً حاملہ اونٹنی جو بچہ دینے کے قریب ہو۔ اس کی بڑی قدر اور حفاظت کرتے تھے اور اس کی انتہائی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ روز قیامت کی ہولناکی کا تصور ذہن میں بٹھانے کے لئے یہاں یہ کہا گیا کہ وہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ لوگ دس ماہ کی گابھن اونٹنیوں کی بھی پروا نہ کریں گے جو ماری ماری پھریں گی اور لوگ انتہائی بدحواسی کے عالم میں انہیں بھول جائیں گے۔ اور مخلوق میں نفسی نفسی پڑی ہوگی۔

پانچواں حادثہ: وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور جب وحشی جانور گھبراہٹ کے مارے سب جمع ہو جاویں گے یعنی اس روز انسان تو کیا وحشی جانوروں کے بھی ہوش وحواس بجا نہ رہیں گے اور انتہائی اضطراب و اضطرار میں وحشی جانور تک ایک دوسرے کی دشمنیاں بھول بھال کر آپس میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔ وحشی جانوروں کا خاصہ ہے کہ انسان سے دور بھاگتے ہیں اور جن کی آپس میں بھی ایک جنس غیر جنس سے گریز کرتی ہے مثلاً ہرن شیر سے اور بکری بھیڑیئے سے لیکن اس دن وہ بھی دہشت کے مارے گھبرا کر جنگلوں اور پہاڑوں سے نکل نکل آئیں گے اور آبادی میں پناہ لینے کے لئے آ جمع ہوں گے اس کا نمونہ آج بھی کبھی کبھی دیکھنے میں آ جاتا ہے۔ جب کوئی شدید طغیانی یا سیلاب آئے یا جنگل میں زبردست آگ لگے یا شدید آندھی وطوفان اٹھے تو پانی میں سانپ اور انسان کو بہتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور شیر اور جنگلی ہرن وغیرہ کو ایک جگہ دیکھا گیا ہے تو قیامت کی ہولناکی کا ایک اثر یہ بھی ہوگا کہ اس وقت کے حالات سے متاثر ہو کر جنگلی جانور اکٹھے ہو جائیں گے۔

چھٹا حادثہ: وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور جب سارے سمندر جوش مارنے لگیں گے۔ نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا جو ذکر اوپر کیا گیا شاید اسی کا اثر یہ ہوگا کہ سمندر بھی جوش کھانے لگیں اور اس وقت سمندروں کا پانی انتہائی جوش کے ساتھ ادھر ادھر بہہ نکلے اور اس صورت حال کے بعد نہ معلوم زمین کا کیا نقشہ ہو۔ الغرض جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو اس کے نتیجہ میں تمام کارخانہ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ نہ آسمان رہے گا نہ سورج اور ستارے رہیں گے۔ نہ پہاڑ نہ سمندر، نہ انسان وحیوان، دنیا اور تمام اہل دنیا سب کا خاتمہ ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ۝ وَإِذَا الصُّحُفُ

اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاوے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔اور جب نامۂ اعمال

نُشِرَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ

کھول دیئے جاویں گے۔اور جب آسمان کھل جاوے گا۔اور جب دوزخ دھکائی جاوے گی۔اور جب جنت نزدیک کر دی جاوے گی

نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝

ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔

وَإِذَا اور جب	النُّفُوسُ جانیں	زُوِّجَتْ جوڑے باندھے جائیں	وَإِذَا اور جب	الْمَوْءُودَةُ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی	سُئِلَتْ پوچھا جائے	بِأَيِّ کس	
ذَنبٍ گناہ	قُتِلَتْ ماری گئی	وَإِذَا اور جب	الصُّحُفُ اعمال نامے	نُشِرَتْ کھولے جائیں	وَإِذَا اور جب	السَّمَاءُ آسمان	كُشِطَتْ کھال کھینچ لی جائے
وَإِذَا اور جب	الْجَحِيمُ جہنم	سُعِّرَتْ بھڑکائی جائے	وَإِذَا اور جب	الْجَنَّةُ جنت	أُزْلِفَتْ قریب لائی جائے	عَلِمَتْ جان لے گا	نَفْسٌ ہر شخص
مَا جو کچھ	أَحْضَرَتْ وہ لایا						

دوسری بار صور پھونکنے کے بعد کے حادثات

گذشتہ آیات میں قیامت کے جو چھ حادثات بیان فرمائے گئے تھے تو وہ تھے کہ جو اول بار حضرت اسرافیل کے صور پھونکنے سے واقع ہونگے۔اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے جس کے اثر سے تمام اولین و آخرین مرے ہوئے پھر سے زندہ ہو جائیں گے اور سب میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے۔تو دوسری بار صور پھونکنے پر میدان حشر میں جو حادثات دو واقعات پیش آئیں گے وہ ان آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں۔

پہلا حادثہ

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ہوگا یعنی میدان حشر میں ہر ہر قسم کے لوگ چھانٹ کر الگ الگ گروہ کر دیئے جائیں گے۔اچھے اچھوں کے ساتھ ہوں گے اور برے بروں کے ساتھ۔اس طرح ہر نوع اور جنس کے لوگ علیحدہ علیحدہ کھڑے ہوں گے۔کافر الگ، مسلم الگ، پھر ان میں بھی ایک ایک طریقہ کے لوگ مثلاً مسلم میں نمازی اور غیر نمازی الگ۔متقی اور غیر متقی الگ۔گویا اس دنیا میں ہر قسم کا نیک یا بد عمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا اور عقائد اعمال و اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ لگ جماعتیں بنادی جائیں گی۔یہ گویا اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کی تیاری ہوگی۔

دوسرا واقعہ

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ اس وقت ان لڑکیوں سے جنہیں زندہ زمین میں گاڑ دیا گیا تھا پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھیں؟ زمانہ جاہلیت کے عربوں میں رواج تھا کہ جب ان کے ہاں کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو وہ زمین میں گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیتے۔بعض تو افلاس اور پرورش کے اخراجات کے ڈر سے ایسا کرتے تھے اور بعض کو یہ عار تھی کہ اگر بیٹی زندہ رہی تو اس کی شادی کر کے کسی کو اپنا داماد بنانا پڑے گا۔یوں تو آخرت کی پوچھ گچھ زندگی کے تمام ہی کاموں کے بارہ میں ہوگی لیکن یہاں عربوں کے ایک انتہائی سنگ دلی اور بے رحمی کا فعل اور ایک غیر انسانی حرکت کا تذکرہ خاص طور پر فرمایا گیا جو انسانی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے یعنی لڑکیوں کا زندہ گاڑ دینا چنانچہ ان کے اس جرم کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ اس دن

ان لڑکیوں سے جنہیں زندہ درگور کر دیا گیا تھا پوچھا جائے گا کہ انہیں کس جرم کی سزا میں اس طرح قتل کیا گیا تھا؟ ظاہر ہے کہ لڑکیاں معصوم بے گناہ تھیں۔ نادانی اور جہالت کی وجہ سے انہیں زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسا کرنے والے کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے اور اس پوچھنے سے مقصود ان زندہ درگور کرنے والے ظالموں کا اظہار جرم مقصود ہوگا۔ یہاں ایک تاریخی بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایام جاہلیت میں جب کہ عربوں میں یہ قبیح رسم جاری تھی ان میں بعض ایسے سمجھ والے لوگ بھی تھے جو اس رسم کو برا سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایک چچازاد بھائی مکہ میں جہاں سنتے کہ فلاں کے گھر لڑکی پیدا ہوئی اور وہ جیتی گاڑی جاوے گی تو جھپٹ کر وہاں پہنچتے اور کہتے کہ میں نے اس کو اپنی بیٹی بنالیا اور جو کچھ اس کے کھانے پینے اور بیاہ شادی کا خرچ ہے وہ سب میرے ذمہ ہے تم کو کچھ اس کا بار نہیں اس طور سے انہوں نے بہت سی لڑکیاں بچا لیں اور اسی واسطے ان کو محی الاموات کہا جاتا تھا اور ان کے اس صالح طریقہ کی اتباع بعض اور عرب قبائل میں بھی کرتے تھے۔

جاہلیت کی یہ رسم بد یعنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی اسلام نے بالکلیہ منائی اور شریعت اسلامیہ میں بچوں کو زندہ دفن کر دینا یا قتل کر دینا سخت گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے اور چار ماہ کے کسی حمل کو گرانا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ چوتھے مہینہ میں حمل میں روح پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۸)

تیسرا حادثہ

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ فرمایا گیا۔ یعنی اوپر لڑکیوں کے زندہ درگور کر دینے میں تو صرف ایک بڑے جرم کی طرف اشارہ ہے ورنہ انسان نے اس زندگی میں جو کچھ کیا ہوگا ان میں سے ہر چھوٹے بڑے جرم کی پوچھ کچھ ہوگی اور ہر شخص کو وہاں وہی کچھ ملے گا جو اس نے یہاں دنیا میں کمایا ہوگا چنانچہ اس دن نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے تاکہ سب اپنے اپنے عمل دیکھ لیں۔

چوتھا حادثہ

وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ فرمایا یعنی جب کہ وہ آسمان جو دوسری بار صور پھونکنے کے بعد قائم ہوگا اس کو کھول دیا جائے گا۔ لفظی معنی وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ کے ہیں کہ جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے تو جیسے جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال اتار لیتے ہیں اور اس کے اندر کے اعضاء اور گوشت رگ وریشے ظاہر ہو جاتے ہیں اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اوپر کی سب چیزیں نظر آنے لگیں گی اور ملائکہ نازل ہونے شروع ہوں گے۔ جو عدالت حشر کے کارندے ہوں گے۔

پانچواں حادثہ

وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ فرمایا یعنی جب جہنم اور زیادہ دہکائی جاوے گی۔ جہنم کی آگ جو دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ گرم ہے اور حدیث میں تصریح آئی ہے کہ جہنم کی آگ کو ایک ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی اور پھر اس کو ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی اور پھر ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی اور اب وہ سیاہ و تاریک ہے۔

جہنم جس وقت حاضر کی جائے گی تو اس کی یہ حالت ہوگی کہ اس میں سے آگ کے شعلے اور چنگاریاں بڑے بڑے محلوں کی مقدار میں اونٹوں کی قطار کے مانند پے در پے اٹھتی ہوں گی اور جہنم نہایت مہیب آوازوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور جن وانس اور بتوں کو اپنے لئے بطور غذا طلب کرتی ہوگی۔ جن کو لوگ سن کر لرز جائیں گے اور ڈر کے مارے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ جہنم کی گرمی اور بدبو اس قدر ہوگی کہ ۷ سال کی مسافت تک پہنچے گی الامان والحفیظ۔

تو اس روز جہنم کے جوش وخروش کو دیکھ کر مجرموں کے تو بالخصوص حواس باختہ ہو جائیں گے۔

چھٹا حادثہ

میں فرمایا وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی یعنی جس طرح اہل محشر کے لئے جہنم حاضر کی جاوے گی اسی طرح

جنت بھی حاضر کی جائے گی کہ جو تجلیات الٰہی سے آراستہ پیراستہ ہوگی تا کہ مومنین متقین کو اس کی رونق اور بہار دیکھنے سے عجیب مسرت وفرحت حاصل ہو اور کفار ومشرکین و بدکاروں کو حسرت ہو اور اس سلطنت جاودانی سے محروم رہنے پر ان کو اور زیادہ رنج والم ہو۔

سب کچھ سامنے آجائے گا

اخیر میں فرمایا عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ اس وقت ہر شخص کو پتہ لگ جائے گا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔یعنی آج انسان آخرت وقیامت کی جن حقیقتوں کو ماننے سے انکار کر رہا ہے اس روز جب جہنم اور جنت کو اپنے سامنے دیکھے گا تو ساری حقیقت اس کے سامنے آجائے گی اور اس وقت اس کا دنیا میں سارا کرا دھرا اس کے سامنے ہوگا اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ اس زندگی کی مہلت میں جو کچھ اس نے کمایا تھا اسی سب کا نتیجہ اور جزا وسزا وہاں اس کو ملا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں اور اپنے مومنین ومتقین بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا ٹھکانہ آخرت میں جنت مقدر فرمائیں اور جہنم سے ہم کو بچائیں۔آمین

یَااَللّٰہُ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

یَااَللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پروا نہ کی۔میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے' اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں چلتے رہتے ہیں جا چھپتے ہیں۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔ اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا جو قوت والا ہے مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ

اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں۔ اور انہوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے۔ اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں۔

بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے۔ تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو۔ بس یہ تو دنیا جہان والوں کیلئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

ایسے شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ اور تم بدوں خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو۔

فَلَآ اُقْسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِالْخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانیوالے	الْجَوَارِ سیدھے چلنے والے	الْكُنَّسِ چھپ جانے والے	وَالَّيْلِ اور رات	اِذَا جب			
عَسْعَسَ پھیل جائے	وَالصُّبْحِ اور صبح	اِذَا جب	تَنَفَّسَ دم بھرے	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَقَوْلُ کلام	رَسُوْلٍ قاصد	كَرِيْمٍ عزت والا	ذِيْ قُوَّةٍ قوت والا
عِنْدَ نزدیک	ذِي الْعَرْشِ عرش کے مالک	مَكِيْنٍ بلند مرتبہ	مُّطَاعٍ سب کا مانا ہوا	ثَمَّ اَمِيْنٍ وہاں کا امانتدار	وَمَا نہیں	صَاحِبُكُمْ تمہارا رفیق		
بِمَجْنُوْنٍ دیوانہ	وَلَقَدْ رَاٰهُ اور اس نے اسکو دیکھا ہے	بِالْاُفُقِ کنارہ پر	الْمُبِيْنِ کھلا	وَمَا هُوَ اور نہیں وہ	عَلَى الْغَيْبِ غیب پر	بِضَنِيْنٍ بخل کرنیوالا		
وَمَا هُوَ اور نہیں	بِقَوْلِ کہا ہوا	شَيْطٰنٍ شیطان	رَّجِيْمٍ مردود	فَاَيْنَ پھر کدھر	تَذْهَبُوْنَ تم جارہے ہو	اِنْ هُوَ نہیں وہ	اِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت
لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کیلئے	لِمَنْ جو	شَآءَ چاہے	مِنْكُمْ تم سے	اَنْ کہ	يَّسْتَقِيْمَ وہ سیدھا چلے	وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم نہ چاہو گے		
اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	يَّشَآءَ چاہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان			

سورۃ کا موضوع

گذشتہ آیات میں قیامت و آخرت کے متعلق متعدد حادثات و واقعات کا ذکر فرمایا گیا تھا جس سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ قیامت و آخرت آنا یقینی ہے۔ قرآن کریم کے اس دعویٰ کے مقابلہ میں منکرین آخرت و قیامت کا یہ خیال تھا کہ یہ سب باتیں محض خیالی وہمی اور غلط ہیں۔ وہ کہتے کہ بھلا مر کر بھی کوئی زندہ ہوا ہے۔ کیسی قیامت اور کیسی آخرت اور کہاں کا حساب کتاب اور کیسی جزا و سزا؟ یہ سب باتیں غلط ہیں اور یہ رسول ہونے کا جو دعویٰ کرتے ہیں تو یا تو یہ دیوانے ہیں یا ان پر شیاطین کا کچھ اثر ہو گیا ہے۔ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں ان منکرین کے خیالات باطلہ کا رد فرماتے ہیں اور قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو ظاہر فرماتے ہیں۔

تین چیزوں کی قسمیں

قرآن کریم کا طریقہ ہے کہ کسی اہم بات کے لئے قسمیہ کلام سے

اسے بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کی قسم کھا کر قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو بیان فرمایا اور منکرین کے اقوال کی تردید فرمائی۔ یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ پہلے خنس، جوار اور کنس کی۔ ان سے مراد وہ پانچ ستارے ہیں جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں۔ ان کے نام زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد ہیں۔ ان ستاروں کی عجیب چال ہے۔ یہ کبھی سیدھے چلتے ہیں اس لحاظ سے ان کو جوار کہتے ہیں کبھی الٹے چلتے ہیں۔ جدھر سے گئے تھے پھر لوٹ کر ادھر ہی آ جاتے ہیں اس لحاظ سے ان کو خنس کہتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں یا حرکت منقطع ہو جاتی ہے اس لحاظ سے ان کو کنس کہتے ہیں۔ تو خنس، جوار اور کنس ان ۵ ستاروں کی صفات ہیں اور پہلے ان کی قسم کھائی گئی۔ دوسری قسم وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ یعنی رات کی قسم کھائی گئی جب وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ تیسری قسم کھائی گئی۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ یعنی صبح کی قسم جب وہ نمودار ہونے لگتی ہے اور ان تینوں قسموں کے بعد فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک معزز فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام کی معرفت امین اور صادق پیغمبر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا گیا ہے۔

حقانیت کے دلائل

جن چیزوں کی یہاں قسمیں کھائی گئی ہیں وہ دراصل بطور دلیل کے ہیں اس دعوے کے ثبوت میں کہ جو بات قسم کھا کر کہی گئی ہے۔ ستاروں کا اس طرح ہیر پھیر کر چلنا اور ان کی یہ کیفیات کہ کبھی سیدھے چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کبھی پیچھے ہٹتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سورج کے چھپنے کے بعد رات آ جاتی ہے اور اس کی سیاہی پھیل جاتی ہے۔ پھر یہ صورت بھی باقی نہیں رہتی۔ صبح نمودار ہوتی ہے اور پھر روز روشن کا آغاز ہو جاتا ہے۔ تو ستاروں کی یہ گردشیں اور رات دن کا یہ الٹ پھیر کہ جس میں کبھی بال برابر فرق نہیں آتا اور جو بالکل ایک لگے بندھے اور منصوبے کے ماتحت قائم ہیں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں اور اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ اس نظام کی ڈوری کسی قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے اور یہ رات دن کے روزانہ تصرف اس کی قدرت کاملہ کے روشن اور بین دلائل ہیں۔ تو وہ صاحب قدرت وعظمت اور مالک کون ومکان جب ایک بات قسم کھا کر کہے تو پھر اس میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان قسموں کی مناسبت آئندہ مضمون سے یہ ہے کہ ان ستاروں کا چلنا، ٹھہرنا، لوٹنا، چھپ جانا ایک نمونہ ہے اگلے انبیاءؑ پر بار بار وحی آنے اور ایک مدت دراز تک اس کے نشان باقی رہنے پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا۔ اور رات کا آنا نمونہ ہے اس تاریک دور کا جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے پہلے دنیا پر گزرا کہ کسی شخص کو حق وباطل کی تمیز نہ رہی تھی اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے اس کے بعد صبح صادق کا ظاہر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جہان میں تشریف لانا اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نور سے روشن کر دیا گویا اگلے انبیاؤں کا نور ستاروں کی طرح تھا اور اس نور اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہیے۔

وحی لانے والے فرشتے کی صفات

ان تینوں قسموں کے بعد فرمایا گیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک معزز فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام کا لایا ہوا ہے۔ اب آگے حضرت جبرئیل علیہ السلام جو وحی کے لانے والے ہیں ان کی کچھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں کہ وہ کریم یعنی عزت والے ہیں اور بڑی قوت والے ہیں یعنی حفظ وضبط اور بیان وحی کی قوت بھی کامل ہے اور جسمانی قوت کا بھی یہ عالم کہ قوم لوط کی بستیوں کو اپنے بازو پر اٹھا کر بلندی پر لے جا کر الٹ دیا اور قوم ثمود پر ایسی چیخ ماری کہ سب کے کلیجے پھٹ کر ہلاک ہو گئے۔ آن کی آن میں آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور پلک جھپکنے میں زمین سے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ خداوندی میں قرب اور رسائی حاصل ہے۔ آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کی وحی کرنا چاہتے ہیں تو وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں جس سے آسمانوں میں ایک سخت لرزہ پیدا ہو جاتا ہے جب آسمانوں والے اس کو سنتے ہیں تو بے ہوش

ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ پھر ہوش میں سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اپنی وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی طرف سے گزرتے ہیں اور جس آسمان کی طرف سے گزرتے ہیں اس کے فرشتے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں۔ جبرئیل! ہمارے آقا و مالک نے کیا فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں جو کچھ فرمایا حق ہی ہے۔ وہ بزرگ و برتر ہے۔ پھر سب ملائکہ ویسے ہی کہتے ہیں کہ جیسے جبرئیل علیہ السلام وحی کے متعلق حکم خداوندی کے موافق کہتے ہیں (تفسیر مظہری) تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے امیر ہیں۔ نیز شب معراج کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملاءاعلیٰ یعنی عالم ملائکہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اطاعت کی جاتی ہے۔ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے ملائکہ نے آسمانوں کے دروازہ کھول دیئے تھے اور جنت کے دربانوں نے جنت کے دروازے۔ تو یہ صفات حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بیان ہوئیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لایا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو بارہا دیکھا

اب آگے پیغمبر عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتلایا جاتا ہے جن کے متعلق کفار مکہ نعوذ باللہ "نعوذ باللہ کبھی آپ کو دعوئے نبوت میں دیوانہ کہتے" کبھی آپ کی قیامت و آخرت کے متعلق باتوں کو جھوٹ اور غلط بتاتے۔ کبھی یہ الزام لگاتے کہ آپ جس کو وحی الٰہی کہتے ہیں وہ کسی ناپاک روح یا شیطان کے اثر سے ہے۔ کبھی آپ پر غیب کی خبریں سن کر کاہن ہونے کا الزام رکھتے۔ حق تعالیٰ ان تمام الزامات کے رد میں کفار مکہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ رسول عربی دعوئے رسالت سے پہلے چالیس سال تک تمہارے درمیان رہے اور تم ان کے ساتھ رہے۔ اتنی طویل مدت تک ان کے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا کبھی ایک مرتبہ بھی ان کے جھوٹ فریب یا دیوانہ پن کی کوئی بات تم نے نہ دیکھی اور ہمیشہ ان کے صدق و امانت اور عقل و دانائی کے معترف رہے۔ کیا یہ وہی تمہارے رفیق نہیں ہیں جن کے تمام احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب بلا وجہ انہیں جھوٹا یا دیوانہ کیسے کہہ سکتے ہو۔ اس کے بعد ان منکرین کو یہ شبہ بھی تھا کہ مان لیا کہ آپ سچے بھی ہیں دیوانہ بھی نہیں۔ مگر ممکن ہے کہ جبرئیل فرشتہ سے آپ نے یہ کلام سنا نہ ہو اور جبرئیل کو دیکھا بھی نہ ہو۔ کوئی اور شیطان ان سے آ کر کہہ جاتا ہو اور وہ اس کو جبرئیل علیہ السلام سمجھتے ہوں اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ کو یعنی جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاید دیکھنے یا پہچاننے میں کچھ اشتباہ ہو گیا ہو گا۔ وہ ان کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ سورۂ نجم ۲۷ ویں پارہ میں بھی فرمایا گیا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افق اعلیٰ پر دیکھا یعنی آسمان کے بلند کنارہ پر اور یہاں افق مبین پر دیکھنا فرمایا یعنی آسمان کے صاف کنارہ پر۔ دونوں سے مراد ایک ہی ہے۔ الحاصل جب آپ پر حقیقت جبرئیلیہ منکشف ہو گئی اور کئی بار عالم شہود میں بھی آپ ان کو دیکھ چکے اور شب معراج میں بھی دیکھ چکے تو اب اشتباہ شبہ پیدا کرنا محض غلط اور احمق پن ہے۔

منکرین کے شبہات کا رد

اب ایک شبہ منکرین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ باقی رہ جاتا تھا کہ ممکن ہے یہ کاہن ہوں۔ عرب میں کاہن بھی غیب کی اور مخفی باتیں جنات سے سن کر بیان کیا کرتے تھے۔ اس الزام کو بھی رد فرمایا جاتا ہے اور اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یعنی یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کی مخفی اور غیب کی خبریں جو وحی سے بتلائی جاتی ہیں دیتے ہیں۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے۔ یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے۔ یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے یا قیامت و آخرت کے احوال سے۔ اور ان چیزوں کے بتلانے میں نہ بخل کرتے ہیں نہ اجرت مانگتے ہیں۔ نہ نذرانہ اور بخشش طلب کرتے ہیں جیسا کہ کاہنوں کی عادت تھی کہ رقم لے کر کوئی بات بتلاتے تھے اور وہ بھی ایک جزئی اور نامکمل بات جس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے اور اس میں بھی اس قدر بخیل کہ بغیر نذرانہ یا مٹھائی کے وصول کئے ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالتے۔ پھر کاہن کا لقب آپ پر کیسے چسپاں ہو سکتا

ہے۔ کہاں پیغمبر کی سیرت اور کہاں کاہنوں کی پوزیشن۔

اخیر میں وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ فرما کر اس بحث کو ختم فرمایا جاتا ہے یعنی یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے جیسا کہ یہ منکرین خیال کرتے ہیں۔ بھلا شیطان مردود ایسی نیکی اور پرہیز گاری کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ ہو اور خود اس ملعون کی قباحت و مذمت ہو۔ تم خود اس کلام میں غور کرو۔

قرآن مکمل دستور العمل

آخیر میں منکرین نبوت اور منکرین قرآن کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب تمہارے الزامات سب غلط ثابت ہوئے تو بجز صدق و حق کے اور کیا باقی رہا پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بہکے چلے جا رہے ہو کہ آپ کی نبوت کے منکر ہو رہے ہو اور قرآن کی حقانیت سے انحراف کر رہے ہو۔ اگر تم اس قرآن کے مضامین اور ہدایت پر غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہ نکلے گا کہ یہ سارے جہان کے لئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے۔ جس سے انسانوں کی دارین کی صلاح و فلاح وابستہ ہے۔ بالخصوص ان کے لئے جو سیدھا چلنا چاہیں۔ ہدایت اور روشنی کے طالب ہوں اور ضد و عناد اور کج روی اختیار نہ کریں۔ کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت نامہ سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

توفیق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملتی ہے

سورۃ کے اخیر میں وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فرما کر اس حقیقت کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ بندہ کا ارادہ مطلق العنان اور مستقل بالذات نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت اور تابع ہوتا ہے یعنی فی نفسہ تو قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے اور بعض کے لئے کسی حکمت سے متعلق نہیں ہوتی۔ تو جس کے لئے ہدایت اور سدھرنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں تو وہی اپنے سدھرنے کا بھی ارادہ کر سکتا ہے۔ یہ توفیق اس کی طرف سے ہے۔ انسان بہر حال قضاء و قدر کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے لیکن صرف بات اتنی ہے کہ جو کچھ قضا و قدر اس سے کراتی ہے وہ اس انسان کے ارادہ اور اختیار سے کراتی ہے اور اسی ارادہ اور اختیار کے سبب بندہ ثواب و عقاب اور مدح و ذم اور جزاء و سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت کے دو حصے ہیں' پہلے حصے میں جو کہ ۱۴ آیات پر مشتمل ہے اس ہولناک کائناتی انقلاب کا ذکر ہے جسکے اثرات سے کائنات کی کوئی چیز بھی محفوظ نہیں رہے گی' سب کچھ بدل جائے گا' یہ سورج اور ستارے' پہاڑ اور سمندر ریت کے گھروندے ثابت ہوں گے اس دن ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور اپنے دامن میں کیا لے کر آیا ہے' گناہ یا نیکیاں یا گناہ ہی گناہ اللہ کی پناہ!

دوسرے حصے میں جو کہ ۱۵ آیات پر مشتمل ہے' باری تعالیٰ نے تین قسمیں کھا کر قرآن کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و صداقت کو بیان فرمایا ہے اور ان دیوانوں کو بڑی محبت سے سمجھایا ہے جو اللہ کے نبی کو معاذ اللہ ''دیوانہ'' قرار دیتے تھے' فرمایا گیا ''تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے'' وہ تو بندوں تک اللہ کا کلام پہنچانے والا سچا نبی ہے۔ سورۃ اعراف اور سورۃ سبا میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ تم غور و فکر کرو گے تو تمہارے ضمیر کا بھی فیصلہ ہوگا کہ تمہارے سامنے شب و روز گزارنے والا یہ عظیم انسان دیوانہ نہیں یہ تو دیوانوں کو فرزانگی سکھانے کیلئے آیا ہے اور قرآن کے بارے میں فرمایا کہ ''شیطان مردود کا کلام نہیں ہے یہ تو اہل جہاں کیلئے نصیحت ہے مگر اس کیلئے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہے اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک کہ رب العلمین نہ چاہے''۔

سورۃ التکویر کے خواص

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ التکویر پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔

۲- جو آدمی بارش برستے وقت سورۃ التکویر پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۳- جو آدمی عرق گلاب پر سورۃ التکویر پڑھے اور اس عرق کو اپنی آنکھوں پر لگائے تو اس کی نظر تیز ہوگی اور آنکھوں کی صحت برقرار رہے گی۔

۴- ایسا گھر جس میں جادو کیا گیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ جادو کی چیزیں کہاں دفن ہیں تو اس گھر میں سورۃ التکویر پڑھنے سے اللہ تعالیٰ وہ جگہ ذہن میں ڈال دیں گے اور وہ اثر ختم ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ۝۲ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ۝۳ وَاِذَا الْقُبُوْرُ

جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے جب سب سمندر بہہ پڑیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی

بُعْثِرَتْ ۙ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ؕ۝۵

ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا۔

اِذَا جب	السَّمَآءُ آسمان	انْفَطَرَتْ پھٹ جائے	وَاِذَا اور جب	الْكَوَاكِبُ ستارے	انْتَثَرَتْ جھڑ پڑیں	وَاِذَا اور جب	الْبِحَارُ سمندر	فُجِّرَتْ اُبل پڑیں
وَاِذَا اور جب	الْقُبُوْرُ قبریں	بُعْثِرَتْ کریدی جائیں	عَلِمَتْ جان لے	نَفْسٌ ہر شخص	مَا کیا	قَدَّمَتْ اس نے آگے بھیجا؟	وَاَخَّرَتْ اور پیچھے چھوڑا	

سورۃ کی وجہ تسمیہ، مرکزی مضمون

اس سورۃ کی ابتداء ہی اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جاوے گا۔ انفطار پھٹ جانے کو کہتے ہیں۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے اور مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

اس سورۃ کا بھی مرکزی مضمون مثل گذشتہ سورۂ تکویر کے قیامت و آخرت اور وہاں کی جزا و سزا ہی سے متعلق ہے اور یہ سورۃ بھی ان چند سورتوں میں سے ایک ہے جن میں قیامت میں پیش آنے والے حالات کا ایسا منظر پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا اگر غور کرے تو اسے ایسا محسوس ہوگا گویا وہ قیامت کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

اس دنیا میں انسان کی اصلاح کیلئے قیامت و آخرت پر ایمان لانے کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اسی لئے قرآن کریم کثرت سے قیامت و آخرت کا ذکر کرتا ہے۔ تاکہ اس حقیقت کا یقین انسان کو پورا پورا آ جائے اس دن انسان نے زندگی میں جو کچھ کیا ہوگا اچھے برے اعمال سب اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور انہی کی جزا یا سزا اسے ملے گی۔ یہاں اس سورۃ میں بھی پہلے قیامت کے بعض حالات کی طرف اشارہ ہے اور پھر جتلایا گیا ہے کہ یہی وہ دن ہوگا جب ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں اس نے جو کچھ کیا تھا اس کا کیا انجام ہوا۔ پھر انسان کی غفلت پر اس کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ دنیا میں آپ ہی آپ نہیں آ گیا ہے بلکہ اس کا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی اس کی پرورش کرتا ہے اور اس کے فرشتے اس کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں اور اس کی زندگی کے ہر قول و فعل کا ایک تفصیلی ریکارڈ تیار کر رہے ہیں جو قیامت کے دن جانچا جائے گا اگر اس کے اعمال نامہ میں ایمان اور عمل صالح موجود ہے تو اس کا شمار نیکوں میں ہوگا اور وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ آرام و آسائش کے ساتھ رہے گا اور جو ایمان اور عمل صالح سے خالی ہوں گے اور اپنے رب کی نافرمانی اور سرکشی میں زندگی گزاری ہوگی وہ بدکار شمار ہوں گے۔ اور جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ طرح طرح کے عذاب جھیلتے رہیں گے۔ اس وقت ہر ایک کا فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا اور وہاں صرف اللہ ہی کا حکم چلے گا۔

جب نقشہ بدل جائیگا

ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جب آسمان پھٹ جائے گا آسمان کے پھٹنے کا مضمون قرآن پاک کی متعدد آیات میں آیا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں ارشاد ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جب کہ آسمان پھٹ جائے گا۔

۲۹ ویں پارہ سورۂ مزمل میں فرمایا السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ جس میں آسمان پھٹ جائے گا۔ ۲۷ ویں پارہ سورۂ رحمٰن میں فرمایا مقصد بیان یہ ہے کہ ایک روز ایسا آنے والا ہے کہ کائنات کا یہ نظم جو آج ہم دیکھ رہے ہیں یہ ختم

ہونے والا ہے۔ جب آسمان پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے گا تو یہ زمین بھی فنا اور ختم ہو جائے گی اور پورا نظام فلکی درہم برہم ہو جائے گا جیسا آگے فرمایا۔ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ اور جب ستارے ٹوٹ کر جھڑ پڑیں گے۔ یعنی یہ سارا نظم جو ستاروں کا آج ہماری نظروں کے سامنے ہے سب ٹوٹ کر ختم ہو جائے گا۔ گویا اتنا بڑا انقلاب ہوگا جو کائنات کے پورے نظام کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گا۔ اور اس انقلاب کا زمین پر بھی زبردست اثر پڑے گا۔ سمندروں کی شکل بھی جو اس وقت زمین کے تین حصہ پر حاوی ہے اور ایک چوتھائی حصہ کے قریب کھلا ہوا ہے جس میں تمام ممالک' جنگل' پہاڑ' میدان بیابان ریگستان وغیرہ واقع ہیں اس وقت بدل جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جب سمندر بہہ نکلیں گے۔ یعنی جو ان کی حدود قائم ہیں اور ان کے مختلف حصے ایک دوسرے سے الگ ہیں سب گڈ مڈ ہو جائیں گے۔ اور رل مل جائیں گے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ زمین کی خشکی پر جو زندگی کا ایک نقشہ قائم ہے وہ سب بگڑ جائے گا۔ اور کوئی باقی نہ رہے گا۔ اسی کا نام قیامت ہے اور جیسا کہ دوسرے مقامات پر بتایا گیا یہ کیفیت پہلا صور پھونکنے کے بعد پیدا ہو جائے گی۔ اور زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہے گا یہ گویا قیامت کی پہلی منزل ہوگی کہ سب کچھ درہم برہم ہو کر فنا ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس کی دوسری منزل آئے گی اور پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اس وقت تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ میں اسی طرف اشارہ ہے یعنی جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

سب اپنے اعمال دیکھ لیں گے

ان قبروں سے مردے نکل کھڑے ہوں گے اور سب ایک میدان میں جمع کر دیئے جائیں گے اور یہی حشر کا میدان ہوگا۔ یہاں ہر شخص کے سامنے اس کی زندگی کے سارے کارنامے لائے جائیں گے اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ اس نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا اس کا انجام کیا ہوا۔ اسی کی طرف عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا اور وہاں ان اعمال کا نتیجہ دیکھے گا کہ دنیا کی زندگی میں جو اچھے کام کئے تھے ان کا اسے کیا پھل ملا اور دنیا میں جو برائیاں کی تھیں ان کی وجہ سے اسے کیا عذاب دیکھنا پڑا۔

دعا کیجئے:

یَااَللّٰہُ اس وقت امت مسلمہ میں جو بدحالی اور بداعمالی پھیلتی جا رہی ہے اس کا سبب واحد یہی ہے کہ ہم آخرت کی۔ جزا و سزا کی طرف سے غافل ہو گئے۔

یَااَللّٰہُ ہمیں موت سے پہلے پہلے آخرت کی تیاری کرنے اور اس کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین

ان گناہوں کی بھی معافی چاہتا ہوں جن کی وجہ سے دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو گیا' روزی کی برکت اور خیر نہ رہی۔ ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ

اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔ جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضا کو درست کیا پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا۔

اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝

جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا۔

يٰاَيُّهَا اے	الْاِنْسَانُ انسان	مَا غَرَّكَ کس چیز نے تجھے دھوکہ دیا	بِرَبِّكَ اپنے رب سے	الْكَرِيْمِ کریم	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَكَ تجھے پیدا کیا
فَسَوّٰىكَ پھر تجھے ٹھیک کیا	فَعَدَلَكَ پھر برابر کیا	فِيْٓ میں	اَيِّ صُوْرَةٍ جس صورت	مَّا شَآءَ چاہا	رَكَّبَكَ تجھے جوڑ دیا	

اے انسان! تجھے کس چیز نے ورغلا رکھا ہے

گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض واقعات بیان فرمائے گئے تھے۔ انسانوں کو چاہیے تو یہ تھا کہ قیامت کے ان واقعات وحالات کو سن کر خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور اپنے خالق و مالک کی نافرمانی سے بچتے اور اس کی اطاعت و بندگی بجالاتے۔

چہ جائیکہ قیامت وآخرت کا ہی انکار کرنا اور اس دن سے غفلت اور بے پروا ہو کر رہنا اور یہ سمجھ بیٹھنا کہ اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی اور نہ کسی حساب کتاب سے واسطہ پڑے گا۔

یہاں ان آیات میں ایسے انسان کی غفلت پر سخت تنبیہ کی جاتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے بعض احسانات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ ایسے رب کریم اور منعم ومحسن کے احسان وانعام کی قدر وشکر گزاری کی بجائے انسان ایسا ناشکرا ہے کہ اپنے کریم رب سے غافل بلکہ اپنے محسن آقا سے تکبر اور غرور سے پیش آتا ہے۔

ان آیات میں حق تعالیٰ انسان کو خطاب فرما کر تنبیہ فرماتے ہیں کہ اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جو تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے؟ کیا وہ رب کریم اس کا حق دار تھا کہ تو اپنے جہل وحماقت سے اس کے حکم پر مغرور ہو کر اس کی نافرمانیاں کرتا رہے؟ اور اس کے لطف وکرم کا جواب ناشکری وسرکشی سے دے؟ اس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور اس حلیم کے غصہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے تھا نہ کہ اس کے ساتھ غرور اور تکبر برتنا بڑی محرومی کی بات ہے اور اس کی اس مہربانی سے کہ وہ نافرمانی پر فوراً سزا نہیں دیتا اور مہلت پر مہلت دیئے چلا جا رہا ہے دھوکہ میں رہنا۔

اللہ تعالیٰ کی کریمی

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ میں غرور کو رب اور پھر کریم کے ساتھ متعلق کرنے میں صاف اشارہ ہے کہ اپنے رب یعنی پرورش کرنے والے سے غرور انسانیت کا مقتضا نہیں جس کی طرف انسان کو حاجت پڑتی رہتی ہے اور پھر اس کی پرورش بھی کریمانہ ہو۔ ہر ہر بات میں اور قدم قدم پر کرم وفضل کرتا ہو۔ ایسا انسان جو ایسا احسان فراموش ہو انسان ہی نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ اس کو اتنی عقل بھی نہیں کہ جس کا ہر محتاج ہو اسی سے بگاڑ لے اور اسی کے ساتھ غرور برتے اور اس کے آگے سر نیاز نہ جھکائے کیسی نالائقی ہے مگر لفظ کریم میں حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اے نالائق انسان تیری اکڑ فون کا سبب ہمارا کرم ہے۔ اگر فوراً سزا دے دیا کریں یا اپنے کرم کو باز رکھیں اور حاجت روائی نہ کریں تو آن کی آن میں سارا غرور خاک میں مل جائے۔

خداوند قدس کا کرم بالائے کرم

آگے حق تعالیٰ اپنے رب کریم ہونے کی تفصیل سناتے ہیں تا کہ اس مغرور انسان کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہو کہ میں کس کے ساتھ غرور کر رہا ہوں اور کس رب کریم کی نافرمانی اور کس محسن آقا و مالک کے حکم کی خلاف ورزی پر جرأت کر رہا ہوں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ وہ کہ جس نے اے انسان تجھے پیدا کیا۔ عدم سے تیری ہستی کو وجود میں لایا۔ ایک وقت تھا کہ تیرا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا پھر تیری پیدائش کی ابتدا ہوئی اور کس طرح ہوئی؟ کہ اس میں نہ تیرے یا کسی اور کے ارادہ کو دخل تھا نہ کسی اور کے فیصلہ اور منصوبے کا ہاتھ تھا۔ نہ تیری طرف سے کوئی سوال، دعا اور طلب تھی۔ اس کریم نے محض اپنے کرم سے تجھ کو پیدا کیا۔ پھر پیدا بھی یونہی بیڈول نہیں کر دیا بلکہ فَسَوّٰكَ تیرے اعضاء کو درست کیا اور اعضاء جسم میں تناسب رکھا اور تیرے بدن کو ٹھیک بنایا۔ اور سب جوڑ بند برابر مناسبت سے پیدا کئے کہ کان کی جگہ کان، آنکھ کی جگہ آنکھ، ناک کی جگہ ناک رکھی۔ پھر ہاتھ برابر ہاتھ کے اور پاؤں برابر پاؤں کے۔ اور کان برابر کان کے اور آنکھ برابر آنکھ کے۔ غرض کہ یہ اسی کا کرم ہے کہ ایک قطرۂ ناپاک سے تجھ کو ایسا سڈول خوبصورت اور کارآمد بنا کر پیدا کیا۔ آگے فرمایا فَعَدَلَكَ یعنی اے انسان پھر اس پیدائش میں تجھ کو اعتدال پر بنایا یعنی تیرے قویٰ اور مزاج میں گرمی سردی خشکی تری کو مناسب اعتدال کے ساتھ رکھا۔ جس عضو میں جس قدر گرمی درکار تھی اتنی ہی عطا کی۔ اور جس عضو کو جس قدر رطوبت درکار تھی اتنی ہی عطا فرمائی۔ پھر ہر ایک عضو میں مناسبت سے قوت ودیعت کی گئی۔

انسان...خدائی کاریگری کا مظہر

پھر آگے فرمایا جاتا ہے۔ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ پھر جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا۔ خواہ مرد کی خواہ عورت کی۔ پھر ان میں بھی ایک خاص نقشہ صورت، شکل، رنگ، روپ کا عنایت کیا۔ اے مغرور انسان! ان میں سے کوئی بات بھی تیرے اپنے اختیار کی نہیں۔ نہ تیرے سوال اور درخواست پر عطا ہوئی۔ یہ محض اسی کا کرم ہے کہ تجھ کو ایسی شکل وصورت اور حسن و جمال عطا کیا ورنہ اگر وہ چاہتا تو تجھے دوسری گھٹیا مخلوقات کی شکل وصورت میں ڈال دیتا اور دنیا میں اس کی مثالیں دیکھنے میں بھی آئی ہیں کہ ماں کے پیٹ سے بندر اور سانپ کے بچہ پیدا ہوئے تو باوجود اس قدرت کے محض اپنے فضل و ارادہ سے انسانی صورت میں رکھا۔ یہ اس کا کتنا بڑا کرم و احسان ہے۔ تو جس خدا کی یہ قدرت ہو اور جس محسن کے یہ احسانات ہوں اور جس منعم کے یہ انعامات ہوں کیا اس کے ساتھ انسان کو یہی معاملہ کرنا چاہئے کہ اسی کی نافرمانی کرے اسی سے سرکشی کرے اسی کی ناشکری کرے اور اسی کے جزاء وسزا کا انکار کرے اور بے لگام ہو کر حصول لذات وشہوات میں غرق رہے اور جانے کہ بس میں اس دنیا میں مزے اڑانے ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ نہ مر کر پھر جینا ہے نہ حساب ہے نہ کتاب ہے نہ اعمال کی جزا ہے نہ سزا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا پھر بھی یہ انتہائی کرم ہے کہ اس نے انسان کو یونہی اندھیرے میں نہیں چھوڑ رکھا بلکہ اس نے اپنے رسول اور اپنی کتاب بھیج کر صحیح صحیح صورتحال انسان کے سامنے رکھ دی اور ہر طرح اسے سمجھا دیا کہ یہ حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند نہ کرے۔ اور غفلت کا شکار نہ ہو۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ آج اس زندگی میں ہم کو توفیق عطا فرما دیجئے کہ ہم آپ کی مرضی اور احکام پر چلنے والے ہوں اور اپنی خواہشات کے غلام نہ ہوں۔ نفس اور شیطان کے دھوکہ سے حق تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں اور دنیا میں ہر ظاہری و باطنی نعمت جو حق تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے وہ اے رب کریم آپ کو راضی کرنے میں ہم دل و جان سے لگانے والے ہوں۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت و ندامت ہوگی ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ

ہرگز نہیں بلکہ تم جزا وسزا کو جھٹلاتے ہو۔اور تم پر یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں۔جو تمہارے سب افعال کو

مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۙ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۙ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

جانتے ہیں نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے۔اور بدکار بے شک دوزخ میں ہوں گے۔روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ

اور اس سے باہر نہ ہوں گے۔اور تمہیں کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزا کیسا ہے پھر تمہیں کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزا کیسا ہے۔وہ ایسا دن ہے

لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کیلئے کچھ بس نہ چلے گا۔اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔

كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	تُكَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے ہو	بِالدِّيْنِ جزا وسزا کا دن	وَاِنَّ اور بیشک	عَلَيْكُمْ تم پر	لَحٰفِظِيْنَ نگہبان	
كِرَامًا عزت والے	كَاتِبِيْنَ لکھنے والے	يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	اِنَّ بیشک	الْاَبْرَارَ نیک لوگ	لَفِيْ میں	
نَعِيْمٍ جنت	وَاِنَّ اور بیشک	الْفُجَّارَ گنہگار	لَفِيْ میں	جَحِيْمٍ جہنم	يَّصْلَوْنَهَا ڈالے جائیں گے اس میں	يَوْمَ الدِّيْنِ روز جزاوسزا	
وَمَا هُمْ اور وہ نہیں	عَنْهَا اس سے	بِغَآئِبِيْنَ غائب	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تمہیں کیا خبر	مَا کیا	يَوْمُ الدِّيْنِ روزِ جزا وسزا	ثُمَّ پھر	مَا کیا
اَدْرٰىكَ تمہیں خبر	مَا کیا	يَوْمُ الدِّيْنِ روز جزا وسزا	يَوْمَ جس دن	لَا تَمْلِكُ مالک نہ ہوگا	نَفْسٌ کوئی شخص	لِنَفْسٍ کسی شخص کیلئے	شَيْـًٔا کچھ
وَالْاَمْرُ اور حکم	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلّٰهِ اللہ کیلئے					

تمہارے انکار کے باوجود

گذشتہ آیات میں غافل انسان کو اس کی غفلت پر تنبیہ کر کے بتلایا گیا تھا کہ عقل اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ محسن کے احسانات پر شکر گزاری اور اطاعت کی روش اختیار کی جائے لیکن بعض انسان ایسا ناشکرا ہے کہ وہ اپنے مالک وخالق کو بھولا ہوا ہے۔ایسے ہی ناشکرے انسانوں کو ان آیات میں خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم تم یوم آخرت کی جزا وسزا کا انکار کر رہے ہو اور شتر بے مہار کی طرح دنیا کے حصول لذات اور شہوات میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ بس ہم مزے اڑانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔نہ مر کر جینا ہے نہ حساب کتاب ہے نہ اعمال کی جزا وسزا ہے تو تمہارے بہکنے اور دھوکہ کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں۔بات یہی ہے کہ تم انصاف اور فیصلہ کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں دنیا میں کرتے رہیں کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔یہاں جو کچھ عمل ہم کرتے ہیں کون ان کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔تو سمجھ لو کہ انسان یہاں دنیا میں جو کچھ کر رہا ہے اس سب کا ریکارڈ محفوظ رکھا جا رہا ہے۔اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خفیہ کارندے یعنی فرشتے تعینات ہیں جو ہر آن دنیا میں انسان کہیں ہو اس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور جو کچھ یہ انسان کرتا یا کہتا ہے وہ سب نوٹ کر لیا جاتا ہے اور یہ لکھنے والے بڑے معتبر اور عزت والے ہیں اور امانت ودیانت والے ہیں وہ نہ اپنی طرف سے کچھ بڑھاتے ہیں نہ گھٹاتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے وہی لکھتے ہیں اور انسان کا کوئی عمل ان سے پوشیدہ نہیں۔جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جا رہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یونہی بے کار چھوڑ دیا

جائے گا۔ ہرگز نہیں۔یقیناً ہر شخص کے اعمال آخرت میں اس کے سامنے آئیں گے اور اس کا اچھا یا برا انجام اسے چکھنا پڑے گا۔

یہی انصاف کا تقاضا ہے اور ایسا ہونا ہی چاہئے اور ایسا ضرور ہو گا۔اور اس کے لئے انتظامات ابھی سے کر لئے گئے ہیں۔

نیک و بد کا انجام

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس جزا و سزا کے لئے آخرت میں تمام انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ایک ابرار' دوسرے فجار' ابرار تو وہ کہ جنہوں نے دنیا میں اپنے خالق و رازق اور سچے آقا و مالک کو پہچانا۔اس کی اطاعت قبول کی۔اس کے احکام کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کی۔اور دنیا کی زندگی میں وہی کام کئے جو اللہ تعالیٰ کو پسند تھے۔فجار وہ جنہوں نے اس معبود حقیقی کے خلاف بغاوت و سرکشی کی اور اس کے احکام سے منہ موڑا اور اس دنیا میں یا تو اپنی خواہشات کے غلام بنے رہے یا دوسرے گمراہوں کی مرضی پر چلتے رہے۔یہ دونوں گروہ آخرت میں الگ الگ انجام سے دوچار ہوں گے۔جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ بلاشبہ ابرار یعنی نیک لوگ بہشت کی نعمتوں میں ہوں گے اور فجار یعنی بدکار و نافرمان کافر یقیناً جہنم میں ہوں گے۔پہلا گروہ یعنی ابرار جنت کی نعمتوں میں ہوگا اور جنت سے زیادہ اور کیا نعمت ہے جہاں کھانے اور پینے اور مکان و لباس اور عیش و آرام اور چین و راحت اور تمام لذائذ کے سب دل پسند سامان موجود ہیں اور اس پر حیات ابدی بھی ہے اور اس پر کوئی مرض و غم' موت' بڑھاپا' وغیرہ بھی نہیں اور سب سے بڑھ کر وہاں دیدار الٰہی بھی ہے جو جنت کی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے یہ تو ٹھکانا اور انجام کار ابرار یعنی نیکوں کا ہوگا اور دوسرا گروہ فجار یعنی بدکار جو ایمان و عمل صالح دونوں نہیں رکھتے یا ان دونوں میں سے ایک نہیں رکھتے۔اگر ایمان نہیں تو بھی فاجر اور ایمان ہے مگر عمل صالح نہیں بلکہ گناہوں پر اصرار چوری' زنا' شراب خواری' سود خواری' ترک صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ ظلم و دغا دھوکہ اور فریب' ناچ' رنگ گانے بجانے میں مبتلا رہا تو بھی فاجر ہے۔مگر اس درجہ کا نہیں کہ جس کے اندر ایمان ہی نہیں۔کیوں کہ یہ کیسا ہی گنہگار سہی مگر ایمان کی بدولت آخر کار کبھی نہ کبھی اس کی نجات ہے اور جہنم سے چھٹکارا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسانوں کی یہ تقسیم قیامت کے دن ہوگی اور وہ دن بدلہ کا دن ہوگا۔ہر شخص کی کمائی اس کے سامنے ہوگی اور انصاف کے ساتھ یہ طے کر دیا جائے گا کہ کون کس بات کا مستحق ہے اور اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔

کوئی بچ نہ سکے گا

پھر وہ وہاں سے کسی طرح بھاگ نہ سکیں گے نہ ان کے بس میں ہوگا کہ وہاں سے چھٹکارا پا کر کہیں اور نکل جائیں۔یہاں آیت میں فجار کے بارہ میں جو یہ فرمایا گیا وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ اور وہ اس جہنم سے غائب بھی نہ ہوسکیں گے۔یعنی جس طرح دنیا کے جیل خانہ سے حیلہ بہانہ سے یا بھاگ کر قید خانہ سے نکل جاتے ہیں۔یا قید خانہ کے حکام کو رشوت دے کر یا خوشامد و منت کر کے بچ جاتے ہیں۔یا قید خانہ سے خلاصی کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ مجرم قیدی مر جائے اور مر کر چھوٹ جائے اور یا کسی تدبیر سے قید خانہ کی دیوار وغیرہ پھاند کر نکل بھاگے۔یا نگہبانوں سے چھپ کر یا زبردستی کر کے نکل جائے تو یہ کوئی صورت بھی وہاں نہ ہوگی۔ان سب باتوں کی نفی ایک جملہ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ میں فرما دی۔

روز جزاء کیا ہے؟

اس کے بعد اس روز جزا و سزا کی شدت کے اظہار کے لئے حق تعالیٰ خود ہی پوچھتے ہیں

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ

کہ اے انسان تو کیا جانے کہ کیا ہے جزا کا دن اور تمہیں کیا معلوم وہ جزا کا دن کیا ہے۔یعنی تم کتنا ہی سوچو اور غور کرو پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔بس مختصراً اتنا سمجھ لو۔ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ کہ اس دن جتنے رشتے ناطے اور دوستی آشنائی کے تعلق ہیں سب نیست و نابود ہو جائیں گے

سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ کوئی کسی کے لئے کچھ بھی اختیار نہ رکھے گا۔ اس دن حکم صرف اللہ ہی کا ہوگا اور کوئی بغیر حکم مالک الملک ذوالجلال والاکرام کے کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف دم نہ مار سکے گا اور لب نہ ہلا سکے گا۔

خلاصہ

اس سورت میں پہلے تو ان تبدیلیوں کا ذکر ہے جو وقوع قیامت کے وقت نظام کائنات میں رونما ہوں گی پھر محبت آمیز انداز میں انسان سے شکوہ کیا گیا ہے کہ اے انسان تجھے آخر کس چیز نے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟ کہ اس کے احسانات کو بھلا کر تو معصیت اور ناشکرا پن پر اتر آیا ہے' اصل بات یہ ہے کہ تمہیں جزاء کے دن کا یقین نہیں ہے' حالانکہ وہ تو آ کر رہے گا اور کراماً کاتبین تمہاری زندگی کا کچا چٹھا تمہارے سامنے پیش کر دیں گے پھر تمہیں ابرار اور فجار دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا' ابرار' نعمتوں کی جگہ یعنی جنت میں جائیں گے اور فجار' عذاب کی جگہ یعنی دوزخ میں ہوں گے۔

سورۃ الانفطار کے خواص

۱.....قیدی اگر اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے تو اسے قید سے رہائی مل جائے گی۔

۲.....اگر کسی کو بخار ہو تو وہ پانی پر اس آیت کو پڑھ کر دم کرے اور اسی پانی سے غسل کر لے تو بخار جاتا رہے گا۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ...... مَا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ

اگر دشمن کو خوف زدہ کر کے بھگانا ہو تو مینڈھے کے چمڑے کا ایک ٹکڑا لے اور ایک ٹکڑا بوڑھی عورت کے کپڑے سے لے اور اس چمڑے اور کپڑے پر سو مرتبہ پڑھے اور ساتھ ہی ہر دفعہ دشمن کا نام اور اس کی ماں کا نام بھی لے۔

پھر چمڑے کو دشمن کے دروازے کی چوکھٹ کے نیچے دفن کرے اور کپڑے کو اس کے دروازے کے اوپر دفن کرے تو دشمن اس کا مقابلہ چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ اپنے ابرار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمایئے اور انہی کے ساتھ اپنی جنت میں ہمارا ابدی ٹھکانا بنایئے۔

یَااللّٰہ اس وقت عالم اسلام کو جس بدحالی سے واسطہ پڑ رہا ہے یہ ہمارے ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے اور اس کا علاج بجز آپ کی طرف جھکنے کے اور کچھ نہیں۔

یَااللّٰہ ہم آپ ہی کے کرم ورحم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی سے توفیق حسن وہدایت کے طالب ہیں۔

یا اللہ! امت مسلمہ پر رحم فرمادے اور دشمنان دین اسلام کے تسلط سے عالم اسلام کو بچالے۔ آمین۔

یَااللّٰہ بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کرلوں گا' معافی چاہ لوں گا۔ الہ العالمین! گناہ کرلیا اور نفس وشیطان نے توبہ واستغفار سے باز رکھا' گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ الٰہی! میری اس جرأت پر نظر نہ فرمانا' اپنی شان کریمی کے صدقے مجھے معاف فرمادے میں توبہ کرتا ہوں' معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کردے۔ آپ کے سوا اور کون معاف کرنے والا ہے۔

یَااللّٰہ ایسا بھی ہوا کہ گناہ کر کے میں نے آپ سے حسن ظن رکھا کہ آپ عذاب نہ دیں گے آپ معاف کردیں گے اس وقت میرے نفس نے یہی پٹی پڑھائی کہ اللہ کا کرم ورحمت تو بہت وسیع ہے اور آپ پردہ ڈالتے رہے بس میں سمجھا کہ جب وہ پردہ پوشی فرمارہے ہیں تو عذاب بھی نہ دیں گے۔ بس اسی خیال میں آ کر بہت سے گناہ کر لئے' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴿١﴾ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿٢﴾ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں پورا لے لیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

يُخْسِرُوْنَ ﴿٣﴾ أَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦﴾

کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے۔ جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

وَيْلٌ خرابی	لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کمی کرنیوالوں کیلئے	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	إِذَا اكْتَالُوْا جب ماپ کرلیں	عَلَى پر	النَّاسِ لوگ	يَسْتَوْفُوْنَ پورا بھرلیں	وَإِذَا اور جب
كَالُوْا ماپ کردیں	هُمْ وہ	أَوْ وَّزَنُوْهُمْ یا تول کردیں	يُخْسِرُوْنَ گھٹا کردیں	أَلَا کیا نہیں	يَظُنُّ خیال کرتے	أُولٰٓئِكَ یہ لوگ	أَنَّهُمْ کہ وہ
مَّبْعُوْثُوْنَ اٹھائے جانے والے ہیں	لِيَوْمٍ ایک دن	عَظِيْمٍ بڑا	يَوْمَ دن	يَقُوْمُ کھڑے ہونگے	النَّاسُ لوگ	لِرَبِّ رب کے سامنے	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان

وجہ تسمیہ اور نزول کا زمانہ

اس سورة کی ابتدا ہی وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ سے ہوئی ہے یعنی بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ مطففین کے معنی ہیں ناپ تول میں کمی کرنے والے۔ اسی نسبت سے اس کا نام المطففین یا تطفیف رکھا گیا ہے۔ اس سورة کے زمانہ نزول میں اختلاف ہے بعض نے اس کو مکی سورة کہا ہے اور بعض نے مدنی، لیکن اکثر محققین ومفسرین کے نزدیک یہ مکی سورة ہے اور وجہ اختلاف یہ لکھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ مدینہ کے لوگ لین دین کے معاملات کے پیمانہ اور تول میں کمی بیشی کرتے ہیں تو سب سے اول جو آپ نے ایک مجلس میں ان کو قرآن سنایا تو اہل مدینہ کے حسب حال یہی سورة سنائی جس میں پیمانہ اور تول میں کمی کرنے کی سخت برائی فرمائی گئی ہے۔ اس سبب سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ سورة مدینہ میں نازل ہوئی ہے مگر سبحان اللہ کیا وعظ تھا کہ اس روز کے بعد سے اہل مدینہ سے بڑھ کر پورا تولنے اور پیمانہ بھرنے میں کوئی نہ تھا۔ ان آیات کو سنتے ہی یک لخت سب نے یہ کام چھوڑ دیا۔ ایک روایت نزول کے متعلق یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما رہے تھے تو راستہ میں یہ سورة نازل ہوئی جب کہ بعض نے اسے خالص مکی دور کی سورة کہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سورة کا موضوع

اس سورة کا خاص مضمون بھی قیامت اور آخرت کا یقین اور وہاں کی جزا و سزا۔ بعض اعمال وحقوق العباد جو مقام کے مناسب تھے وہ بیان فرما کر بتلایا گیا کہ جو لوگ حقوق العباد تلف کرتے ہیں ان کے لئے سخت سزا ہے کیونکہ حقوق العباد کے متعلق زیادہ باز پرس ہوگی۔

دوسروں کی حق تلفی کرنے کی سزا

اب آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اسلام دنیا میں جس قسم کے انسان بنانا چاہتا ہے اس کے لئے وہ دو بنیادیں فراہم کرتا ہے ان میں سے ایک کا تعلق خالق سے ہے اور دوسری کا تعلق مخلوق سے ہے۔ جو شخص خالق کے حقوق پہچانے اور ان کے تقاضے پورے کرے اور جو مخلوق کے ساتھ اپنے معاملات کو درست کرے اور بندوں کے حقوق کی حفاظت کرے اسلام کی نظر میں وہی کامیاب ہے۔ اس سورة کی ابتدائی آیات میں بندوں ہی کے حقوق کی حفاظت اور لین دین میں انصاف کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ حقوق العباد میں دیدہ ودانستہ کی زیادتی کرنا خصوصاً

لین دین میں زیادہ لینا اور کم دینا تول یا پیمانہ کے ذریعہ سے اس کو عربی میں تطفیف اور اس امر کے مرتکب کو مطفف کہتے ہیں۔ تو سورۃ کی ابتداء وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ سے فرمائی گئی۔ یعنی ناپ تول میں کمی کرنے والے اور حقوق العباد تلف کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے چونکہ لفظ تطفیف کے لغوی معنی ناپ تول اور پیمائش و وزن میں خیانت و کمی کرنے کے ہیں اس لئے اکثر مفسرین نے یہاں معاملات کی عام خرابی کی طرف اشارہ کر کے اسی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے لیکن بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ تطفیف وسیع المعنیٰ ہے۔ پیمائش اور تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیانت کرنے والے۔

جو لوگ مطفف ہیں اور ان سب کے لئے ویل یعنی خرابی ہے اور یہ خرابی دنیا کی بھی ہے اور آخرت کی بھی۔ دنیاوی خرابی یہ کہ مطفف کا لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہونا اس کے کاموں میں برکت نہ ہونا۔ مرض وباء و دیگر دنیا کے شدائد و مصائب میں مبتلا ہونا۔ دنیا کی خرابیوں کی بابت حدیث میں ارشاد ہے کہ جس قوم میں خیانت کا غلبہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف ڈال دیں گے اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہوگی اس قوم میں اموات کی کثرت ہوگی اور جو جماعت ناپ تول میں کمی کرے گی اس کی روزی میں کمی ہوگی اور جو جماعت حق کے خلاف فیصلہ کرے گی اس میں آپس میں قتل کی کثرت ہوگی۔ اور جو لوگ بدعہدی میں مبتلا ہوں گے ان پر اللہ جل شانہ کسی دشمن کو مسلط فرمائیں گے۔ اور آخرت کی خرابی تو ظاہر ہے اس لئے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے بھی جس کا حق مارا ہو وہ اسے دلا دیا جائے اور وہاں حقوق ادا کرنے کے لئے انسان کے پاس جو کچھ پونجی ہوگی وہ اس کی نیکیاں ہوں گی۔ اس وقت اس کا یہ قیمتی سرمایہ چھینا جائے گا اور اگر سرمایہ ناکافی ہوا تو پھر جس کا حق مارا ہوگا اس کی برائیاں اس پر لادی جائیں گی۔ اس وقت جب کہ انسان ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس سے بڑھ کر اور کیا خرابی اور بدنصیبی ہوگی۔ کہ اس وقت اس کی نیکیاں چھن جائیں اور اگر ان سے حقوق پورے نہ ہوں تو حق دار کی برائیاں اس پر لادی جائیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

حقوق تلف کرنے والوں کی حالت

آگے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا جاتا ہے کہ کیا ان کو گمان نہیں کہ قیامت کے دن حساب کے لئے ان کو اٹھایا جائے گا۔ یہاں آیت میں یقین کی بجائے ظن کو ذکر فرمایا گیا جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس کو یوم آخرت میں حساب فہمی کا گمان بھی ہوگا وہ بھی ایسی حرکتیں نہیں کرے گا جو قیامت میں عذاب کا موجب ہوں۔ یقین رکھنے والا تو بدرجہ اولیٰ ایسی حرکتوں سے باز رہے گا۔

معلوم ہوا کہ معاملات میں خرابی اور لین دین میں بے انصافی کر کے دوسرے کے حقوق مار لینا یہ اس بات کی کھلی ہوئی پہچان ہے کہ یا تو اس شخص کو آخرت کی جواب دہی کا یقین ہی نہیں اور اسے یہ خیال ہی نہیں کہ ایک دن اللہ کے سامنے بھی حاضر ہونا ہے اور زندگی کے ایک ایک کام کی جواب دہی کرنا ہے یا پھر یہ عقیدہ اتنا کمزور ہے کہ زندگی پر عملاً اس کا کوئی اثر نہیں پڑ رہا۔ تو یہاں حق تعالیٰ ڈرا رہے ہیں کہ لوگوں کے حق مارنے والے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جس پر نہ تو کوئی چھپی ہوئی بات پوشیدہ ہے نہ ظاہر بات اور وہ دن بھی نہایت ہولناک اور خطرناک ہوگا بڑی گھبراہٹ اور پریشانی والا دن ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہوگا۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا۔ بعض کے ایڑیوں تک پسینہ ہوگا بعض کے گھٹنوں تک۔ بعض کی کمر تک۔ بعض کو ان کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا۔ العیاذ باللہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ

منقول ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر نے اس سورۃ کو نماز میں شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے۔ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ تو کمال خوف سے رونے لگے یہاں تک کہ بے تاب ہو کر گر پڑے اور اس وقت کی نماز ادا نہ کر سکے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

ہرگز نہیں بدکار لوگوں کا نامۂ اعمال سجین میں رہے گا۔اور آپ کو معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے۔وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے۔اس روز

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝

جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔جو کہ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔اور اسکو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا مجرم ہو۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا

جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں۔ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝

اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جاویں گے۔پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۷

پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	كِتٰبَ اعمال نامہ	الْفُجَّارِ بدکار	لَفِيْ البتہ میں	سِجِّيْنٍ سجین	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ خبر ہے تجھے	مَا سِجِّيْنٌ کیا ہے سجین
كِتٰبٌ ایک دفتر	مَّرْقُوْمٌ لکھا ہوا	وَيْلٌ خرابی	يَّوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے ہیں		
بِيَوْمِ الدِّيْنِ روزِ جزاوسزا	وَمَا يُكَذِّبُ اور نہیں جھٹلاتا	بِهٖ اس کو	اِلَّا مگر	كُلُّ ہر	مُعْتَدٍ حد سے بڑھ جانیوالا	اَثِيْمٍ گنہگار	اِذَا جب	تُتْلٰى پڑھی جائیں
عَلَيْهِ اس پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں	قَالَ کہے	اَسَاطِيْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	رَانَ زنگ پکڑلیا ہے	عَلٰى پر
قُلُوْبِهِمْ اُن کے دل	مَا جو	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے	كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّهُمْ بیشک وہ	عَنْ سے	رَّبِّهِمْ اپنا رب	يَوْمَئِذٍ اس دن	
لَّمَحْجُوْبُوْنَ روک دیئے جائیں گے	ثُمَّ پھر	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَصَالُوْا داخل ہونیوالے	الْجَحِيْمِ جہنم	ثُمَّ پھر	يُقَالُ کہا جائیگا	هٰذَا یہ	
الَّذِيْ وہ جو کہ	كُنْتُمْ تم تھے	بِهٖ اسکو	تُكَذِّبُوْنَ تم جھوٹ جانتے					

کافروں اور فاجروں کا اعمالنامہ

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے کرلیں آگے کچھ ہونے والا نہیں۔مرکر خاک ہو جائیں گے۔قصہ ختم۔ان کا یہ خیال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان کے گمان کے موافق کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔ضرور پوچھ گچھ ہونی ہے۔حساب کتاب ہونا ہے اور جزاوسزا اٹل ہے۔اور اسی لئے ہر شخص کا اعمالنامہ مرتب ہو رہا ہے۔

جو لوگ کافر و فاجر ہیں ان کے اعمال نامے ایک مخصوص دفتر میں محفوظ کردیئے جاتے ہیں جس کا نام سجین ہے اب سجین کیا ہے؟اس کے جواب میں فرمایا گیا كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یعنی وہ ایک نشانی لگے ہوئے دفتر کی جگہ ہے۔جس میں مجرموں کے نام ونشان اور اعمال کی کیفیت سب لکھی ہوئی ہے۔سجین جو سجن سے مشتق ہے۔جس کے معنی ہیں قید خانہ۔اس کی حقیقت اور تفصیلی نوعیت تو حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن احادیث اور اقوال صحابہؓ و تابعین میں

سجین کی تشریح یوں آئی ہے کہ سجین ایک دفتر ہے جس میں ہر ایک مجرم کے نام ونشان درج ہیں اور بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے جن کا ذکر اس سے پہلی سورۃ میں آ چکا ہے ان مجرم کفار وفجار کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ اس دفتر میں داخل کرتے ہیں۔ نیز کفار وفجار کی ارواح بھی مرنے کے بعد اسی سجین کے قید خانہ میں جاتی ہیں۔ جو جہنم کا ایک طبقہ ہے اور ساتویں زمین کے نیچے ہے جو نہایت تنگ وتاریک جگہ ہے جہاں درد وغم کے سوائے اور کچھ نہیں۔

تو سجین مجرموں کا قید خانہ عالم پستی میں ہے اور جیسا کہ جیل خانوں میں قیدیوں کے لئے دفتر رہا کرتا ہے اور جب کوئی قیدی آتا ہے تو اس کا نام ونشان وغیرہ سب دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے اسی طرح مجرموں کے اعمال نامہ محفوظ رکھنے اور ان کے نام ونشان مندرج ہونے اور ان کی روح قیامت تک رہنے کے لئے سجین ہے جو جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے۔

آگے ان کے اعمال کی جزا کا بیان ہے کہ آج جو لوگ اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کی اطاعت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور آخرت کا انکار کر رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنی اس روش کا خمیازہ بھگتنا نہ پڑے گا تو ایسا ہرگز نہیں ان جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی اور وہ دن دور نہیں بس مرنے کی دیر ہے کہ منکرین سجین میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

منکرین کی جسارتیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص روز جزا کا منکر ہے فی الحقیقت وہ اللہ کی ربوبیت، اس کی قدرت، اس کے عدل وحکمت سب کا منکر ہے اور جو ان چیزوں کا منکر ہو وہ جس قدر حد سے نکلنے والا اور گناہوں میں دلیر ہو تھوڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ہدایات آتی ہیں تو وہ سن کر مزاق میں اڑا دیتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ ایسی باتیں لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ وہی پرانی کہانیاں اور فرسودہ افسانے۔ ایسی کہانیاں بہت سنی ہیں ان میں کیا دھرا ہے۔ بھلا ہم ان نقلوں اور کہانیوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ انکار کرنے والے اور قرآن کو اگلوں کے قصے بتلانے والے اور گناہوں اور نافرمانیوں میں حد سے بڑھنے والے جو سمجھے ہوئے ہیں ویسا ہرگز نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات قرآنیہ تو ایسی ہی ہیں کہ ان میں کسی شک وشبہ کا موقع نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے گناہوں کی کثرت سے اعمال بد کا زنگ چڑھ گیا ہے اس لئے صحیح حقیقت ان کے دل میں نہیں اترتی اور یہ ایسی باتیں بناتے ہیں۔

انجام سے غافل نہ رہو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انکار وتکذیب کے انجام سے وہ بے فکر نہ ہوں وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مومنین حق سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار پر انوار کی دولت سے مشرف ہوں گے جو آخرت میں تمام جسمانی وروحانی لذات ونعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوگی اور بدبخت مجرم محروم رکھے جائیں گے۔ پھر جب وہ ایسے ناپاک اور گندے ہیں تو ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا کہ وہ اسی لائق ہیں اور پھر ان کو مزید شرمندہ کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ وہ جہنم جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے اور جھٹلاتے تھے یہی تو ہے اب بھی یقین آیا کہ نبیوں کا فرمانا برحق تھا۔ اور اللہ کی کتاب میں دی ہوئی خبر بالکل سچ تھی۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہمارے قلوب کو اپنی معرفت اور ذکر وفکر سے منور فرما۔ اور ہمیشہ ہم کو توبہ واستغفار سے اپنے قلوب کو صاف وشفاف رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

یَا اللہ بہت سے گناہ بڑے تھے لیکن میں نے ان کو چھوٹا سمجھا اور محض اس خیال سے کہ کر لو دیکھا جائے گا میں کر گزرا۔ اب آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ بچنے کی توفیق دیدینا اب میں معافی چاہتا ہوں ایسے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝١٨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝١٩ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٢٠ يَّشْهَدُهُ

ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامۂ عمل علیین میں رہے گا۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے۔ جس کو

الْمُقَرَّبُوْنَ ۝٢١ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝٢٢ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝٢٣ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

مقرب فرشتے دیکھتے ہیں نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے۔ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو اُن کے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانے گا۔

نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝٢٤ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝٢٥ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۚ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

اُن کو پینے کے لئے شراب خالص سربمہر جس پر مُشک کی مہر ہوگی ملے گی۔ اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔

الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝٢٦ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝٢٧ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝٢٨

اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی۔ یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے۔

كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	كِتٰبَ اعمالنامہ	الْاَبْرَارِ نیک لوگ	لَفِيْ البتہ میں	عِلِّيِّيْنَ علیین	وَمَآ اور کیا	اَدْرٰىكَ تجھ خبر	مَا عِلِّيُّوْنَ کیا علیین
كِتٰبٌ ایک دفتر	مَّرْقُوْمٌ لکھا ہوا	يَّشْهَدُهُ دیکھتے ہیں	الْمُقَرَّبُوْنَ نزدیک والے	اِنَّ بیشک	الْاَبْرَارَ نیک بندے	لَفِيْ نَعِيْمٍ البتہ نعمت آرام میں		
عَلَى پر	الْاَرَآئِكِ تخت	يَنْظُرُوْنَ دیکھتے ہوں گے	تَعْرِفُ تو پہچان لے گا	فِيْ میں	وُجُوْهِهِمْ ان کے چہرے	نَضْرَةَ تروتازگی	النَّعِيْمِ نعمت کی	
يُسْقَوْنَ انہیں پلائی جاتی ہے	مِنْ سے	رَّحِيْقٍ خالص شراب	مَّخْتُوْمٍ سربمہر	خِتٰمُهٗ اس کی مہر	مِسْكٌ مشک	وَفِيْ اور میں	ذٰلِكَ اس	
فَلْيَتَنَافَسِ چاہیے رغبت کریں	الْمُتَنَافِسُوْنَ رغبت کرنیوالے	وَمِزَاجُهٗ اس کی آمیزش	مِنْ سے	تَسْنِيْمٍ تسنیم	عَيْنًا ایک چشمہ			
يَّشْرَبُ پیتے ہیں	بِهَا اس سے	الْمُقَرَّبُوْنَ مقرب						

نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے

ان آیات میں بتلایا گیا کہ ابرار یعنی نیک لوگوں کے نامۂ اعمال علیین میں ہوں گے۔ احادیث کی تشریح کے مطابق علیین ساتویں آسمان کے اوپر ہے جہاں ابرار کے اعمال نامے محفوظ دفتر میں رکھ دیئے جاتے ہیں اور جس کی نگرانی پر مقرب فرشتے مامور کئے گئے ہیں۔ اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ جب ایمان دار نیک بندہ مرنے کو ہوتا ہے تو نورانی فرشتے اس کے روبرو آ بیٹھتے ہیں اور اس مومن کے قریب ہو کر نہایت نرمی اور لطف سے کہتے ہیں لو چلو خدا کی رحمت و مغفرت اور باغ بہار اور عیش دل پسند کی طرف۔ تب اس کی روح فرحت ونشاط سے بدن سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لیتی ہے اور وہ اس کو لے کر عالم بالا کی طرف جاتے ہیں اور راستہ میں جہاں ملائکہ ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ یہ کون معطر اور روشن روح ہے وہ ملائکہ جو لئے جا رہے ہیں اس کا بڑی تعظیم سے نام بتلاتے ہیں یہاں تک کہ اس کو وہاں تک لے جاتے ہیں کہ جہاں تک اس کی رسائی اس کی نورانیت وصفائی کی وجہ سے ہوتی ہے پھر کسی کو اول آسمان تک کسی کو دوسرے تک حتیٰ کہ کسی کو ساتویں آسمان تک پھر وہیں حکم خداوندی ہوتا ہے کہ میرے بندہ کا نام علیین کے دفتر میں لکھو تب وہ روح وہاں آتی ہے اور جو اس سے پہلے وہاں آئے ہیں ان سے بڑی خوشی کے ساتھ ملتے ہیں اور جس طرح سفر سے آنے والے سے مل کر خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ اُن کو خوشی

ہوتی ہے تب وہاں کی روحیں اپنے دنیاوی اقارب کا حال اس سے دریافت کرتی ہیں کہ فلاں کیسا ہے فلاں کا کیا حال ہے۔ پھر جو یہ بعض کی نسبت کہتا ہے کہ وہ مرگیا کیا تمہارے پاس نہیں آیا تب وہ کہتے ہیں کہ افسوس وہ تو ہاویہ میں گرایا گیا۔ یہاں تک تو عالم برزخ کا حال تھا جو مرنے کے بعد ابرار اور مقربین پر گزرتا ہے۔

نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے

آگے ان کے عالم آخرت کے متعلق بیان فرمایا جاتا ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ بلاشبہ ابرار یعنی نیک لوگ بڑی آسائش اور آرام میں ہوں گے۔ قرآن پاک میں اہل ایمان صالحین کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا ہے ایک تو اصحاب یمین اور ان سے بڑھ کر السابقون۔ پھر بعض جگہ اصحاب یمین کو ابرار اور سابقین کو مقربین سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اصحاب یمین اور ابرار ایک ہی جماعت کا نام ہے اور سابقین و مقربین دوسری جماعت کا نام ہے۔ اصحاب یمین اور ابرار جماعت میں صلحاء اور شہداء امت داخل ہیں اور سابقین اور مقربین میں حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہیں جن کو صدیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اس طرح اہل جنت چار قسم کے ہوگئے۔ نبیین' صدیقین' شہداء' والصالحین۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ نیک لوگ نعیم یعنی نعمتوں میں ہوں گے۔ اب اس میں وہ تمام نعمتیں آگئیں کہ جن کو انسان کا دل چاہے۔ عمدہ مکان' باغ و بہار' نفیس کپڑے' حور وغلمان۔ ہر طرح کی سواریاں کھانے پینے کی دل پسند چیزیں' فرحت وسرور کے سب سامان کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے کان نے سنا اور نہ کسی کے ذہن میں آئے۔ یہ سب لفظ نعیم میں شامل ہیں۔

دیدار الٰہی

آگے فرمایا عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ مسہریوں یا تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے نظارہ کیا کریں گے اور جنت کے عجائبات دیکھا کریں گے اور دیدار الٰہی سے آنکھیں شاد کریں گے اور جنت کے عیش وآرام سے ان کے چہرہ ایسے پررونق اور تروتازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش وآرام میں ہیں۔ لکھا ہے کہ اہل جنت کا کوئی قرابت دار کا فرومشرک عذاب میں مبتلا نظر آئے گا تو ان کی محبت کا رشتہ اس سے بالکل منقطع ہو جائے گا اور ان کے عیش ونشاط میں ان قرابت دار کفار کے برے حال دیکھنے سے کوئی تغیر پیدا نہ ہوگا اور ان کے چہروں پر وہی شادمانی اور نعمتوں کے آثار اور تازگی نمایاں ہوگی اور چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کے نورانی چہرے جگمگادیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ شادمانی اور چہروں کی نورانیت وتازگی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ آمین۔

شراب خالص پلائی جائے گی

آگے فرمایا گیا يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ یعنی ابرار اہل جنت کو شراب خالص پینے کو دی جائے گی جس میں نہ تلخی ہوگی نہ بدبو نہ نشہ ہوگا نہ خمار نہ دردسر ہوگا نہ بے ہوشی و بدحواسی بلکہ وہ ایک ایسی نادر شراب ہوگی جو ان باتوں سے پاک ہوگی۔ سربمہر ہوگی اور مشک کی مہر لگی ہوگی۔

آگے فرمایا گیا وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔ یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اس کی طرف رغبت کریں ہاں یہ جنتی شراب طہور ہے جس کے لئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونا چاہئے۔ یعنی لائق تحصیل یہ نعمتیں ہیں نہ کہ نعماء دنیا اور ان کی تحصیل کا طریق ایمان اور نیک اعمال ہیں پس اس میں کوشش کرنا چاہئے۔ آگے بتلایا گیا ومزاجہ من تسنیم اس شراب طہور کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی۔ قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی ملا کر پیتے ہیں تو اس شراب طہور کی آمیزش کے لئے تسنیم کا پانی ہوگا اور وہ تسنیم کیا ہے؟ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی ایک ایسا چشمہ ہے جس سے صرف مقرب بندے پئیں گے۔ یعنی مقربین جن کو قرآن میں سابقین بھی کہا گیا ہے جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہوں گے ان کو تسنیم کا خالص پانی پینے کو ملے گا اور ابرار واصحاب الیمین میں مومنین صالحین ان کو اس تسنیم کا پانی ملا کر شراب طہور میں دیا جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝

جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔ اور جب ان کے سامنے سے ہو کر گذرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝

اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگیاں کرتے اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں۔

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى

حالانکہ یہ اُن پر نگرانی کرنے والے کرکے نہیں بھیجے گئے۔ سو آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے۔

الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے۔ واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔

اِنَّ بیشک	اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اَجْرَمُوْا جرم کیا انہوں نے	كَانُوْا وہ تھے	مِنَ سے	اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	يَضْحَكُوْنَ ہنستے	وَاِذَا اور جب
مَرُّوْا گزرتے	بِهِمْ ان سے	يَتَغَامَزُوْنَ آنکھ مارتے	وَاِذَا اور جب	انْقَلَبُوْا وہ لوٹتے	اِلٰى طرف	اَهْلِهِمُ اپنے گھر والے	انْقَلَبُوْا لوٹتے
فَكِهِيْنَ ہنستے باتیں بناتے	وَاِذَا اور جب	رَاَوْهُمْ انہیں دیکھتے	قَالُوْا کہتے	اِنَّ بیشک	هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	لَضَآلُّوْنَ گمراہ	وَمَآ اُرْسِلُوْا اور نہیں بھیجے گئے
عَلَيْهِمْ ان پر	حٰفِظِيْنَ نگہبان	فَالْيَوْمَ پس آج	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والے	مِنَ سے	الْكُفَّارِ کافر	يَضْحَكُوْنَ ہنستے ہیں	عَلَى پر
الْاَرَآئِكِ تخت	يَنْظُرُوْنَ دیکھتے ہیں	هَلْ کیا	ثُوِّبَ بدلہ دیا گیا	الْكُفَّارُ کافر	مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے		

کافر و سرکش مومنوں پر ہنستے تھے

گذشتہ میں پہلے کفار و فجار کا ذکر ہوا تھا۔ پھر ان کے مقابلہ میں مومنین صالحین کا ذکر فرمایا گیا اب ان خاتمہ کی آیات میں نیک و بد ہر دو فریق کا مجموعہ حال مذکور ہے۔ واضح رہے کہ یہ مکی سورۃ ہے جب کہ کفار قریش اور مشرکین مکہ اپنے غلبہ اور سرداری اور دنیوی سامان عیش وعشرت کے باعث نادار اور مفلس، کم مایہ اور بے حیثیت مومنین جیسے حضرت عمارؓ حضرت خبابؓ حضرت بلالؓ وغیرہ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان پر آوازے کسے جاتے تھے اور معاذ اللہ ان غریب مسلمین کو باپ دادا کے دین کو چھوڑ دینے اور اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے گمراہ اور دین سے بھٹکا ہوا خیال کرتے تھے۔ اور آخرت کی بات کے لئے دنیا کی لذتیں چھوڑ دینے پر ان حضرات صحابہ کرام کو کفار احمق بتلاتے کہ یہ کیسے بے عقل لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے کو جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد مزوں سے محروم کر رکھا ہے۔ نافرمانوں کی ایک عادت بد یہاں ان آیات میں یہ بتلائی گئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے تحقیراً ہنسا کرتے تھے۔ اول تو کسی پر ہنسنا یوں بھی برا ہے۔ اس کی دل شکنی کا باعث ہے اور یہ اخلاق اور مروت انسانی سے بعید ہے پھر خود مجرم ہو کر جو خدا کے مطیع ہیں ان پر ہنسنا یہ تو نہایت ہی فعل بد ہے کیوں کہ جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو ضرور اپنے کو بہتر اور دوسرے کو کمتر سمجھتا ہے اور یہ بھی ایک سخت عیب ہے۔ پھر جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو اپنے آپ کو اس حالت سے کہ جس پر ہنس رہا ہے محفوظ سمجھتا ہے اور یہ نہیں خیال کرتا کہ مجھ سے بھی کوئی بالا دست ہے جو ممکن ہے مجھے اس سے بھی بدتر کر دے اور اس کو مجھ سے بہتر بنا

دے۔ تو ایسا شخص جو دوسرے کو کمتر جان کر ہنستا ہے حوادث دہر اور قدرت کے انقلابات سے غافل ہے اور یہ خدا تعالیٰ کو غصہ میں لانے والی بات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کسی پر طعن کرے گا خود اسی میں مبتلا ہوگا۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے جو کسی پر ہنسے گا وہ ہنسا جائے گا۔

کفار کی دوسری حرکت

آگے مجرموں کا دوسرا فعل بد یہ بیان فرمایا گیا وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ اور ایمان والے جب ان کافروں کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ یہ بھی ایک کمینہ خصلت ہے اور اکثر نالائق طعن اور طنز کی راہ سے دوسروں کی طرف آنکھیں مارا کرتے ہیں اور منہ بنا کر اشارے کیا کرتے ہیں تو مشرکین مکہ ان خدا پرست صحابہ کے ساتھ یہی کیا کرتے تھے اور ان کی غرض اس سے ان کی تحقیر ہوتی تھی جو ان کی ظاہری شکستہ حالی پر اپنی ثروت و دولت کے زور میں ہنستے اور آنکھیں مارتے کہ لو یہ ہیں جنت کے وارث۔ حوروں کے شوہر جب ان کی دنیا میں یہ حالت ہے تو وہاں کیا ہوگا اور ہم جب یہاں دنیا میں عزت والے ہیں تو کیا وہاں ان سے بڑھ کر رتبہ نہ ملے گا۔ ان کو دیکھو جنہوں نے جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد سے اپنے کو محروم کر رکھا ہے۔ اس طرح کفار خوش طبعی کرتے اور مسلمانوں پر پھبتیاں کستے۔

تیسری حرکت

آگے ان کفار کا تیسرا فعل بد بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو وہاں بھی ایمان والوں کا تذکرہ کر کے دل لگیاں کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے غائبانہ اور حاضری ہر حالت میں ان کفار کا اہل ایمان کی تحقیر اور استہزاء کا مشغلہ رہتا تھا۔

چوتھی حرکت

آگے چوتھا فعل بد ان کفار کا بیان فرمایا گیا۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ اور جب کفار اہل اسلام کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں کہ خواہ مخواہ زہد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور ادھار لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لاحاصل مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ کیا یہ کھلی ہوئی غلطی نہیں کہ سب گھر بار عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہو لئے اور اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھے اور ہر وقت نماز روزہ وعظ نصیحت ہی میں پھنسے رہتے ہیں۔ کھیل، تماشہ، تفریح، ہنسی دل لگی، ناچنا، گانا حسینوں میں دل بہلانا سب کچھ چھوڑ دیا۔ بھلا دیکھو تو سہی جب دنیا میں بھی مزے چھوڑ بیٹھے تو اور کیا رکھا ہے جس کے لئے جینے کی تمنا کریں۔ ان وجوہات کی بناء پر کفار مکہ اہل اسلام کو کم عقل اور غلطی پر ہونے کا الزام لگاتے۔

جب آنکھیں کھلیں گی

آگے بتلایا جاتا ہے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ

یعنی ان کافروں اور مجرموں کو ان حرکات کا پتہ قیامت کے دن معلوم ہوگا جب کہ اہل ایمان ان کافروں پر ہنستے ہوں گے اور وہاں وہی لوگ جن کو آج دنیا میں احمق بنایا جاتا ہے۔ عقلمند ثابت ہوں گے آج جن پر ہنسا جا رہا ہے کل قیامت میں وہی ان ہنسنے والوں پر ہنس رہے ہوں گے۔ مسہریوں پر آرام سے بیٹھے اپنی خوشحالی اور کافروں کی بدحالی کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے کہ جو لوگ ان پر ہنسا کرتے تھے ان کو اپنے کرتوتوں کی پوری پوری سزا مل گئی کہ طوق اور زنجیروں میں کسے ہوئے جہنم کے اندر آگ میں جلتے بھنتے ہوں گے۔ روایات میں ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کچھ دریچے اور کھڑکیاں ہوں گی جب مومن اہل جنت اپنے دین کے دشمن کافروں کو دیکھنا چاہے گا تو کھڑکیوں سے دوزخ کے اندر جھانکے گا اور کافروں کو عذاب ہوتا دکھائی دے گا تو مومن ان کفار پر ہنسیں گے۔

خلاصہ

اس سورت میں بھی بنیادی عقائد سے بحث کی گئی ہے یوم القیامۃ کے احوال اور اھوال اس میں خاص طور پر مذکور ہیں لیکن اس کی ابتدائی آیات میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو "تطفیف" جیسی اخلاقی کمزوری میں مبتلا ہیں۔ "تطفیف" کا معنی ہے ناپ تول میں کمی کرنا ارشاد ہوتا ہے "بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں" بعض حضرات نے تطفیف کا دائرہ وسیع کر دیا ہے امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تطفیف وزن اور کیل میں بھی ہوتی ہے عیب کے ظاہر کرنے اور چھپانے میں بھی انصاف کے لینے اور دینے میں بھی جو شخص اپنے لیے تو پورا پورا انصاف چاہتا ہے مگر دوسروں کے ساتھ انصاف نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں "مطفف" ہے۔ یونہی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہ چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اسی طرح جو شخص لوگوں کے عیب دیکھتا ہے مگر اپنے عیب نہیں دیکھتا اسی طرح جو لوگوں سے اپنے حقوق مانگتا ہے لیکن ان کے حقوق ادا نہیں کرتا تو یہ سب لوگ اس وعید کے مستحق ہیں جو وعید یہاں "مطففین" کیلئے بیان ہوئی ہے۔ "مطففین" کی مذمت کے بعد ان سیاہ دلوں اور بدکاروں کا انجام بتایا ہے جو اللہ کے نور کو بجھانے کیلئے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں پھر ان کے مقابلے میں ان صلحاء اور ابرار کا تذکرہ ہے جنہیں آخرت میں دائمی نعمتیں میسر آئیں گی۔ سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ یہ سیاہ دل دنیا میں اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے لیکن قیامت کے دن معاملہ الٹ ہو جائے گا اور نیک لوگ ان بدکاروں کا مذاق اڑائیں گے۔

سورۃ التطفیف کی خواص

۱..... جو آدمی اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب رحیق مختوم پلائیں گے۔

۲..... اگر کسی سٹور کی ہوئی چیز کی حفاظت مقصود ہو تو اس سورۃ کو پڑھ کر اس چیز پر دم کر دیں ان شاء اللہ آپ کا مال محفوظ رہے گا۔

فائدہ: لیکن یہ یاد رکھیں کہ جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور ناجائز منافع خوری کے لئے غلہ اور دیگر اشیائے ضرورت کا سٹاک کرتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی فائدہ نہ ہوگا جو کام شرعاً ممنوع ہے اس کی حفاظت کے لئے شرعی چیزوں کا سہارا لینا الٹا گناہ ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں اپنی مرضیات کے موافق گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ میں آپ سے گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے غضب کے قریب ہو گیا ہوں یا کسی مخلوق کو گناہ کی طرف لے گیا یا ایسی خواہش دلائی ہو کہ وہ اطاعت و عبادت سے دور ہو گیا ہو۔

یَا اَللّٰہُ میں نے عجب کیا ہو ریاکاری کی ہو کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو کینہ حسد تکبر اسراف کذب غیبت خیانت چوری اپنے اوپر اترانا دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت و عصبیت میں آ کر بے جا سخاوت ظلم لہو و لعب چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آ گیا ہوں الٰہی! مجھے معاف فرما دے۔

یَا اَللّٰہُ غیر اللہ سے عقلی طور پر ڈر گیا ہوں تیرے کسی ولی سے دشمنی کی ہو الٰہی! تیرے دشمنوں سے دوستی کی ہو اور تیرے دوستوں کو رسوا کیا ہو یا تیرے غضب میں آ جانے کا کام کیا ہو تو الٰہی! مجھے معاف فرما دے میری توبہ ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً 3

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا

جب آسمان پھٹ جاوے گا۔ اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے۔ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جاوے گی۔ اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر

وَتَخَلَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۗ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ

اُگل دے گی اور خالی ہوجاوے گی۔ اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے۔ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جا ملے گا۔

اِذَا جب	السَّمَآءُ آسمان	انْشَقَّتْ پھٹ جائے گا	وَاَذِنَتْ اور سن لے گا	لِرَبِّهَا اپنے رب کا	وَحُقَّتْ اور اسی لائق ہے	وَاِذَا اور جب	الْاَرْضُ زمین
مُدَّتْ پھیلادی جائیگی	وَاَلْقَتْ اور نکال ڈالیگی	مَا فِيْهَا جو اس میں	وَتَخَلَّتْ اور خالی ہوجائیگی	وَاَذِنَتْ اور سن لیگا	لِرَبِّهَا اپنے رب کا	وَحُقَّتْ اور اسی لائق ہے	
يٰٓاَيُّهَا اے	الْاِنْسَانُ انسان	اِنَّكَ بیشک تو	كَادِحٌ تکلیف اٹھانے والا	اِلٰى طرف	رَبِّكَ اپنا رب	كَدْحًا خوب تکلیف	فَمُلٰقِيْهِ پھر اس کو ملنا ہے

وجہ تسمیہ، ترتیب

اس سورة کی ابتدا ہی اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا۔ انشقاق کے معنی ہیں پھٹ جانا۔ اسی مناسبت سے اس سورة کا نام انشقاق ہوا۔ یہ بھی مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ یہ سورة بھی ان سورتوں میں سے ایک ہے جن کا اصل موضوع قیامت اور جزائے اعمال ہے۔

جب آسمان پھٹ جائے گا

اس سورة کی ابتداء بھی سابقہ سورة تکویر اور سورة انفطار کی طرح قیامت کے بعض واقعات کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں۔ یہ آسمان اور زمین باوجود اس قدر شاندار مضبوط اور محکم نظر آنے کے اللہ عزوجل کے حکم کے تابع ہیں اور اس کے فرمان کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں جب تک وہ انہیں اس شکل میں قائم رکھنا چاہتا ہے یہ قائم ہیں۔ جس وقت اس کا حکم ہوا کہ ختم ہو جائیں یہ ختم ہو جائیں گے۔ یہ اس کے حکم کے خلاف نہیں چل سکتے چنانچہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ جب کہ آسمان پھٹ جائے گا اور یہ بات کچھ محال اور ناممکن نہیں اس لئے کہ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وہ اپنے رب کا حکم سن لے گا یعنی جو کچھ امر تکوینی اس کی نسبت صادر ہوگا اس کو وہ فوراً قبول کرے گا۔ ادھر خدا کا حکم ہوا ادھر آسمان کا انشقاق فوراً وقوع پذیر ہو جائے گا۔ اور آسمان پر وہی حالت طاری ہو جائے گی جو خدا چاہے گا آگے فرمایا۔ وحقت یعنی آسمان کو لائق بھی یہی ہے کہ فوراً تعمیل حکم کرے کیونکہ آسمان اپنے وجود اور بقا میں اسی قدرت والے خدا کا محتاج ہے تو اس آسمان کا وجود و عدم دونوں اس خدا کے آگے یکساں ہیں جب تک چاہے قائم رکھے اور جب چاہے نیست و نابود کر دے۔

اور جب زمین کھینچ دی جائے گی

آگے بتلایا گیا وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائیگی۔ اور وہ اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ یعنی اس دن زمین اس طرح کھینچ کر پھیلادی جائے گی جس طرح چمڑا یا ربڑ کھینچا جاتا ہے۔ تب یہ زمین فراخ اور وسیع ہو جائے گی اور اس کی سطح بالکل ہموار ہوگی تاکہ سب

اولین و آخرین اس پر سما سکیں اور اس دن زمین کے اندر جس قدر مردے ہوں گے خدا کے حکم سے زمین ان کو باہر ڈال دے گی اور اس کا پیٹ مردوں سے بالکل خالی ہو جائے گا۔ اور یہ سب کچھ وہ اپنے رب کے حکم سے کرے گی۔ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور زمین کو لائق بھی یہی ہے کہ وہ تعمیل حکم کرے کیوں کہ اس کا وجود اور عدم وجود بھی اسی خداوند ذوالجلال کے ہاتھ میں ہے۔

جزا کا دن

تو ان آیات کی ابتدا لفظ اذا سے ہوئی ہے جس کے معنی ہیں جب یعنی جب ایسا اور ایسا ہوگا۔ تو پھر کیا ہوگا؟ یہ بات یہاں بیان نہیں کی گئی لیکن اس کی تفصیل قرآن پاک میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ جب ایسا ہوگا تو وہی جزا کا دن ہوگا۔ اس دن انسانوں کو ان کے کاموں کا بدلہ ملے گا اور اس دن ہر شخص کا دنیا میں کیا دھرا سب سامنے آ جائے گا۔

دعوت فکر

اس حقیقت کے اظہار کے بعد آگے تمام انسانوں کو براہ راست خطاب فرمایا جاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک یعنی مرنے کے وقت تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر تو قیامت میں اس سے جا ملے گا۔ اس میں تمام انسانوں کی طرف خطاب ہے۔ نیک ہو یا بد مومن ہو یا کافر کہ تو جو دنیا میں سرگرمی کر رہا ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی کام و جدو جہد میں لگا ہوا ہے اس کی قوتیں اور اس کی صلاحیتیں مختلف کاموں میں صرف ہو رہی ہیں۔ کوئی نیکی اور حسنات میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے۔ کوئی اپنے رب کی اطاعت اور اس کو راضی رکھنے کی فکر و کوشش میں لگا ہوا ہے۔ کوئی طلب دنیا اور اس کے لذات و شہوات کے حاصل کرنے میں سرگرداں ہے۔ تو اے انسان تجھے یہ تیری کوشش اور عمل کا نیک و بد پھل ضرور ملنا ہے۔ یونہی عبث نہیں چھوڑا جائے گا کہ مر کر خاک ہو گیا آگے کچھ نہیں۔ یہ دنیا کی ساری محنتوں اور کوششوں کا بدلہ تجھے تیرے رب کے پاس سے مل کر رہے گا اور اسی غرض کے لئے تجھے اپنے حقیقی مالک اور آقا کے حضور پیش ہونا پڑے گا اور اچھے کاموں کا بدلہ بھی ملے گا اور برے کاموں کا بھی گویا اس میں کمال درجہ کی تنبیہ ہے کہ دنیا میں انسان جو بھی کرے آنکھ بند کر کے نہ کرے محض آبائی تقلید اور پابندی رسم و رواج میں اندھا بن کر نہ کرے بلکہ سوچ سمجھ کر کرے کہ کیا کر رہا ہے کیونکہ ایک روز یہی آج کا کرنا دھرنا سب سامنے آئیگا۔

فائدہ

یہاں ان آیات میں آسمان اور زمین دونوں کے متعلق وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ جو فرمایا یعنی آسمان و زمین دونوں اپنے رب کے حکم پر کان دھریں گے اور یہی ان کے لئے زیبا بھی ہے تو اس حقیقت کے اظہار میں ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور اس کے اقتدار کو سامنے لاتا ہے اور انسان کو یہ بتاتا ہے کہ جس خدا کی اطاعت سے اے غافل اور منکر انسان تو منہ موڑ رہا ہے اس کا حکم کس طرح اس پوری کائنات پر حاوی ہے اور دوسری طرف اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کی ایک دلیل پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ آسمان و زمین اس لئے اس کے حکم پر کان دھرتے ہیں کہ وہ ان کا رب ہے۔ ان کا آقا خالق اور مالک ہے اور ان کے وجود اور بقا کا مدار اسی کے حکم اور اسی کے رحم پر ہے۔ پھر جب انسان بھی اس کائنات کا ایک جزو ہے اور اس کا رب بھی وہی اللہ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اس کے احکام پر کان نہ دھرے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت و آخرت پر ایمان کے ساتھ ایسا یقین کامل ہی ہم کو نصیب فرمائیں کہ اس دنیا میں ہم آخرت سے کسی لمحہ غافل نہ ہوں۔ یا اللہ ہمیں اس دنیا میں اپنا فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت میں ہم کو موت نصیب فرمایئے۔ اور انجام کی کامیابی اور کامرانی نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ

تو جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا۔سو اس سے آسان حساب لیا جاوے گا۔اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًاۙ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًاؕ اِنَّهٗ كَانَ

اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا۔سو وہ موت کو پکارے گا۔اور جہنم میں داخل ہوگا۔یہ شخص اپنے متعلقین میں

فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَۚۛ بَلٰۤى ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًاؕ

خوش خوش رہا کرتا تھا۔اُس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے۔کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا۔

فَاَمَّا پس	مَنْ جو	اُوْتِیَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکا اعمالنامہ	بِیَمِیْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	فَسَوْفَ پس عنقریب	یُحَاسَبُ حساب لیا جائیگا	حِسَابًا حساب	یَّسِیْرًا آسان	
وَّ یَنْقَلِبُ اور لوٹیگا	اِلٰى طرف	اَهْلِهٖ اپنے اہل	مَسْرُوْرًا خوش خوش	وَ اَمَّا اور وہ	مَنْ جو	اُوْتِیَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکا اعمالنامہ	وَرَآءَ پیچھے	ظَهْرِهٖ اس کی پشت
فَسَوْفَ پس عنقریب	یَدْعُوْا مانگے گا	ثُبُوْرًا موت	وَّ یَصْلٰى اور داخل ہوگا	سَعِیْرًا آگ	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	فِیْ میں	اَهْلِهٖ اپنے اہل	مَسْرُوْرًا خوش وخرم
اِنَّهٗ بیشک اس	ظَنَّ گمان کیا	اَنْ کہ	لَّنْ یَّحُوْرَ ہرگز نہ لوٹیگا	بَلٰى کیوں نہیں	اِنَّ رَبَّهٗ بیشک اسکا رب	كَانَ تھا	بِهٖ اس کو	بَصِیْرًا دیکھنے والا	

خوش نصیب لوگ

گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض حالات کو بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ انسان جو کچھ دنیا میں کر رہا ہے اسے ان کاموں کا بدلہ آخرت میں ضرور مل کر رہے گا۔ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام انسان اپنے دنیا کے اعمال کے لحاظ سے آخرت میں دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ایک گروہ کامیاب اور خوش نصیب ہوگا دوسرا گروہ ناکام و نامراد ہوگا۔کامیاب اور خوش نصیب لوگوں کی یہ علامت ہوگی کہ میدان حشر میں ان کا اعمال نامہ ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔یہ داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جانا خیر و برکت کی نشانی ہوگی اور اس کے لئے بشارت ہوگی کہ یہ اہل خیر میں سے ہے اور اس کے بعد جھٹ پٹ اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعض نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا اللھم حاسبنی حساباً یسیراً اے اللہ میرا حساب آسان فرما۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا آسان حساب یہ ہے کہ بندہ کے اعمال نامہ پر نظر ڈالی جائے اور اس سے درگزر کیا جائے یعنی کوئی پوچھ گچھ اور جرح نہ کی جائے۔بات یہ ہے کہ جس کے حساب میں اس دن جرح کی جائے گی اے عائشہ اس کی خیر نہیں وہ ہلاک ہو جائے گا۔بخاری و مسلم کی ایک صحیح حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں اللہ تعالیٰ ایمان والے اپنے بندے کو اپنی رحمت سے قریب کرے گا اور اس پر اپنا خاص پردہ ڈالے گا اور دوسروں سے اس کو پردہ میں کر لے گا پھر اس سے پوچھے گا کیا تو پہچانتا ہے فلاں گناہ فلاں گناہ وہ کہے گا ہاں اے پروردگار مجھے یاد ہے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے سارے گناہوں کا اقرار کرا لے گا اور وہ بندہ اپنے جی میں خیال کرے گا کہ میں تو ہلاک ہوا۔پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپایا تھا اور آج میں ان کو بخشتا اور معافی دیتا ہوں پھر اس کو نیکیوں والا اعمال نامہ اس کے حوالہ کر دیا جائے گا یعنی اہل محشر کے سامنے صرف نیکیوں والا ہی اعمال نامہ آئے گا اور گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پردہ ہی پردہ میں ختم کر دیں گے۔لیکن اہل کفر اور منافقین کا معاملہ یہ ہوگا کہ ان کے متعلق برسرعام پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اللہ پر جھوٹی

جھوٹی باتیں باندھیں یعنی غلط اور بے اصل خیالات کو اللہ کی طرف نسبت دے کر اپنا دین و مذہب بنایا خبردار اللہ کی لعنت ہے ایسے ظالموں پر۔ غرض ان خوش نصیب لوگوں پر جن کے اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیئے گئے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی عنایات ہوں گی اور وہ بدون بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ ایسے خوش نصیب بندوں کو نہ سزا کا خوف پھر رہے گا نہ اللہ کے غصہ کا ڈر ہوگا۔ نہایت امن و اطمینان سے اپنے مومن دوست و احباب عزیز و اقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آئے گا جو حشر میں اس کے حساب کتاب کی اطلاع کے واسطے منتظر کھڑے ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے ہمارا اعمال نامہ ہمارے داہنے ہاتھ میں دیا جانا مقدر فرمائیں اور ہماری بھی محشر میں پردہ پوشی فرمائیں اور ہمارا حساب آسان فرمائیں۔ آمین۔

بدنصیب گروہ

دوسرا گروہ جو بدنصیب اور شقی ہوگا اور ان کے بدنصیبی کی نشانی اور علامت یہ ہوگی کہ ان کا اعمال نامہ ان کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا اور وہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اللہ کے باغی اور نافرمان رہے اور جنہوں نے اس دنیا ہی کی لذتوں کو اپنا مقصود بنا لیا اور انہوں نے اپنا وقت غفلت میں گزارا یہ دنیا میں اپنے اہل وعیال اور اپنے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ ایسے مگن رہے کہ انہوں نے آخرت کی بالکل پروا نہ کی۔ اور اس کا انکار کیا اور اسی انکار کی وجہ سے غفلت کا شکار رہے اور انجام سے بے پروا ہو کر زندگی گزارتے رہے۔ ایسے لوگوں کو ان کے اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے۔ فرشتے سامنے سے ان کی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے گویا غایت کراہت کا اظہار کیا جائے گا اور ممکن ہے کہ پیچھے کو ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اس لئے اعمال نامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔

الغرض جس بدبخت کو پیٹھ کی طرف سے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ عذاب کے ڈر سے موت کو پکارے گا اور ہائے ہائے کرے گا اور کہے گا کہ موت آجائے تو میں مر کر اس مصیبت سے بچ جاؤں۔ مگر پھر وہاں موت کہاں وہ تو دہکتی ہوئی نار جہنم میں ڈالا جائے گا کہ پڑا وہیں جلا کرے۔ اور وہ کیوں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اس کا سبب بھی بیان فرمایا کہ دنیا میں آخرت سے بےفکر تھا۔ اپنے گھر اور اہل وعیال میں مگن تھا۔ شہوات ولذات کے گھوڑوں پر سوار تھا۔ آخرت کی کچھ فکر نہ تھی بلکہ سرے سے قائل ہی نہ تھا۔ رات دن طلب مال و زر میں مصروف و منہمک رہا۔ نہ حلال و حرام کی کچھ پروا کی نہ جائز و ناجائز کا خیال کیا۔ بس شراب کباب' عیش وعشرت' زنا' ناچ گانا' تماشہ راگ رنگ میں مسرور تھا اور یہ بھی سمجھے ہوئے تھا کہ میں نے اللہ کے پاس جانا نہیں۔ حساب دینا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں جو من چاہا کیا اور گناہ اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔ اس کو تو یہی خیال تھا کہ اسے لوٹ کر خدا کے پاس جانا ہی نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ خیال غلط تھا اس کو لوٹ کر ضرور آنا تھا۔ اور بلاشبہ اس کا رب اس سے باخبر تھا۔ پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا۔ کہ اس کی روح کہاں سے آئی۔ بدن کس طرح کس کس چیز سے بنا پھر دنیا میں اس نے کیا اعتقاد رکھا کیا عمل کیا دل میں کیا بات تھی زبان سے کیا نکلا اور ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی اور بدن کے اجزاء بکھر کر کہاں کہاں پہنچے تو جو خدا اس انسان کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور اس کی ہر جزئی اور کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو تو کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس کو یونہی مہمل اور معطل چھوڑ دے گا۔ نہیں بلکہ ضرور ہے کہ وہ اس کے اعمال پر ثمرات ونتائج مرتب کرے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کے باغی اور ناشکرے اور فرمانبردار اور شکر گزار دونوں قسم کے لوگ بس زندگی گزار کر ختم ہو جائیں۔ باغیوں کو کوئی سزا نہ ملے اور وہ بظاہر عیش وآرام کے ساتھ دنیا میں من مانی زندگی گزارتے رہیں اور وفاداروں کو کوئی انعام نہ ملے بلکہ بظاہر وہ تکلیف اور مصیبت میں رہیں۔ یہ تو بڑی بے انصافی ہوگی۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ بدلہ کا ایک دن آئے اور سب کو بدلہ دیا جائے۔ رحمت کا تقاضا ہے کہ فرمانبرداروں کو نعمت سے نوازا جائے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ مجرموں کو جرم کی سزا بھگتنا پڑے اور حکمت کا تقاضا ہے کہ یہ عالم بے مقصد نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ﴿۱۶﴾ وَالَّيۡلِ وَمَا وَسَقَ ۙ﴿۱۷﴾ وَالۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ﴿۱۸﴾ لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ؕ﴿۱۹﴾

سو میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی۔اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے۔اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے۔کہ تم لوگوں کو ضرور ایک

فَمَا لَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ لَا يَسۡجُدُوۡنَ ؕ۩﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے۔اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے۔بلکہ یہ کافر تکذیب

يُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُوۡعُوۡنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۙ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

کرتے ہیں۔اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔سو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے۔لیکن جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۲۵﴾

اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔

فَلَآ اُقۡسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِالشَّفَقِ شام کی سرخی	وَالَّيۡلِ اور رات	وَمَا اور جو	وَسَقَ سمٹ آتی ہے	وَالۡقَمَرِ اور چاند	اِذَا جب	اتَّسَقَ وہ مکمل ہو جائے
لَتَرۡكَبُنَّ تم کو ضرور چڑھنا ہے	طَبَقًا ایک درجہ	عَنۡ سے	طَبَقٍ درجہ	فَمَا سو کیا	لَهُمۡ انہیں	لَا يُؤۡمِنُوۡنَ وہ ایمان نہیں لائے	وَاِذَا اور جب
قُرِئَ پڑھا جاتا ہے	عَلَيۡهِمُ ان پر	الۡقُرۡاٰنُ قرآن	لَا يَسۡجُدُوۡنَ وہ سجدہ نہیں کرتے	بَلِ بلکہ	الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا جن لوگوں نے کفر کیا	يُكَذِّبُوۡنَ وہ جھٹلاتے ہیں	
وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعۡلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا جو	يُوۡعُوۡنَ بھر رکھتے ہیں	فَبَشِّرۡهُمۡ سو انہیں خوشخبری سنا	بِعَذَابٍ عذاب کی	اَلِيۡمٍ دردناک	اِلَّا سوائے
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے کام کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمۡ ان کیلئے	اَجۡرٌ اجر	غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ نہ ختم ہونیوالا		

ربط: گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض واقعات اور جزاوسزا کا کچھ حال بیان کیا گیا تھا۔اب منکرین قرآن کا یہ حال تھا کہ مر کر مٹی ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہونا ان کی سمجھ میں آتا تھا نہ مرنے کے بعد حساب کتاب اور جزاوسزا کے وہ قائل تھے اس لئے آگے ان آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ بطور اتمام حجت کے منکرین قرآن وقیامت سے فرمایا گیا کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔

شفق کی قسم:

یہاں تین چیزوں کی قسم کھائی گئی اور دراصل یہ تینوں چیزیں جن کی قسم کھائی گئی یہ دلائل ہیں جو بصورت قسم بیان کئے گئے۔پہلی قسم فَلَآ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ ہے یعنی میں شفق کی قسم کھا کر کہتا ہوں شفق آفتاب غروب ہونے کے بعد جو سرخی ظاہر ہوتی ہے اس کو کہتے ہیں تو یہاں مناسبت اور نکتہ اس کی قسم کھانے میں یہ ہے کہ جس طرح شفق سے رات شروع ہوتی ہے اسی طرح موت کے بعد سے عالم برزخ شروع ہوتا ہے اور دنیا سے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اور مرنے والے اور دنیا کے درمیان ایک پردہ اندھیری رات کی طرح حائل ہو جاتا ہے۔

رات کی قسم

اس لئے شفق کے بعد دوسری قسم رات کی کھائی اور فرمایا وَالَّيۡلِ وَمَا وَسَقَ یعنی قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے۔دن کو اکثر انسان وحیوان باہر پھرا کرتے ہیں اپنے اپنے معاش اور کام کاج کی تلاش کرتے ہیں۔رات کو اپنے اپنے ٹھکانوں پر آ جاتے ہیں اور سب آرام کرنے کے لئے سو جاتے ہیں۔تھوڑی دیر پہلے دنیا آباد تھی۔اب رات میں ہر طرف سناٹا چھا جاتا

ہے اور موت کا نمونہ طاری ہو جاتا ہے اور ایسی شان ہوتی ہے جو موت کو یاد دلاتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو ایسی دعائیں پڑھتے جن میں مرنے کی طرف اور خدا کے پاس جانے کی طرف اشارہ ہوتا تھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تعلیم فرماتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا قصد فرماتے تو داہنی کروٹ پر اپنا ہاتھ دائیں رخسارہ کے نیچے رکھ کر یہ دعا فرماتے۔ **اللھم باسمک اموت واحییٰ** اے اللہ میں تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں اور آپ جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے۔ **الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی و الیہ النشور** سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مرنے کے بعد زندہ کر دیا اور اسی کے پاس سب کو جا کر جمع ہونا ہے۔ الغرض رات کی حالت دن سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور عالم برزخ کی زندگی رات کی نیند کے مشابہ ہے مگر جس طرح دن کی روشنی کو قیام نہیں تھا اسی طرح رات کے اندھیرے کو بھی بقا نہیں یہاں جو حالت ہے وہ برابر بدل رہی ہے چنانچہ اندھیرا چھا جانے کے بعد جب پورا چاند نکل آتا ہے تو پھر اجالا ہو جاتا ہے یہ مشابہت ہے کہ موت کے بعد پھر ایک نئی زندگی عطا ہو گی اور عالم فنا کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

انسانی حالات کی تبدیلیاں

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ اور قسم ہے چاند کی جب پورا ہو جائے۔ تو ان تینوں حالات کے قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ یعنی ایک منزل کے بعد دوسری منزل طے کرنی پڑے گی۔ پہلے ماں کے پیٹ میں رہنے کی ایک منزل تھی جب اس منزل کو طے کر کے دوسری منزل میں قدم رکھا یعنی بچے کی شکل میں پیدا ہو کر اس دنیا میں آیا پھر لڑکپن کی منزل کو طے کر کے جوانی کی منزل میں آیا۔ پھر اس منزل کو بھی طے کر کے بڑھاپے کی منزل میں آیا جس کے بعد موت آ جاتی ہے تو یہیں بس نہیں۔ سلسلہ آگے بھی چلتا ہے اس کے بعد عالم برزخ ہے۔ پھر قیامت ہوگی۔ پھر دوبارہ زندگی حاصل ہوگی۔ پھر حشر ہوگا اور اعمال کی جزا و سزا عمل میں آئے گی۔ اور اخیر میں جنت یا جہنم میں ٹھکانا ہوگا۔ تو تغیرات عالم خصوصاً انسان کا تغیر و تبدل با آواز بلند پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ اے انسان تو کہیں سے آیا ہے اور بے اختیار مسافر کی طرح کہیں جا رہا ہے۔ جو کسی کے روکنے سے نہیں رکتا۔

جو خدا یہ تمام تصرفات کر رہا ہے اور جس کی قدرت سے یہ ساری تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ دنیا کے اس نظام کو جب چاہے ختم کر دے اور پھر جب چاہے دوبارہ قائم کر دے۔

وہ اک سجدہ جسے تو سمجھتا ہے گراں

آگے فرمایا جاتا ہے کہ ان منکرین کو کیا ہو گیا کہ جو ان حقیقتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور قرآن جو کہہ رہا ہے اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور آخرت کے لئے سامان کیوں نہیں کرتے۔ کیا وجہ کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ان کی گردنیں اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کیوں نہیں جھک جاتیں؟ اگر ان کی عقل خود بخود ان حالات کو دریافت نہیں کر سکتی ان کو تو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اٹھاتے لیکن اس کے برخلاف ان کا حال یہ ہے کہ قرآن کو سن کر بھی ذرا عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان خدا کی آیات سن کر سجدہ کرتے ہیں تو ان کو سجدہ کی توفیق نہیں ہوتی اور فقط اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سن کر عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان قرآنی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب و انکار اور بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے

اخیر میں فرمایا گیا کہ ایسے بدبخت لوگوں کے لئے آخرت میں کسی قسم کی بھی خوشخبری نہیں۔ ہاں ان کے لئے اگر کوئی خوشخبری ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

ایمان و عمل صالح پر بہترین انعام

رہے وہ لوگ جو خدا کی بھیجی ہوئی کتاب کو اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کو سچا مانتے ہیں اور انہیں آخرت کا بھی یقین ہے اور وہ جس

کتاب پر ایمان لائے ہیں اس کے احکام پر چلتے ہیں اور انہوں نے جس رسول کی تصدیق کی ہے اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں بہترین انعام ہے۔ ایسا انعام جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ گو ان کا ایمان اور عمل ان کی عمر کے زمانہ تک محدود ہے مگر خدائے تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو ابدالآباد کے لئے نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اللھم اجعلنامنھم آمین۔

سجدہ تلاوت

ان آیات میں ایک آیت سجدہ بھی ہے جس کے پڑھنے اور سننے سے سجدۂ تلاوت لازم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دعا کے بعد تمام حاضرین اور سامعین ایک سجدۂ تلاوت ادا کریں۔ جو اس بات کی عملی نشانی ہوگی کہ یہ سجدہ کرنے والے وہ ہیں جو قرآن کی بیان کی ہوئی حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے معبود حقیقی کو سجدہ کر کے اپنی بندگی و عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور یہ ان لوگوں سے الگ ہیں جو اس قرآن کو سن کر نہ اس کی حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کے احکام پر کان دھرتے ہیں۔

خلاصہ

سورۂ انشقاق کی ابتدائی آیات میں ان کائناتی تبدیلیوں کا ذکر ہے جو قیامِ قیامت کے وقت رونما ہوں گی۔ پھر جب قیامت قائم ہو جائے گی تو حساب کے مرحلہ سے گزر کر انسان دو فریقوں میں تقسیم ہو جائیں گے، بعض وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بعض کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

اگلی آیات میں تین قسمیں کھا کر فرمایا گیا ''یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے'' یعنی قیامت کے دن تمہیں مختلف مصائب اور مراحل کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہر اگلا مرحلہ پہلے مرحلہ سے شدید تر ہوگا البتہ وہ لوگ ان مصائب اور مختلف عذابوں سے محفوظ رہیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے۔

سورۃ الانشقاق کے خواص

۱.....جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہے تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائی جائے تو اس کے بچے ہونے لگیں گے۔

۲.....جس آدمی کو زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو اور شدید درد ہو تو اس پر سورۃ الانشقاق پڑھ کر دم کریں۔

۳.....اس سورۃ کو لکھ کر گھر میں رکھنے سے کیڑے مکوڑوں اور دیگر حشرات الارض سے حفاظت رہے گی۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ اپنے فضل وکرم سے، ہمارا حشر ونشر اپنے مومنین صالحین بندوں کے ساتھ فرمایئے اور انہی کے ساتھ اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے ہم کو بھی نوازیں اور ہمارا آخری ٹھکانہ اپنی جنت میں بنائیں۔

یَااللّٰہ آخرت سے غفلت ہی ایسا مرض ہے کہ جو آپ کی نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس وقت، امت مسلمہ میں یہ مرض عام ہوتا جا رہا ہے۔ الاماشآء اللہ یَااللّٰہ ہماری اس غفلت کو دور فرما۔

یَااللّٰہ جس گناہ کے صغیرہ ہونے سے عذاب آئے، جس گناہ کے کبیرہ ہونے سے، عذاب زیادہ ہو جائے اور ان کے وبال میں ابتلا ہو جائے اور ان پر اصرار کرنے سے نعمت زائل ہو جائے ایسے سب گناہ میرے معاف کر دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اثْنَتَانِ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾

قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور وعدہ کئے ہوئے دن کی۔ اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں حاضری ہوتی ہے۔

وَالسَّمَآءِ	قسم آسمان کی
ذَاتِ الْبُرُوْجِ	برجوں والا
وَالْيَوْمِ	اور دن کی
الْمَوْعُوْدِ	وعدہ کئے ہوئے
وَشَاهِدٍ	اور حاضر ہونیوالا
وَّمَشْهُوْدٍ	اور جہاں حاضر ہوتے ہیں

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ سے ہوئی ہے۔ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) اسی لفظ بروج کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام بروج مقرر ہوا۔ یہ بھی مکی سورۃ ہے

شان نزول: شان نزول اس سورۃ کا بھی یہی ہے کہ مکہ معظمہ میں جب آفتاب نبوت طلوع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دین عام لوگوں کو دینا شروع کی تو قریش مکہ کو یہ امر سخت ناگوار گزرا کیونکہ دین اسلام کی دعوت ان کے قدیمی دین و دستور کے خلاف تھی۔ انہوں نے اپنے بتوں اور دیوتاؤں کی برائیاں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنا شروع کیا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر دعوت اسلام قبول کر لیتے تھے ان پر بھی ظلم ڈھانا شروع کیا۔ مار پیٹ، سخت گوئی، فحش کلامی تک ہی نوبت نہ رکھی بلکہ اس سے بھی گزر کر ظلم وتشدد میں حد سے تجاوز کرنے لگے۔ جلتی ہوئی ریت پر گرم دھوپ میں باندھ کر ڈال دینا اور پھر ملک عرب کی دھوپ الامان والحفیظ جہاں کہ ٹمپریچر ۱۲۰ ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔ اور پھر کوڑے برسانا، پتھروں سے مار مار کر خون میں نہلا دینا۔ دہکتے ہوئے آگ کے انگاروں پر لٹانا۔ پیٹ میں نیزہ گھونپ دینا۔ عورتوں کو بے ستر کر کے ذلیل کرنا اسلام میں سب سے پہلی شہادت حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہ خاتونؓ کی ہوئی۔ ابوجہل نے ان کی پیشاب گاہ میں نیزہ مار کر ان کو شہید کیا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ الغرض بت پرست کفار مکہ نے اپنی بت پرستی اور مذہب کی حمایت میں کوئی ایسا ظلم وتشدد نہ چھوڑا ہوگا جو انہوں نے ابتدا میں مسلمانوں پر مکہ میں نہ کیا ہو۔ مظلوم غریب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر شکایت کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسلی فرماتے کہ کچھ عرصہ صبر کرو۔ کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور یہ تمہارے آگے ذلیل ومغلوب ہو جائیں گے۔ یہ سن کر کفار مکہ اور بھی زیادہ تمسخر اور استہزاء کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان کے ظلم وستم پر متنبہ کرنے اور اہل اسلام کو تسلی دینے کی خاطر یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اس سورۃ میں منکرین کے لئے سخت تنبیہ اور ان کو برے انجام سے ڈرایا گیا ہے اور ان کو دھمکی دی گئی ہے۔ جو اہل ایمان کو ستاتے ہیں ساتھ ہی مسلمانوں کو تسلی اور دلاسا دیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھنے والے بندوں کو ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں آخر کار وہ خود ہلاکت اور بربادی سے دوچار ہوتے ہیں اور اس کے لئے تاریخی شہادت کے طور پر "اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ" کا ذکر فرمایا۔

پہلی قسم: یہاں چار چیزوں کی قسم کھائی ہے اور وہ چاروں ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت وسطوت پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام دنیا اس کے آگے مسخر ہے۔

پہلی قسم وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ہے یعنی قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اس کے لئے آسمان کے بارہ حصے مقرر کر لئے ہیں آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے مختلف اشکال نمودار ہوتی ہیں اب آسمان کے مجوزہ ۱۲ حصوں میں سے ہر حصہ کی اسی شکل سے نام ذکر کیا۔ مثلاً کہیں ستاروں کے ملنے سے بیل کی صورت پیدا ہوگئی تو برج ثور نام رکھ دیا۔ مچھلی کی صورت پیدا ہوگئی تو برج حوت نام رکھ دیا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح سورج کے بعض برج میں رہنے سے دن رات برابر ہو جاتے ہیں اور بعض میں رہنے سے دن گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور بعض میں رہنے سے دن بڑھنے لگتا ہے۔ نزول قرآن سے پہلے بھی عرب آسمان

میں اس قسم کے برجوں کے قائل تھے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار سے پتہ چلتا ہے۔تو یہاں برجوں والے آسمان کی اس وجہ سے قسم کھائی ہے تا کہ اہل بصیرت پر روشن ہو جائے کہ کائنات کی کوئی شے اپنی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ ہر روز عالم کی اشیاء میں انقلابات وارد ہوتے رہتے ہیں کبھی گرمی ہے تو کبھی سردی۔کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں۔کبھی دن بڑے ہیں تو کبھی رات چھوٹی ہیں۔اسی طرح دنیا کے امور میں بھی انقلاب آتے ہیں۔کبھی ظالموں اور جابروں کے غرور کو توڑ دیا جاتا ہے ان کے غرور وتکبر کو خاک میں ملا دیا جاتا ہے۔یہ روزمرہ کے انقلابات ہیں جو دنیا میں جاری و ساری ہیں۔تو اس اظہار سے جہاں کفار کو تنبیہ وتہدید ہے وہیں اہل ایمان کو تسلی اور بشارت ہے۔آج جو اہل ایمان کمزور وضعیف ہیں آگے یہی صاحب قوت واقتدار ہوں گے اور کفار مکہ ان کے آگے ذلیل ورسوا ہوں گے اس طرح اہل اسلام کو اس میں تسلی بھی ہے اور بشارت بھی کہ چند روز کے مصائب سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں آخر فتح انہی کی ہوگی۔

دوسری قسم: وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ یعنی قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی۔اس سے مراد یوم قیامت ہے کہ جس کا تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت سزا وجزا کے لئے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے تو اس وعدہ کے دن کی قسم کھانے سے اپنے وعدہ کا وثوق دلانا مقصود ہے جس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا کی ترقی۔اقبال مندی اور اس کی جملہ شادمانی محدود ہے۔اس کی بقاء کا وقت مقرر ہے پھر اس کی فنا کا بھی ایک دن موعود ہے۔تو یہ قسم اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ قیامت ہو کر رہے گی اور اعمال کی جزا وسزا ضرور ملے گی۔آج اگر خدا کے فرمانبردار' ایمان دار' نیک لوگ' مصیبتیں جھیلتے رہتے ہیں اور طرح طرح سے ستائے جاتے ہیں اور خدا کے باغی نافرمان بدکار دندناتے اور مزے اڑاتے پھرتے ہیں لیکن اس کائنات کا مالک بڑا منصف ہے اس نے وعدے کا ایک دن مقرر کر دیا ہے۔جب وہ وعدہ کا دن آجائے گا تو پھر سب کے ساتھ پورا انصاف کیا جائے گا فرمانبرداروں کو ان کی وفاداری کا بدلہ دیا جائے گا اور نافرمانوں کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی۔

تیسری قسم: وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ یعنی قسم ہے شاہد کی اور قسم ہے مشہود کی۔اب شاہد سے کیا مراد ہے اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ لغت میں شاہد کے معنیٰ سامنے ہونے والے کے ہیں۔اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے۔مشہود کے معنیٰ ہیں حاضر کیا گیا۔چونکہ یہ الفاظ بھی بڑے وسیع المعنیٰ ہیں اس لئے ان کی مراد میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔بعض نے کہا کہ شاہد سے مراد لوگ ہیں جو قیامت کو حاضر ہوں گے اور مشہود سے مراد حالات قیامت ہیں جو مشاہدہ کئے جائیں گے۔بعض نے کہا ہے کہ شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود یوم عرفہ۔کیوں کہ جمعہ کا دن سب جگہ آموجود ہوتا ہے اور عرفے کے دن حج میں سب لوگ حاضر ہوتے ہیں۔کسی نے کہا کہ شاہد سے مراد خدا ہے اور مشہود سے بندے کہ وہ ان کے افعال واعمال کا گواہ ہوگا۔بعض نے کہا کہ شاہد پیغمبر ہیں اور مشہود ان کی امتیں ہیں۔بعض نے کہا کہ شاہد ملائکہ حفظ اور کاتب اعمال ہیں اور مشہود ابنائے آدم۔غرض اس قسم کے بہت سے اقوال ہیں مگر اکثر اکابر مفسرین نے شاہد سے مراد جمعہ کا دن اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن لیا ہے۔اس طرح وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ کا ترجمہ کیا گیا ہے قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی اور اس دن کی جس میں حاضری ہوتی ہے تو یہاں شاہد یعنی یوم جمعہ کی قسم اس مناسبت سے کھائی گئی کہ اس روز عجیب انقلابات ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔لکھا ہے کہ اسی روز تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔اسی روز آپ کو بہشت میں داخل کیا گیا پھر اسی روز شجر ممنوعہ کے کھانے سے جنت سے اتارے گئے۔اسی روز آپ کی گریہ زاری اور آہ و بکا کی شنوائی درگاہ ایزدی میں ہوئی اور آپ کی توبہ قبول ہوئی۔پھر اسی روز آپ کی وفات وقوع میں آئی تو گویا یوم جمعہ حضرت ابوالبشرؑ کی زندگی کی یاد دہانی کراتا ہے۔جو جو انقلابات وتغیرات عظیمہ ان پر گزرے ان سب کو ہمارے پیش نظر رکھتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اسی روز وہ واقعہ عظیمہ بھی پیش آنے والا ہے جس سے لوگوں کے دل ہل جائیں گے یعنی قیامت کی ابتداء جو نفخ صور سے ہوگی وہ بھی اسی روز پیش آنے والا ہے۔اسی طرح مشہود جس سے مراد یوم عرفہ ہے یعنی ۹ ذی الحجہ یوم الحج جس روز اطراف عالم سے لوگ بقصد حج مقام عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔جو میدان حشر کا عین نمونہ ہوتا ہے نفسی نفسی کا عالم طاری ہوتا ہے۔شاہ وگدا ایک رنگ میں نظر آتے ہیں۔ساکنان حضور وقصور اور خاک نشینان صحرا سب ایک حال میں دربار خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔کیا ہی عجیب انقلاب ہے تو ان چاروں قسموں کے بعد جس سے سورۃ کی ابتدا فرمائی گئی۔آگے جواب قسم ہے کہ اصحاب الاخدود یعنی خندق والے ملعون ہوئے ہلاک کر دیئے گئے۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ وَّهُمْ عَلٰى مَا

کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ جو کچھ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے

يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۗ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ

تھے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ اور ان کافروں نے ان ایمان والوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست سزاوارِ حمد ہے۔

الْحَمِيْدِ ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۗ

ایسا کہ اُسی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

قُتِلَ ہلاک کر دیے گئے	اَصْحٰبُ والے	الْاُخْدُوْدِ خندق (جمع)	النَّارِ آگ	ذَاتِ والی	الْوَقُوْدِ ایندھن	اِذْ هُمْ جب وہ	عَلَيْهَا اس پر	
قُعُوْدٌ بیٹھے تھے	وَهُمْ اور وہ	عَلٰى پر	مَا جو	يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے تھے	بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیساتھ	شُهُوْدٌ دیکھتے	وَمَا نَقَمُوْا اور نہیں بدلہ لیا	
مِنْهُمْ ان سے	اِلَّآ مگر	اَنْ کہ	يُّؤْمِنُوْا وہ ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَمِيْدِ تعریفوں والا	الَّذِيْ وہ جو کہ	لَهٗ اس کے لے
	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر	شَيْءٍ چیز	شَهِيْدٌ سامنے باخبر

خندقوں والے ہلاک ہو گئے

گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ سورۃ کی ابتدا فرمائی گئی تھی اور چار قسمیں کھائی گئی تھیں یعنی قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی یعنی قیامت کے دن کی۔ اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی یعنی یوم جمعہ کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے یعنی یوم عرفہ کی۔ ان چاروں چیزوں کی قسم کھا کر آگے ان آیات میں جواب قسم ہے کہ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ یعنی خندق والے جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سے ایندھن ڈال کر ان کو دہکایا وہ مغضوب وملعون ہوئے۔ خدیا اخدود کے معنی گڑھے۔ کھائی اور خندق کے ہیں۔

خندقوں والوں کا واقعہ

اب یہ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ کہ جنہوں نے خندق کھود کر آگ دہکائی تھی اور ایمان داروں کو ایمان لانے کے جرم میں آگ میں ڈالا تھا کون لوگ تھے۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے متعدد واقعات نقل کئے ہیں مگر صحیح مسلم، جامع ترمذی، مسند احمد اور سنن نسائی میں جو قصہ مذکور ہے وہ زیادہ مشہور ہے اور وہی یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت صہیب رومیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکے کا بادشاہی انتخاب

گذشتہ زمانہ میں ایک کافر بادشاہ تھا اس کے دربار میں ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بہت بوڑھا ہو گیا تو ایک روز اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور موت کا وقت قریب ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ ایک فہیم وسمجھدار لڑکا میرے حوالہ کر دیں تاکہ میں اس کو اپنا فن ساحری سکھا کر اپنی زندگی ہی میں کامل کر دوں چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکے کو اس کے سپرد کر دیا اور اس نے ساحر سے سحر کی تعلیم شروع کر دی۔

لڑکے کی راہب سے ملاقات

بادشاہ کے محل اور ساحر کے مکان کے درمیان ایک راہب یعنی حق پرست عیسائی عابد رہتا تھا اس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا دین دین حق تھا۔ اور یہ راہب اسی پر قائم تھا اور عبادت گزار تھا۔ ایک مرتبہ لڑکا اس راہب کے پاس چلا گیا اور اس کی باتوں اور اس کے طریقوں کو دیکھ کر

بہت مسرور ہوا اور اس کے پاس آنے جانے لگا۔ تو اب ساحر اور بادشاہ کے ہاں مقررہ وقت میں آمد ورفت میں تاخیر ہونے پر وہ لڑکے پر برافروختہ اور ناراض ہوئے۔ لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی۔ راہب نے کہا کہ اس معاملہ کے مخفی رکھنے کی صرف یہ صورت ہے کہ جب بادشاہ باز پرس کرے تو یہ عذر کر دینا کہ ساحر کے ہاں دیر ہوگئی اور جب ساحر ناراض ہو تو یہ کہہ دینا کہ بادشاہ کے پاس تاخیر ہوگئی۔

راہب کے سچے ہونے کا ثبوت

غرض یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک یونہی جاری رہا کہ ایک مرتبہ لڑکے نے دیکھا کہ راہ میں ایک بہت ہیبت ناک اور عظیم الجثہ درندہ لوگوں کی راہ روکے ہوئے ہے اور کسی کو یہ جرات نہیں ہوتی کہ وہ اس کے سامنے سے گزر جائے۔ لڑکے نے سوچا کہ یہ بہترین وقت ہے اس بات کا کہ میں جانچ کروں آیا ساحر کا مذہب سچا ہے یا راہب کا دین۔ یہ سوچ کر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہنے لگا خدایا اگر تیرے نزدیک ساحر کے مقابلہ میں راہب کا دین سچا ہے تو میرے اس پتھر سے اس جانور کو ہلاک کر دے یہ کہہ کر اس نے جانور کو پتھر مارا۔ پتھر کا لگنا تھا کہ وہ وہیں ہلاک ہوگیا۔ لڑکا چل دیا اور راہب سے سارا ماجرا جا کر سنایا۔ راہب نے کہا مجھے ڈر ہے کہ تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے۔ دیکھو وہ وقت آئے تو میرا ذکر نہ کرنا۔

لڑکے کی کرامات

لوگوں نے لڑکے کی اس جرأت کو دیکھ کر چرچا کیا اور کہنے لگے کہ اس کو عجیب غریب علم آتا ہے۔ یہ سن کر اس کے پاس اندھے اور کوڑھی آنے لگے اور انہوں نے کہا کہ اپنے علم کے زور سے ہم کو اچھا کردو وہ خدا کے فضل سے اچھا کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک درباری مصاحب نابینا ہوگیا تھا اس نے جو لڑکے کا چرچا سنا تو تحفہ تحائف کا بہت بڑا سامان لے کر اس کے پاس آیا اور تحفے پیش کرتے ہوئے بینا کر دینے کی درخواست کی۔ لڑکے نے جواب دیا میں کچھ نہیں ہوں اور نہ مجھ میں یہ طاقت ہے بلکہ شافی مطلق تو خدائے واحد ہے پس اگر تو ایمان لے آئے اور اس واحد یکتا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے تو میں ضرور تیری سفارش کے لئے دعا کروں گا۔ درباری یہ سن کر خدائے واحد پر ایمان لے آیا اور بت پرستی سے تائب ہو کر دین عیسوی جو اس وقت دین حق تھا اختیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمائی اور وہ بینا ہوگیا۔

لڑکے کے ایمان کی خبر بادشاہ تک پہنچ گئی

اگلے دن جب وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے نابینا کو بینا پایا۔ تب بادشاہ نے سوال کیا کہ اپنے بینا ہونے کی حقیقت بیان کر۔ اس نے جواب دیا میرے رب نے مجھ کو شفا بخش دی۔ کافر بادشاہ نے کہا تیرا رب تو میں ہوں۔ کیا میں نے تجھ کو اچھا کر دیا؟ درباری نے جواب دیا نہیں۔ تیرے اور میرے کل جہان کے پروردگار نے اچھا کر دیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آ کر کہا کیا میرے سوا بھی کوئی تیرا رب ہے؟۔ درباری نے کہا ہاں۔ اللہ تیرا اور میرا دونوں کا رب ہے۔ تب بادشاہ نے اس درباری کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا۔ آخر اس درباری نے لڑکے کا ماجرا کہہ سنایا۔

لڑکے کی آزمائش اور کامیابی

بادشاہ نے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو سحر کے ذریعہ سے اندھوں کو بینا اور مبروص و جذامی کو شفا دیتا ہے۔ لڑکے نے کہا مجھ میں یہ طاقت کہاں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ رب العالمین کے شفا دینے سے شفایاب ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ بھی تیرا اور کوئی رب ہے؟ لڑکے نے کہا وہ خدا جو واحد یکتا ہے۔ تیرا اور میرا دونوں کا رب ہے۔ تب بادشاہ نے اس لڑکے کو عذاب میں مبتلا کرنا شروع کر دیا۔ آخر اس نے راہب سے متعلق تمام واقعہ کہہ سنایا۔ تب بادشاہ نے راہب کو بلایا اور اس کو مجبور کیا کہ وہ دین حق سے پھر جائے۔ مگر راہب نے کسی طرح اس کو قبول نہیں کیا۔ تب بادشاہ نے راہب کے سر پر آرا چلوا دیا اور اس طرح اس کو شہید کر ڈالا۔

لڑکے کو قتل کرنے میں بادشاہ کی ناکامی

اب لڑکے سے کہا کہ تو راہب کے دین سے پھر جا۔ لڑکے نے بھی صاف انکار کر دیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر وہاں سے گرا دو کہ پاش پاش ہو جائے۔ جب سرکاری آدمی لڑکے کو پہاڑ پر لے کر چڑھے تو لڑکے نے دعا کی۔ الٰہی تو ان لوگوں کے مقابلہ میں

میرے لئے کافی ہو جا۔ چنانچہ اسی وقت پہاڑ زلزلہ میں آ گیا اور سرکاری آدمی گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم بچ کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ دیکھا تو کہا کہ تیرے ساتھ والے کہاں گئے۔ لڑکے نے کہا خدا نے ان کے مقابلہ میں میری مدد کی۔ تب بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ اور دریا میں لے جا کر غرق کر دو۔ سرکاری آدمی اس کو دریا کے بیچ میں لے کر پہنچے تو لڑکے نے پھر وہی دعا کی۔ خدایا ان سے مجھ کو نجات دے۔ فوراً ہی دریا میں جوش آیا اور وہ سب غرق ہو گئے اور لڑکا بچ گیا اور صحیح سلامت بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بادشاہ نے پھر وہی سوال کیا اور لڑکے نے پھر وہی جواب دیا۔

لڑکے کی شہادت اور پوری قوم کا مسلمان ہونا

اب لڑکے نے کہا کہ اے بادشاہ اس طرح تو مجھ پر ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکتا البتہ جو ترکیب میں بتاؤں اگر اس کو اختیار کرے تو بے شک تو مجھ کو قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے لڑکے سے وہ تدبیر دریافت کی۔ لڑکے نے کہا تو شہر کی تمام مخلوق کو بلند جگہ پر جمع کر جب سب جمع ہو جاویں تو اس وقت مجھ کو درخت پر لٹکا دینا اور میرے ترکش سے تیر لے کر اور یہ پڑھ کر میرے سینہ پر تیر مارنا۔

بسم الله رب الغلام اللہ کے نام پر جو اس لڑکے کا پروردگار ہے تب میں مر سکتا ہوں۔ بادشاہ نے لڑکے کے قول پر عمل کیا اور جب تمام شہر جمع ہو گیا تو لڑکے کو سولی پر لٹکا کر اور لڑکے کی بتائی ہوئی عبارت پڑھ کر اس کے تیر مارا اور لڑکا تیر کھا کر جاں بحق ہو گیا۔ مخلوق نے جو یہ دیکھا تو سب نے ایک دم بآواز بلند نعرہ لگایا۔ امنا برب الغلام. امنا برب الغلام ہم لڑکے کے پروردگار پر ایمان لے آئے اور سب نے دین عیسوی جو اس وقت دین حق تھا قبول کر لیا۔

قوم کو جلانے کے لئے خندقوں کا انتظام

بادشاہ پوری قوم کی یہ حالت دیکھ کر جامہ سے باہر ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ شہر کے ہر ایک محلہ گلی کوچہ میں خندقیں کھودو اور ان میں خوب آگ دہکاؤ۔ پھر ہر محلّہ کے لوگوں کو جمع کر دو اور ان سے کہو کہ اس دین سے باز آ جائیں۔ جو باز آ جائے اس کو چھوڑ دو اور جو انکار کرتا جائے اس کو دہکتی آگ میں ڈالتے جاؤ۔ لوگ جوق در جوق جمع ہوتے تھے اور دین حق سے باز نہ رہنے کا اقرار کرتے اور بخوشی دہکتی آگ میں ڈالے جاتے تھے اور اس جان گسل اور ہولناک نظارہ کو بادشاہ اور اس کے مصاحبین مسرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے کہ ایک عورت لائی گئی جس کی گود میں شیر خوار بچہ تھا۔ عورت بچہ کی محبت میں جھجکی۔ فوراً بچہ نے کہا اماں صبر سے کام لے اور بے خوف خندق میں کود جا اس لئے کہ بلاشبہ تو حق پر ہے اور یہ ظالم باطل پر ہیں۔

اس قصہ کا درس

علامہ ابن کثیرؒ نے بحیثیت ایک مؤرخ یہ ثابت کیا ہے کہ بلاشبہ اس نوعیت کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں جو اپنے مفہوم، مراد اور مقصد کے لحاظ سے سب ہی اس سورۃ بروج کی آیات کے مصداق بن سکتے ہیں۔ اور تمام واقعات کا حاصل اگر تفصیلات اور جزئیات کو نظر انداز کر دیا جائے تو ایک ہی نکلتا ہے اور وہ یہ کہ حق پرست جماعت کے حصہ میں ابدی کامرانی اور سرمدی فوز و فلاح اور ظالم اور باطل پرست جماعت دنیا میں بھی خائب و خاسر ہے اور آخرت میں ابدی جہنم نصیب ہے۔ تو نزول قرآن کے وقت اہل عرب ان میں سے بعض یا کسی ایک واقعہ سے ضرور آگاہ ہوں گے۔ اس لئے کفار مکہ کو یہ آیات سنائی گئیں۔ جب کہ وہ مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم توڑ رہے تھے اور مکہ کے مشرکین سردار اپنی آنکھوں کے سامنے مظلوم مسلمانوں پر ظلم کرا رہے تھے۔ اگر انہوں نے اصحاب اخدود کے گذشتہ واقعات سے عبرت حاصل نہ کی اور اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو ان کو بھی ہلاکت و لعنت خداوندی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

کافروں کی سنگدلی

آگے انہی اصحاب اخدود کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ (یعنی جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ ایمان داروں کے ساتھ ظلم و ستم کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے) یعنی وہ ظالم اور کافر بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگ دلی سے حق پرستوں اور ایمانداروں کے آگ میں ڈالے

جانے اور جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔

اہل ایمان کی آزمائش

آگے ارشاد ہوا وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ یعنی ان اہل ایمان حق پرستوں کا قصور اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ وہ کفر وشرک کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لے آئے تھے جس کی بادشاہت سے زمین و آسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے تو جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اس اکیلے خدا کو مانتے ہیں آگ میں جلایا جائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسا ظلم وستم یونہی خالی چلا جائے اور خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے۔ رہی یہ بات کہ وہ عزیز وحمید اور قہار وجبار اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت ظالموں اور کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچوا دے اور اس کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو نہ ہو لیکن دراصل اس کی خاص مصلحت وحکمت ہی کی بناء پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں اور آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور ہر چیز پر حاضر ناظر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمائیں اور اسلام وایمان کی برکت سے اپنی نصرت و اعانت کو ہمارے شامل حال رکھیں۔ روئے زمین پر اس وقت جہاں بھی کفار کو غلبہ ہے اور اہل اسلام پر ظالم مسلط ہیں یا اللہ اپنی قدرت سے ظالموں کے غلبہ کو دور فرما آمین۔

یَااللّٰہ جس گناہ کی وجہ سے نیکی زائل ہوگئی، گناہ پر گناہ بڑھے، تکالیف اتریں اور تیرے غضب کا باعث ہوں ان سب گناہوں کو معاف فرمادے۔

یَااللّٰہ گناہ تو صرف آپ ہی معاف کر سکتے ہیں۔ آپ نے بہت سے گناہ اپنے علم میں چھپا لئے ہیں آپ ان کو معاف کر دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

جنہوں نے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کیلئے جلنے کا عذاب ہے۔

عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۞ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۞

یہ بڑی کامیابی ہے۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ جو	فَتَنُوْا تکلیفیں دیں	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن (جمع) مرد	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	ثُمَّ پھر	لَمْ یَتُوْبُوْا انہوں نے توبہ نہ کی	فَلَهُمْ تو ان کیلئے		
عَذَابُ عذاب	جَهَنَّمَ جہنم	وَلَهُمْ اوران کیلئے	عَذَابُ عذاب	الْحَرِيْقِ جلنا	اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اورانہوں نے عمل کئے		
الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتٌ باغات	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ سے	تَحْتِهَا انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْكَبِيْرُ بڑی

خندق والوں کا انجام

گذشتہ آیات میں اصحاب الاخدود کا ذکر ہوا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ جن مومنین کو ظالموں نے آگ کی خندق میں ڈالا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو تو تکلیف سے اس طرح بچادیا کہ آگ کے چھونے سے پہلے ہی ان کی ارواح قبض کر لی گئیں اس طرح گویا مردہ جسم آگ میں پڑے۔ پھر یہ آگ اتنی بھڑک اٹھی کہ خندق کی حدود سے نکل کر شہر میں پھیل گئی اور ان سب لوگوں کو جو ایمان والوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے اس آگ نے جلا دیا صرف بادشاہ بھاگ نکلا اور آگ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اس نے دریا میں ڈال دیا اور اس میں غرق ہو کر مرا۔ تو اس واقعہ أَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ کو سنا کر کفار مکہ کو جو غریب مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھا رہے تھے تنبیہ تھی کہ اگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے تو تم بھی ملعون اور گرفتار عذاب ہو گے۔

اس کے بعد آگے حق تعالیٰ اپنا دائمی قانون سناتے ہیں کہ یہ کچھ اصحاب الاخدود ہی پر منحصر نہیں جو لوگ ایمان داروں کو اور حق پرستوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے جیسے کہ کفار مکہ اس وقت کر رہے تھے پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہوں گے تو ان سب کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے۔ جس میں بے شمار قسم کی تکلیفیں ہوں گی اور بڑی تکلیف آگ سے جلنے کی ہوگی جس میں جہنمی کا تن من سب گرفتار ہوگا۔ اسی لئے اس کو خاص طور پر وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ فرمایا۔ جہنم کی آگ اول تو دنیا کی آگ سے ۷۰ حصہ زیادہ گرم ہے اس لئے بسبب شدت گرمی آگ کے پہنچتے ہی جسم جل کر بھسم ہو جایا کریں گے اور پھر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے یہاں تک کہ ایک گھڑی میں سات سو جسم بدلتے رہیں گے۔ جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے گوشت پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا۔ العیاذ باللہ۔

اللھم احفظنا من غضبک و النار

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

اس سزا کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو توبہ نہیں کرتے اور اس لئے اس سزا کے مستحق ہوں گے۔ اگر ایسے لوگ بھی سچی توبہ کر لیں یعنی اپنی خطا کا اقرار کر لیں۔ اپنے کئے پر نادم ہوں اور آئندہ ایسی خطا نہ کرنے کا عزم کر لیں اور اپنے خطا کی معافی چاہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا کرم و احسان ہے کہ اس نے بڑے سے بڑے سرکش اور مجرم کے لئے بھی معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

مومن صالح کا انعام

ظالم مجرموں کی سزا اور ان کا انجام بیان کرنے کے ساتھ ہی حق تعالیٰ اپنے فرمانبردار اور وفادار بندوں کے انجام کا بھی ذکر فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لے آئیں یعنی اللہ کی وحدانیت۔ اس کے رسولوں کی رسالت تسلیم کر لیں۔ اس کی کتاب کی حقانیت کو مان لیں اور اس کے موافق اپنا عقیدہ رکھیں اور ساتھ ہی اعمال صالحہ بجا لائیں۔ یعنی جن باتوں کے کرنے کا اللہ اور اس کے رسول حکم دیں ان کو بجا لائیں اور جن باتوں اور کاموں کے کرنے کو منع کیا ان سے بچنے اور باز رہنے کی کوشش کریں۔ تو ایسے فرمانبردار ایمان والے بندوں کے لئے آخرت میں آرام ہی آرام ہے۔ وہاں انہیں ایسے سدا بہار باغات میں رکھا جائے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی اور جہاں ہر طرح کا لطف آرام انہیں میسر ہوگا۔ آرام و آسائش کا جو اونچے سے اونچا تصور کسی ذہن میں آ سکتا ہے اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر نعمتیں انہیں وہاں ملیں گی۔ اللھم اجعلنامنھم

عمل صالح کونسا ہے؟

وہی کام "عمل صالح" ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اور صرف اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جائے ان دو شرطوں کے بغیر کوئی کام "عمل صالح" نہیں ہو سکتا۔ گو بظاہر دیکھنے میں وہ کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے نماز پڑھنا کتنا اچھا کام ہے لیکن اگر کوئی طلوع آفتاب کے وقت پڑھتا ہے تو وہ نماز پڑھنا "عمل صالح" نہیں بلکہ گناہ ہے۔ اسی طرح روزہ رکھنا کتنا اچھا عمل ہے مگر عید کے دن اگر کسی نے روزہ رکھا تو وہ عمل صالح نہیں بلکہ گناہ ہے۔

بڑی کامیابی

آگے فرمایا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یعنی یہ ہے بڑی کامیابی کہ جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ابدی نعمتیں حاصل ہو جائیں نہ کہ دنیا کا عیش و آرام اور ملک و مال اور جاہ و جلال اور حشم و خدم جس کو اہل باطل نے کامیابی سمجھ رکھا ہے اگر دنیا میں کسی نے مال بے حساب اور ملک اور عمدہ مکان اور زر و جواہرات اور تمامی عیش کے سامان بہم بھی پہنچا لئے اول تو سب چیزوں کا بہم ہونا مشکل ایک نہ ایک حسرت و آرزو باقی ہی رہ جاتی ہے اور اگر کسی کو تمام چیزیں میسر بھی ہو گئیں تو پھر ان چیزوں کو دوام اور بقا نہیں کہیں دشمن کا کھٹکا کہیں نقصان اور کمی کا خوف۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہمیں ہدایت و بصیرت عطا فرما کہ ہم اپنی زندگی کے اصل مقصد کو سمجھیں اور جانیں اور اس کے حصول لئے کوشاں رہیں۔ اور زندگی کے ہر لحہ میں آپ کی رضا کے متلاشی رہیں۔

یَااللّٰہ میں نے تیری مخلوق پر کسی قسم کا ظلم کیا یا تیرے دوستوں کے خلاف چلا۔ تیرے دشمنوں کی امداد کی ہو' اہل اطاعت کے مخالف' اہل معصیت سے جا ملا ہوں' ان کا ساتھ دیا ہو' الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ

آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا اور وہی بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک

الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ

عظمت والا ہے۔ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے۔ یعنی فرعون اور ثمود کا۔ بلکہ یہ کافر

كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

تکذیب میں ہیں۔ اور اللہ ان کو اِدھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

اِنَّ بیشک	بَطْشَ پکڑ	رَبِّكَ تمہارا رب	لَشَدِيْدٌ بڑی سخت	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	يُبْدِئُ پہلی بار پیدا کرتا ہے	وَيُعِيْدُ اور لوٹاتا ہے	وَهُوَ اور وہ	
الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الْوَدُوْدُ محبت والا	ذُو الْعَرْشِ عرش والا	الْمَجِيْدُ بڑی بزرگی والا	فَعَّالٌ کر ڈالنے والا	لِمَا جو	يُرِيْدُ وہ چاہے	هَلْ کیا	اَتٰىكَ تجھ تک آئی (پہنچی)	
حَدِيْثُ بات	الْجُنُوْدِ لشکر	فِرْعَوْنَ فرعون	وَثَمُوْدَ اور ثمود	بَلِ بلکہ	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	فِيْ میں	تَكْذِيْبٍ جھٹلانا	وَاللّٰهُ اور اللہ
مِنْ سے	وَّرَآئِهِمْ انکے ہر طرف	مُّحِيْطٌ گھیرے ہوئے	بَلْ بلکہ	هُوَ وہ	قُرْاٰنٌ قرآن	مَّجِيْدٌ بڑی بزرگی والا	فِيْ میں	لَوْحٍ لوح	مَّحْفُوْظٍ محفوظ

مجرموں کیلئے سخت پکڑ

گذشتہ آیات میں دو مضمون بیان فرمائے گئے تھے ایک تو یہ کہ دنیا میں ایمان داروں اور حق پرستوں کو ستانے والے آخرت میں جہنم کا عذاب بھگتیں گے دوسرے یہ کہ ایماندار نیک کرداروں کے لئے آخرت میں جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ اب آگے انہی دو مضمونوں کی مناسبت سے اور انہی دو مضمونوں کو مؤکد کرنے کے لئے حق تعالیٰ اپنی دو قسم کی صفات بیان فرماتے ہیں۔ پہلے مضمون کے لئے یعنی نافرمانوں اور سرکشوں کو سزا دینے کے لئے اپنی صفت جباری و قہاری کا اظہار فرمایا اور ارشاد ہوا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہ جب تک چاہتا ہے مہلت اور ڈھیل دیتا ہے لیکن جب وہ پکڑنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا اور جس کو پکڑتا ہے اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ دنیا میں بھی ذلیل و خوار کر دیتا ہے آخرت میں بھی مبتلائے عذاب کرتا ہے۔ نہ پھر کوئی تدبیر کام آتی ہے نہ کوئی حیلہ اور زور چلتا ہے۔ وہ دم بھر میں سلطنتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے بڑے بڑے مال و دولت و جاہ والوں کو مفلس بنا دیتا ہے اور سارے جاہ و اعزاز کو برباد کر دیتا ہے۔

آگے فرمایا اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ بے شک پہلی مرتبہ بھی آدمی کو وہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ موت کے بعد بھی وہی پیدا کرے گا۔ پس مجرم اس دھوکہ میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام و نشان مٹا دے گی پھر ہم کس طرح ہاتھ آئیں گے جزا و سزا کے لئے۔

توبہ کرنے والوں کیلئے مغفرت ورحمت

اس کے بعد دوسرے مضمون یعنی اہل ایمان خدا پرستوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ اس کے متعلق اپنی صفت بیان فرمائی وَهُوَ الْغَفُوْرُ کہ وہ بخش دینے والا بھی ہے۔ بندوں کے گناہوں سے توبہ و استغفار پر درگزر بھی کرتا ہے اور جو سرے سے نیکوکار ہیں ان کے لئے الْوَدُوْدُ ہے یعنی پیار اور محبت بھی کرنے والا ہے۔ اس کو اپنے بندوں سے ایسی محبت ہے کہ ماں کو اپنی اولاد سے بھی نہیں۔ یعنی باوجود صفت قہاری اور سخت گیری کے اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں۔ وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا ان کے عیوب چھپاتا اور طرح طرح کے لطف و کرم اور شفقت و عنایات سے نوازتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کہ وہ عرش والا ہے جو عرش

تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام خلائق کے اوپر ہے۔ وہ جس کام کا جب ارادہ کر لے کرنے پر قدرت رکھتا ہے یعنی اپنے علم وحکمت کے موافق جو کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی ۔ نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے۔ امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ سے ان کی اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا۔ فرمایا ہاں پوچھا پھر کیا جواب دیا۔

فرمایا کہ جواب دیا۔ انی فعال لما یرید.

فرعون وثمود کے قصوں سے عبرت پکڑو

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ

یعنی مثال کے طور پر فرعون ہی کو دیکھ لو۔ کیسا زبردست بادشاہ۔ کتنی طاقت والا اور اس کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بظاہر انتہائی کمزور اور بے سہارا لیکن انجام کیا ہوا؟ فرعون اپنے تمام ساز وسامان اور لاؤ لشکر سمیت ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس کی طاقت۔ حکومت وسلطنت اس کے کچھ کام نہ آئی ۔ اور حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کو نجات دی گئی اور انہیں سربلندی اور کامیابی نصیب ہوئی۔ اسی طرح ثمود یعنی صالح علیہ السلام کی قوم کا حال دیکھو کیسی ترقی یافتہ اور کیسی طاقت ور قوم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں بالکل مست لیکن جب ان کی نافرمانیوں کی بدولت اللہ کی پکڑ کا وقت آ گیا تو نہ طاقت کام آئی اور نہ صنعتی کمال نے کچھ ساتھ دیا آن کی آن میں سب دھرا رہ گیا اور پوری بستی اس طرح اجڑ گئی جیسے وہاں کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ ایک مدت تک ان پر انعام کا دروازہ کھلا رہا تھا اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں ان کو پہنچتی تھیں پھر ان کے کفر وطغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔

کافر سزا سے نہیں بچ سکتے

تو چاہیے تو یہ تھا کہ کفار ان قصوں سے عبرت پکڑتے اور سبق لیتے مگر یہ کفار ان قصوں سے بھی کچھ عبرت نہیں پکڑتے اور عذاب الٰہی سے ذرا نہیں ڈرتے اور الٹا ان قصوں اور قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ حقیقت ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے اور انہیں یہ خیال ہی نہیں رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے بچ کر یہ کہیں نہیں جا سکتے۔ اس کی پکڑ سخت ہے اور اس کی پکڑ کے سامنے یہ انسان بالکل بے بس اور مجبور ہے باوجود اپنی اکڑ فون کے یہ انسان آئے دن طوفانوں' زلزلوں' قحطوں' بارشوں' سیلابوں' بیماریوں اور وباؤں وغیرہ کی شکلوں میں اپنی مجبوری کے تماشے دیکھتا رہتا ہے۔ ان واقعات سے اسے سبق لینا چاہئے تھا کہ یقینا کوئی ہستی ایسی موجود ہے جو اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور جس کی پکڑ سے وہ نکل کر کہیں جا نہیں سکتا۔ تو منکرین جس انکار میں لگے ہوئے ہیں اس انکار تکذیب کی سزا ضرور بھگتنی ہے۔

قرآن خدائی حفاظت میں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کا قرآن کو جھٹلانا اور اس کی تکذیب کرنا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو یا چند احمقوں کے جھٹلانے اور باطل بتلانے سے اس کی شان اور بزرگی کم ہو جائے۔ یہ کتاب تو اپنے درجے اور مقام کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔ یہ لوح محفوظ میں ثبت ہے جہاں کسی معاند کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور جو شیاطین کی دسترس سے باہر ہے۔ اس میں نہ کوئی تبدیلی ممکن ہے اور نہ کسی قسم کا تغیر وتبدل ہو سکتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا کہ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے'' صحیح مسلم میں ''خندقوں والے'' قصہ کی نسبت حمیر کے بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ ذونواس یہودی کی طرف کی گئی ہے جو مشرک تھا اور اس نے ایسے بیس ہزار افراد کو خندقوں میں ڈال کر زندہ جلا دیا تھا جو عیسائی بن گئے تھے اور انہوں نے خدا پرستی چھوڑ کر بت پرستی کرنے سے انکار کر دیا تھا، اسی طرح صحیح مسلم وغیرہ میں ساحر، راہب اور غلام کا قصہ بھی منقول ہے، جب ایک نوجوان لڑکے کی استقامت دیکھ کر ہزاروں لوگوں نے ایمان

قبول کرلیا اور بادشاہِ وقت کی دھمکیوں کے باوجود وہ ایمان سے باز نہ آئے تو ان سب کو خندقوں میں دہکتی ہوئی آگ کے حوالے کر دیا گیا۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے کئی واقعات کا پتہ چلتا ہے جب مذہبی اور نظریاتی اختلافات کی بناء پر مخالفین نے ایک دوسرے کو زندہ جلا دیا، آج کی دنیا جسے اپنے مہذب اور ترقی یافتہ ہونے پر بڑا ناز ہے، وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک بم مسلمانوں پر استعمال کر رہی ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے پوری پوری بستی اور شہر کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں، افغانستان اور عراق میں جو آگ جلائی گئی کیا یہ آگ ذونواس کی آگ سے کم درجہ کی تھی؟ جس کا نشانہ کلمہ پڑھنے والے نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں، مردوں اور عورتوں کو بنایا گیا یہ آگ ہی تو ہے جو مسلمانوں پر برسائی جا رہی ہے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ کیسے بیس ہزار افراد کو زندہ جلا دیا گیا۔

ایسے لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے کہ ''جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ نہ کی تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے۔ سورت کے اختتام پر اللہ کی عظمت اور انتقام کی قدرت کا بیان ہے' اس کی پکڑ بڑی سخت ہے وہ جب کسی کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے تو اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ فرعون کا انجام اس دعویٰ کی دلیل اور اس پر گواہ ہے۔

سورۃ البروج کے خواص

۱......جس بچہ کا دودھ چھڑانا ہو تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائیں۔ وہ بچہ آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔

۲......رات کو بستر پر جا کر اس سورۃ کو پڑھ کر سوئیں تو رات بھر ہر قسم کی آفت سے حفاظت رہے گی۔ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ

مسافر سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنے گھر کے دروازہ میں کھڑے ہو کر یہ آیات پڑھ لے تو وہ خود اور اس کا ساز و سامان سب محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ اپنا وہ خوف وخشیت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے کہ جو ہم آپ کی پکڑ سے ڈر کر ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آ جائیں اور آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آمین۔

یَا اللّٰہ بعض گناہ ایسے بھی کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ یہ گناہ کی بات ہے اور آپ میرے حال کو جانتے ہیں لیکن گناہ کو ہلکا خیال کیا اور تیری پکڑ کا خیال نہ کیا۔ اپنی رو میں کر گزرا' الٰہی! ان کو بھی معاف فرما دیجئے

یَا اللّٰہ دن کی روشنی میں تیرے بندوں سے چھپ کر گناہ کیا اور رات کے اندھیرے میں تیرا حکم توڑا یہ صرف میری نادانی ہی تھی کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ہر پوشیدہ ظاہر ہے۔ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ کے یہاں سوائے آپ کی رحمت کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ؕ

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے۔ وہ روشن ستارہ ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو۔

وَالسَّمَآءِ قسم آسمان کی	وَالطَّارِقِ اور رات کو آنیوالے کی	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم نے کیا سمجھا	مَا الطَّارِقُ کیا ہے طارق	النَّجْمُ ستارا	الثَّاقِبُ چمکتا ہوا
اِنْ نہیں	كُلُّ کوئی	نَفْسٍ جان	لَمَّا مگر	عَلَيْهَا اس پر	حَافِظٌ نگہبان

وجہ تسمیہ، موضوع وغیرہ: سورۃ کی ابتداہی میں وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ فرمایا گیا ہے یعنی قسم ہے آسمان کی اور طارق کی۔ طارق کے معنی ہیں جو چیز رات کو نمودار ہو۔ مراد اس سے روشن ستارے ہیں اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام الطارق ہے۔ یہ بھی مکی سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ دنیا میں انسان جو کچھ کرتا ہے وہ لکھ لیا جاتا ہے اور جب وہ وقت آئے گا کہ قیامت قائم ہوگی تو اس کے سامنے اس کا اعمال نامہ پیش کر دیا جائے گا اور اگر اس کو قیامت میں شبہ ہو اور اس کی سمجھ میں نہ آئے کہ مرنے کے بعد انسان پھر دوبارہ کیسے زندہ کر کے کھڑا کر دیا جائے گا تو انسان اپنی پہلی پیدائش پر غور کرے کہ جس نے اسے ایک ناچیز قطرۂ منی سے انسان بنا کر پیدا کر دیا یقیناً اسی طرح وہ خالق اسے دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔

قیامت ضرور واقع ہوگی

یہاں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ آسمان کی اور طارق کی پھر خود ہی فرمایا کہ طارق ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔ طارق کے معنی ہیں رات میں آنے والا۔ یہ تو یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے کہ طارق سے کون سا تارا مراد ہے البتہ اتنی بات ظاہر ہے کہ روشن ستاروں میں سے یہ کوئی چمکدار ستارہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اپنی دوسری مخلوقات کی اکثر قسمیں کھائی ہیں۔ قرآن پاک کی بیشتر قسمیں دراصل اس معنی میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو کسی نہ کسی بات کی دلیل اور ثبوت کے طور پر پیش فرماتا ہے اور انسان کو ان چیزوں کے بارہ میں غور کرنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ جن کی قسم کھائی جاتی ہے یہی صورت یہاں بھی ہے اللہ تعالیٰ آسمان اور کائنات کی طرف اور کسی خاص چمک دار تارہ کی طرف انسان کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ کائنات کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کی حکمت اور اس کی قدرت کے بارہ میں انسان کے اندر یقین پیدا کرنے کا بڑا ہی کامیاب ذریعہ ہے اور اسی غور وفکر کے نتیجہ میں انسان اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ بلا مقصد اور بے نتیجہ نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اس کا ایک مقصد ہے اور اس سب کا کوئی انجام ضرور ہونا ہے۔ یہی مقصد ہے جس کے لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسان کو کائنات زمین و آسمان اور ان کی چیزوں کی طرف غور کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ تو جب اس کائنات کا ایک مقصد ہے تو انسان کا وجود بھی اسی کائنات کا ایک جزو ہے جو بے مقصد نہیں ہو سکتا کہ انسان یونہی دنیا میں بے مقصد پیدا ہو گیا ہو اور اس پر کوئی ذمہ داری نہ ہو۔ کوئی جواب دہی نہ ہو نعمتیں تو اسے بیشمار ملیں لیکن نعمتوں کا کوئی حساب نہ ہو کہ صحیح استعمال کیں یا غلط۔ عمل اور ارادے کی تو آزادی ہو لیکن یہ پوچھ گچھ نہ ہو کہ اس آزادی کا استعمال صحیح کیا یا بے جا۔ ٹھیک یا غلط۔ اسی حقیقت کو بتلانے اور انسان کی نظروں کے سامنے لانے کے لئے قسمیہ کلام کے بعد بطور جواب قسم فرمایا گیا کہ دنیا میں ہر ہر انسان کی باقاعدہ نگرانی ہو رہی ہے۔ جو کوئی جو کچھ نیک یا بد، اچھا یا برا، جائز یا ناجائز کر رہا ہے وہ سب محفوظ کیا جا رہا ہے اور سب کا باقاعدہ ایک ریکارڈ رکھا جا رہا ہے۔ اور یہ سارا انتظام اسی دن کے لئے کیا جا رہا ہے جب ہر ایک کو اپنے پیدا کرنے والے کے حضور حاضر ہونا پڑے گا اور اس کے سامنے زندگی کا پورا حساب پیش کرنا ہوگا۔ اور انجام و نتیجہ میں انعام و اکرام کا یا سزا و عذاب کا مستحق ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝

تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝

وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی پھر انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔

فَلْيَنْظُرِ چاہیے کہ دیکھے	الْاِنْسَانُ انسان	مِمَّ کس چیز سے	خُلِقَ پیدا کیا گیا	خُلِقَ وہ پیدا کیا گیا	مِنْ سے	مَآءٍ پانی	دَافِقٍ اچھلتا ہوا	يَّخْرُجُ نکلتا ہے	
مِنْ سے	بَيْنِ درمیان	الصُّلْبِ پیٹھ	وَالتَّرَآئِبِ اور سینہ	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى پر	رَجْعِهٖ اسکو دوبارہ لوٹانا	لَقَادِرٌ قادر	يَوْمَ دن	تُبْلَى جانچے جائینگے
السَّرَآئِرُ راز	فَمَا تو نہ	لَهٗ اسکے لئے	مِنْ سے	قُوَّةٍ قوت	وَّلَا اور نہ	نَاصِرٍ مددگار			

وجود انسانی قیام قیامت کی نشانی

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو اگر قیامت میں دوبارہ پیدا کئے جانے اور زندہ کر کے کھڑا کئے جانے میں شک وشبہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ یہ خود اپنی اول پیدائش میں غور وفکر کرے کہ یہ کس چیز سے اور کس طرح اول بار پیدا کیا گیا۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پیدائش کے بارے میں سوچنے اور غور کرنے کی طرف بار بار مختلف انداز میں توجہ دلائی ہے کیونکہ اس سے اللہ کی حکمت اور قدرت کا جو نمونہ سامنے آتا ہے وہ انتہائی حیرت میں ڈالنے والا ہے۔

دعوتِ فکر

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ پس انسان کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اور مادہ اس کی خلقت کا کہاں کہاں سے جمع کر کے لایا گیا ہے؟ پھر خود ہی حق تعالیٰ اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ وہ اچھلتے ہوئے ایک پانی سے پیدا ہوا ہے جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔یہاں پانی سے مراد منی ہے اور پشت وسینہ جو بدن کے دو طرفین ہیں اس سے مراد تمام بدن ہو سکتا ہے اور یہ اس لئے مراد لیا گیا کہ منی تمام بدن میں پیدا ہو کر پھر منفعل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ نطفہ یعنی منی یہ خلاصہ اور جوہر ہے خون کا۔اور خون انسانی بدن میں غذا سے بنتا ہے اور غذا حاصل ہوتی ہے زمین سے اگنے والی چیزوں سے جیسے اناج' ساگ پات' ترکاری' پھل میوے وغیرہ یا غذا حیوانوں سے حاصل ہوتی ہے جیسے گوشت' دودھ چربی اور انڈا اور پھر دودھ سے گھی' مکھن' دہی' پنیر وغیرہ از روئے علم طب غذائے صالح کے معدہ میں جانے کے بعد جب ۲۷ گھنٹہ گزرتے ہیں تو اس کھائی ہوئی غذا سے منی بنتی ہے۔

مادہ منوی دماغ سے نزول کرتا ہے اور ان رگوں میں سے جو دونوں کانوں کے پیچھے ہیں وہاں سے گزر کر نخاع یعنی حرام مغز میں آتا ہے۔پھر مرد کا وہ مادہ پیٹھ کے منکوں کی راہ سے گزر کر گردوں میں آتا ہے وہاں سے خصیوں میں وہاں سے اعضائے تناسل کے نیچے کی رگ سے گزر کر رحم میں گرتا ہے۔

تو جس ذات کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ انسان کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور ایسے عجیب وغریب طریقہ سے پیدا کرتا ہے وہ یقیناً اس بات کی قدرت بھی رکھتا ہے کہ جب چاہے انسان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ اس کو اس کی صورت کی طرف لوٹا دے۔تو جس نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا اسی انسان کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دینا اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے۔ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ یقیناً یہ بات ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا کچھ بھی

مشکل کام نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو ہر اس شخص کی سمجھ میں آ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرے اور صحیح طریقہ پر عقل سے کام لے کر نتائج اخذ کرے۔ ان ہی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی خود انسان کی اپنی پیدائش بھی ہے۔

قیامت کے دن سب اعمال ظاہر ہو جائیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے۔

یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ یعنی دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی اور اس کی سب مخفی باتیں ظاہر ہو جاویں گی اور کل باتیں جو دلوں میں پوشیدہ رکھی ہوں گی یا چھپ کر کی ہوں گی ظاہر ہو جاویں گی۔ اور کسی جرم کا اخفا ممکن نہ ہوگا۔ دنیا میں تو لوگ جرم کر کے چھپا بھی لیتے ہیں یا انکاری ہو جاتے ہیں مگر وہاں پر ایسا نہ ہو سکے گا کیونکہ سب مخفی باتیں خواہ عقیدہ کی ہوں یا نیت کی سب ظاہر ہو جائیں گی پھر اس وقت انسان اپنے اعمال بد اور عقائد باطلہ اور نیت فاسدہ کی وجہ سے پچھتائے گا مگر لاحاصل اس وقت وہ نہ اپنی ہمت سے اور نہ کسی حمایتی کی مدد سے عذاب سے بچ سکے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنی قدرت سے ہم کو انسانی جامہ پہنایا اور اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا۔ اور پھر اسلام اور ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔

یَا اَللّٰہُ جو گناہ عمر کو خراب کریں امید سے نا امید کر دیں۔ نیک اعمال کو برباد کر دیں الٰہی! ایسے گناہوں سے بچا کر رکھنا اگر کر لئے ہوں تو معاف فرمانا۔

یَا اَللّٰہُ آپ نے قلب کو پاک کیا' میں نے گناہوں سے ناپاک کر لیا' آپ نے پردہ رکھا میں نے خود اس کو چاک کر دیا اپنے برے اخلاق کو مزین کیا اور نیک بنا رہا ایسے گناہ بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے۔ اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے۔ کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے اور کوئی لغو چیز نہیں ہے

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۚۖ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۧ

یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں۔ تو آپ ان کافروں کو یونہی رہنے دیجئے انکو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے

وَالسَّمَآءِ قسم آسمان کے	ذَاتِ الرَّجْعِ بارش والا	وَالْاَرْضِ اور زمین کی	ذَاتِ الصَّدْعِ پھٹ جانے والی	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَقَوْلٌ کلام	فَصْلٌ فیصلہ کردینے والا
وَمَا اور نہیں	هُوَ وہ	بِالْهَزْلِ بیہودہ بات	اِنَّهُمْ بیشک وہ	يَكِيْدُوْنَ تدبیر کرتے ہیں	كَيْدًا تدبیر	وَاَكِيْدُ اور میں تدبیر کرتا ہوں
كَيْدًا ایک تدبیر	فَمَهِّلِ پس ڈھیل دو	الْكٰفِرِيْنَ کافر	اَمْهِلْهُمْ ڈھیل دو انہیں	رُوَيْدًا تھوڑی		

قرآن کریم روحانی واخلاقی زندگی کا ضامن

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ یعنی قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جس میں سے نباتات اُگتی ہے۔ تو قسم کھا کر فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ یعنی قرآن کریم حق اور باطل میں فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ اب یہاں جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے یعنی قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو بیج نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے اور جواب قسم کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے اس میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح آسمان سے بارش ہوتی ہے اور عمدہ زمین کو سرسبزی اور شادابی سے مالا مال کرتی ہے اسی طرح قرآن کریم بھی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور حق و باطل میں صاف صاف فیصلہ کر کے اپنی بہترین تعلیم اور زرین اصولوں سے صلاحیت اور قابلیت رکھنے والے انسانوں کو مالا مال کرتا ہے اور دین و دنیا میں کامیاب و بامراد بنا دیتا ہے۔ تو یہاں آیت میں اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ یہ قرآن تمہاری روحانی اور اخلاقی زندگی کا ضامن ہے۔ یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے۔ غلط اور صحیح کو الگ الگ کر کے دکھاتا ہے۔ زندگی کی حقیقی کامیابی اور ناکامی کی راہیں کھول کھول کر بتاتا ہے اور اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب سنجیدہ حقیقتیں ہیں۔

آگے قرآن کی ایک دوسری حیثیت وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ فرما کر ظاہر کی گئی۔ یعنی قرآن کریم کوئی لغو اور معمولی چیز نہیں یہ کوئی ہنسی اور ٹھٹا نہیں۔ اس میں جو قیامت اور آخرت کی تفصیلات بتلائی جا رہی ہیں اسے دل لگی اور مذاق مت سمجھو۔ قرآن کی ہر بات بتلائی ہوئی اٹل ہے اور ہو کر رہے گی۔

مخالفین قرآن ہر دور میں ناکام

آگے بتلایا جاتا ہے اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا یعنی باوجود اثبات حق کے اور اس طرح کھول کھول کر بتا دینے کے پھر بھی جو لوگ قرآن کی دعوت پر کان نہیں رکھتے بلکہ اسے ناکام بنانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور جوڑ توڑ میں لگے ہوئے ہیں اور چھپ چھپ کر ایسے داؤں اور گھات کی فکر میں ہیں کہ جن سے قرآن کی دعوت اور اس کے ماننے والوں کو ناکام بنا دیا جائے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیریں ان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مضبوط اور کامیاب ہیں۔ یہ منکرین حقانیت کو جھٹلانے کی تدبیریں کر رہے ہیں لیکن خدا تعالیٰ بھی ان کو ذلیل و ناکام کرنے اور عذاب میں گرفتار کرنے کے لئے تدبیریں کر رہے ہیں۔ اور ان منکرین کی بربادی کے لئے مختلف سامان مہیا کر رہے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ خدا کی تدبیر غالب آئے گی اور ان کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں یہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

تاخیر عذاب کی حکمت

سورۃ کے آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے۔ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کی تدبیر کرنا آپ نے سن لیا تو آپ ان کافروں کی مخالفت سے نہ گھبرایئے اور ان کے جلدی مبتلائے عذاب ہونے کی خواہش نہ کیجئے بلکہ تھوڑے دنوں کے لئے ان کو انکے حال پر چھوڑ دیجئے اور مہلت دے دیجئے تا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ہوجائے پھر دیکھئے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ الحمد للہ دنیا نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب میں کفار مکہ کی ہر طرح کی کید و تدابیر کے باوجود اسلام کو غلبہ اور کفار کو تباہی و بربادی نصیب ہوئی۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتدائی آیات میں اللہ نے آسمان کی اور رات کو چمکنے والے ستارے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہر انسان پر اللہ کی طرف سے نگہبان فرشتہ مقرر ہے'' حافظ'' کا معنی نگران بھی ہے اور محافظ بھی یہاں دونوں معنی کیے جاسکتے ہیں ہر انسان کے ساتھ ایسے فرشتے لگے ہوئے ہیں جو اس کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں پھر انسان کی پہلی تخلیق سے اس کی دوسری زندگی پر استدلال کیا گیا ہے اگلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب انسان عدالت الٰہیہ کے روبرو کھڑا ہوگا تو اس کے پوشیدہ راز ظاہر کر دئے جائیں گے۔ سورت کے اختتام پر قرآن کی صداقت اور اس کے قول فیصل ہونے پر قسم کھائی گئی ہے اور کفار کو وعید سنائی گئی ہے۔

سورۃ الطارق کے خواص

۱...... پینے والی دوائیوں پر اگر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر لیا جائے گا تو ان کی (جزوی) مضرتوں سے حفاظت ہو جائے گی۔

۲...... اگر کسی آدمی کو احتلام کی بیماری ہو تو وہ سونے سے پہلے اس سورۃ کو پڑھ لے، ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہمیں جس مقصد کیلئے پیدا فرمایا ہے اور دنیوی زندگی عطا فرمائی ہے اس میں اس مقصد کو خاطر خواہ پورا کرنے کے لئے توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس دنیا میں ایسی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں کامیابی و کامرانی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سرتا پا قرآن پاک کا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

یَااللّٰہُ وہ گناہ جن کے ارتکاب سے آپ کے وعدوں سے محروم ہو جاؤں اور آپ کے غصہ و عذاب میں آ جاؤں۔ الٰہی! مجھ پر رحمت رکھنا اور ایسے سب گناہ معاف فرما دیں۔

یَااللّٰہُ ایسے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے ذکر سے غافل رہا ہوں اور آپ کی وعیدوں اور ڈرانے کی آیات سے لاپرواہ ہو گیا اور سرکشی کرتا رہا الٰہی! معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم ولا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ وَالَّذِىْ

آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے۔ جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی اور جس نے

اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ

چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔

سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر	اِسْمَ نام	رَبِّكَ اپنا رب	الْاَعْلَى سب سے بلند	الَّذِىْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	فَسَوّٰى پھر ٹھیک کیا	وَالَّذِىْ اور جس نے	
	قَدَّرَ اندازہ ٹھہرایا	فَهَدٰى پھر راہ دکھائی	وَالَّذِىْ اور جس نے	اَخْرَجَ نکالا	الْمَرْعٰى چارا	فَجَعَلَهٗ پھر اسے کر دیا	غُثَآءً خشک	اَحْوٰى سیاہ

وجہ تسمیہ اور شان نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى سے ہوئی ہے یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے۔ لفظ اعلیٰ جس کے معنیٰ ہیں سب سے اوپر۔ غالب سب سے برتر۔ عالی شان یہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام اعلیٰ مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے سبب نزول اس سورۃ کا مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے قرآنی سورتیں نازل ہونا شروع ہوئیں اور غیب سے بیشمار علوم اور معارف کا فیضان شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میں خود پڑھا لکھا نہیں ہوں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی چیز بھول جاؤں۔ اس لئے اس سورۃ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی کہ آپ نہیں بھولیں گے اور آپ کو بھولنے کا خطرہ ہرگز نہ کرنا چاہئے اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کو بہت محبوب رکھتے تھے اور وتر کی پہلی رکعت میں اور عیدین اور جمعہ میں اکثر پہلی رکعت میں یہ سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورۃ غاشیہ تلاوت فرماتے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں اور جمعہ میں انہی دو سورتوں کو پڑھتے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو یعنی اس حکم کی تعمیل میں رکوع میں **سبحان ربی العظیم** کہا کرو۔ پھر جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو یعنی اس کی تعمیل میں سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہا کرو۔

موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۸۷ ویں سورۃ ہے مگر اس کا شمار بحساب نزول ۲۵ لکھا ہے۔ اس میں ۱۹ آیات ۷۲ کلمات اور ۲۹۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پاکی کا حکم اور اس کے دلائل

سورۃ کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ کے متبعین مومنین اپنے عالی شان اور بزرگ برتر رب کے نام کی تسبیح و تقدیس بیان کریں۔ تسبیح کے معنیٰ ہیں خدائے تعالیٰ کو تمام عیوب و نقصانات سے پاک و مبرا و منزہ سمجھنا اور اس کی ذات و صفات اور افعال کو سب نقصانات سے بری اور پاک جان کر زبان سے اس کی پاکی بیان کرنا۔ سورۃ کی ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے لفظ سَبِّحْ فرما

کر اپنے نام کی تسبیح و تقدیس کا جو حکم فرمایا تو ساتھ ہی آگے وجہ اور دلیل کے طور پر یہ بھی بیان فرما دیا کہ دراصل اس کائنات میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جو تسبیح کی مستحق ہے اور اسی کے لئے تسبیح روا ہے۔ اور یہ تسبیح صرف انسان ہی کا وظیفہ نہیں بلکہ چرند پرند اور کائنات کا ہر ذرہ اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل پندرھویں پارہ میں ارشاد ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (اس کی پاکی تو ساتوں آسمانوں اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو) تو معلوم ہوا کہ تمام کائنات میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جو تسبیح کی مستحق ہے اور کائنات کا ہر ذرہ اسی کی تسبیح میں لگا ہوا بھی ہے۔ اب آگے دلیل کے طور پر بتایا جاتا ہے کہ کیوں وہی ایک ذات تسبیح کے لائق ہے۔

پہلی دلیل:۔ وہ ''رب'' ہے۔ پرورش کے سارے انتظامات وہی کر رہا ہے۔ نطفہ سے لے کر اخیر زندگی تک وہی انسانوں کا حقیقی مربی اور محسن ہے۔ اس لئے اس کی پاکی بیان ہونا چاہئے۔ تعریف اور شکر کا مستحق صرف وہی ہے اسی کے احکام کو بجالانے کے لئے انسان کو سرگرمی دکھانا چاہئے۔ اور اسی کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو بالکل اسی کے مرضی کے حوالہ کر دینا چاہئے۔

دوسری دلیل:۔ وہ اعلیٰ ہے سب سے بلند مرتبہ ہے۔ اس کی شان سب سے اونچی ہے وہ سب کا حاکم اور سب سے عالی شان ہے۔ کوئی دوسرا اس کے برابر نہیں۔ اس لئے تسبیح کا مستحق صرف وہی ہے۔ صرف وہی اس قابل ہے کہ بندہ اس کے حضور سر زمین پر رکھ دے۔ اور سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔

تیسری دلیل:۔ اَلَّذِيْ خَلَقَ کہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ ہر چیز کو وجود میں لانا صرف اسی کا کام ہے۔ پیدا کرنے میں نہ اس کا کوئی ساتھی ہے نہ مددگار۔ اسی لئے ہر چیز اسی کی تسبیح کر رہی ہے۔ انسان کو بھی لازم ہے کہ وہ بھی اپنے خالق کی پاکی بیان کرے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے سرگرم عمل رہے۔

چوتھی دلیل:۔ فَسَوّٰى کہ اس خالق کا یہی کرم و احسان نہیں ہے کہ اس نے صرف پیدا کر دیا بلکہ ہر چیز کو اور خود انسان کو ٹھیک ٹھیک اسی طرح بنایا جس طرح بنانا چاہیے تھا۔ یونہی پیدا کر کے بے ڈول نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کو ٹھیک اور درست بھی کیا۔ جس کے لئے جس عضو اور جس قوت اور صورت کی حاجت تھی وہی عطا کی۔ انسان سے لے کر حیوانات اور نباتات و جمادات بلکہ علویات تک جس میں چاند سورج اور ستارے تک شامل ہیں جس پر بھی نظر ڈالی جائے تو یہی اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کی بناوٹ ایسی ہی ہونی چاہئے تھی۔ پرندوں کو پر دیئے درندوں کو ناخن اور کچلیاں عطا کیں۔ درختوں کو پوست کا لباس پہنایا۔ کسی چیز کو لے لو۔ ہر چیز انتہائی حکمت و دانائی کے ساتھ بنائی اور باعتبار خواص و صفات اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں اس چیز کی پیدائش کو ایسا درجہ کمال تک پہنچایا اور ایسا مزاج و خواص عطا کیا کہ جس سے وہ منافع و فوائد اس پر مرتب ہو سکیں اور پھر انسان تو اللہ کی حکمت کا وہ نمونہ ہے کہ اس کی بناوٹ کی درستگی اور خوبیوں پر غور کرو تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تو ایسے خالق کے سوا اور کون ہے کہ جس کی حمد و تعریف کی جائے۔

پانچویں دلیل:۔ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى میں فرمائی (جس نے اندازہ کیا اور راہ بتائی) یعنی جس رب کی تسبیح کرنے کی ہدایت دی جا رہی ہے اس کا یہ کرم بھی کتنا بڑا ہے کہ اس نے سب کچھ پیدا کر کے کائنات کو اندھے بہرے اور بے ضابطہ قوانین فطرت کے حوالہ نہیں کر دیا بلکہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو نظام قائم ہے ایک پہلے سے مقرر کئے ہوئے اندازے اور تجویز کے ماتحت ہو رہا ہے۔ ہر کام کا ایک منصوبہ اور مقصد ہے اور اس سب کی تدبیر وہ خود کر رہا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور پھر اس نے اپنی ہر مخلوق کی رہنمائی کا بھی انتظام فرمایا۔ مثلاً انسان کو معاش کے اسباب حاصل کرنے کے علوم عطا کئے۔

ہر جاندار یہ جانتا ہے کہ اسے اپنی زندگی باقی رکھنے اور اپنی نسل کو بڑھانے کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔ پھر انسان اشرف المخلوقات کو تو

اور بھی واضح اور کھلے کھلے احکام کی ضرورت تھی۔ اس لئے انسانی ہدایت کے لئے فطری رہنمائی کے علاوہ وحی کا انتظام فرمایا۔ اپنے رسول بھیجے اور اپنی کتابیں نازل کیں اور انسان کی کامل رہنمائی کا انتظام فرمایا تو اسی خالق اور رب کی ذات قابل تسبیح ہوئی۔

چھٹی دلیل :۔ وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی یعنی جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے لئے اول نہایت سبز خوشنما گھاس چارا زمین سے پیدا کیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کو زرد کر کے خشک کر ڈالا اور پھر وہ کٹ کر ٹوٹ جاتی ہے اور سیاہی مائل کوڑے کرکٹ کی طرح ہو جاتی ہے تاکہ ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔ تو یہاں یہ دلائل دے کر انسانوں کو غور و فکر کی دعوت دی کہ اگر تم ان باتوں پر غور کرو تو تمہارے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تم اپنی زبان اور اپنے عمل سے اس خالق، رازق اور مالک کی تسبیح کرنے لگو تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے جذبہ سے بھر جائے اور تمہاری زبان پر اس کی حمد و تعریف جاری ہو جائے۔

دعا کیجئے

یَا اَللہُ اپنے انعامات و احسانات کا ہم کو شکر گزار بندہ بنا کر رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یَا اَللہُ ہمیں اپنے تسبیح خواں اور شکر گزار بندوں میں شامل رکھئے اور اپنے پاک نام کی تسبیح اور تقدیس کی دائمی توفیق زندگی کے آخری لمحہ تک نصیب فرمایئے۔

یَا اَللہُ ہمیں اپنی ذات و صفات کی وہ معرفت نصیب فرما کہ ہم آپ کی ربوبیت و وحدانیت کا خاطر خواہ حق ادا کر سکیں اور آپ کے انعامات و احسانات کی شکر گزاری کے جذبات دل میں رکھتے ہوئے اس دنیا سے دار آخرت کی طرف کوچ کریں۔ آمین۔

یَا اَللہُ تکالیف میں مبتلا ہو کر کبھی میں نے شرک کر لیا ہو یا آپ کی شان میں گستاخی کر لی ہو۔ آپ کے بندوں سے آپ کی شکایت کی ہو بجائے آپ کے در پر آنے کے بندوں پر حاجت اتاری ہو یا آپ کی مخلوق کے سامنے اس طرح مسکینی کا اظہار کیا ہو یا چاپلوسی کی ہو کہ جیسے حاجت روائی اسی کے قبضے میں ہے۔ الٰہ العالمین ایسے گناہوں کی بھی معافی عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى ؕ وَنُيَسِّرُكَ لِلۡيُسۡرٰى ۚ

ہم قرآن آپ کو پڑھادیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے۔ مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے۔ اور ہم اس آسان شریعت کیلئے آپکو سہولت دیں گے۔

سَنُقۡرِئُكَ ہم جلد پڑھائیں گے آپ کو	فَلَا تَنۡسٰٓى پھر نہ بھولیں گے آپ	اِلَّا مگر	مَا شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	يَعۡلَمُ جانتا ہے	الۡجَهۡرَ ظاہر		
وَمَا اور جو	يَخۡفٰى پوشیدہ	وَنُيَسِّرُكَ اور ہم آپکو سہولت دینگے	لِلۡيُسۡرٰى آسان طریقہ					

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ قرآن کریم کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے

گذشتہ ابتدائی آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطہ سے آپ کے متبعین کو اپنے عالی شان اور بالاتر پروردگار کی تسبیح وتقدیس کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو راہ ہدایت دکھلانے اور عتاب وعذاب الٰہی سے بچنے کی سبیل سے واقف بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

اسی سلسلہ میں سب سے آخری کتاب قرآن کریم نازل فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تبلیغ پر مامور فرمایا۔ آپ اس ذمہ داری کو جو آپ پر ڈالی گئی اور اس امانت کو جو آپ کے سپرد کی گئی اس کا بار بہت محسوس فرماتے اور یہ احساس آپ کو مجبور کرتا کہ آپ وحی کو جو آپ پر نازل ہوتی اچھی طرح یاد کر لینے اور اس کو پوری طرح ذہن نشین کر لینے کے لئے غیر معمولی توجہ سے کام لیں اور جلدی جلدی یاد کر لینے کی کوشش کریں۔ اس لئے آپ نزول وحی کے وقت اس کو دہراتے کہ کہیں کوئی بات یاد ہونے سے رہ نہ جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کوئی حرف یا جملہ بھول جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن پاک میں مخاطب فرما کر تسلی فرمائی۔ سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو خطرہ آپ کے دل میں گزرتا ہے کہ آپ قرآن شریف میں سے کہیں کچھ بھول نہ جائیں اور اس طرح کہیں اس کی تبلیغ واشاعت میں فرق نہ آ جائے تو اس کے متعلق ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ ہم جتنا نازل کرتے جائیں گے اتنا آپ کو یاد کرا دیا کریں گے اور آپ اس سے کوئی حصہ نہیں بھولیں گے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی کو بھلانا منظور ہو تو وہ جس قدر چاہے بھلا سکتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھانا اور فراموش کرا دینا سب قرین مصلحت ہوگا کیونکہ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى یعنی اللہ تعالیٰ ہر ظاہر اور مخفی بات کو جانتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کی امت میں بھی ہر جگہ بکثرت حفاظ موجود ہیں یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں تک پورے قرآن کریم کی حافظ ہیں۔ اگر خدانخواستہ تمام دنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا کتابی شکل میں نہ رہے تو کچھ پروا نہیں ایک حافظ لڑکا پورا قرآن لکھوا سکتا ہے کہ ایک لفظ حرف اور زیر زبر کا فرق نہ آنے پائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فَلَا تَنۡسٰٓى پس آپ نہیں بھولیں گے کی جو بشارت دی گئی تھی وہ بحمد اللہ اب تک جلوہ گر ہے۔ بھلا کوئی دوسری قوم تو اپنی کتاب کا ایک ہی حافظ دکھا دے۔ نہ کوئی وید کا حافظ سننے میں آیا نہ انجیل کا۔ نہ توریت کا نہ زبور کا۔ الغرض یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی آپ قرآن کریم سے کوئی حصہ بھولیں گے نہیں۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت ومصلحت کی بناء پر آپ کے قلب مبارک یا ذہن سے کچھ بھلا دینا اور محو کر دینا چاہیں تو وہ اور بات ہے۔

دوسری بشارت کہ شریعت کے احکام فطری ہیں

آگے ایک دوسری بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہے کہ جیسا ہم آپ کو قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح ہم اس آسان شریعت کے ہر حکم پر چلنے کے لئے آپ کو سہولت دیں گے یعنی سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا۔ اس طرح نجات کے راستہ کو آسان کر دیں گے کہ کوئی حقیقی مشکل اور محال بات پر عمل کا حکم نہ ہوگا جیسا کہ مذاہب باطلہ میں ہے کہ کوئی بتوں پر اپنی اولاد کی قربانی کو نجات کا سبب مانتا' کوئی عمر بھر بھوکا پیاسا رہ کر مرنے کو' کوئی لنگوٹی باندھ کر فقیر بننے اور بھیک مانگتے پھرنے کو نجات جانتا تھا۔ یہاں ونیسرک للیسری اور ہم اس آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے فرما کر شریعت کے آسان ہونے کی تصریح فرما دی اور اس امر کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اسلام میں نجات کچھ مشکل امر نہیں اور وہ صرف خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے مل جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جیسا اس دین اور شریعت کو آسان رکھا ہے تو ہمارے لئے بھی اس پر چلنا آسان فرما دیں اور ہر حال میں ہم کو شریعت پر استقامت نصیب فرما دیں آمین۔

یَااَللہُ ان معاصی کی مغفرت کا طلبگار ہوں کہ بوقت معصیت تیرے سوا کسی دوسرے کو پکارا ہو اور غیر اللہ سے امداد کی دعا کی ہو۔

یَااَللہُ تیری عبادت میں جانی و مالی گناہ کا اختلاط کر لیا یا مال کی طمع میں شریعت کا خیال نہ کیا ہو یا کسی مخلوق کی اطاعت کی اور تیری نافرمانی کی' تیرے حکم کو ٹالا اور اس کے برخلاف مخلوق کے حکم کو سراہا ہو۔ محض دنیا کی خاطر ناجائز منت وسماجت کی ہو حالانکہ میں جانتا بھی ہوں کہ آپ کے سوا کوئی حاجت پورا کرنے والا نہیں۔ الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

یَااَللہُ گناہ تو بڑا تھا مگر نفس نے معمولی سمجھا اور اس کے کرتے ہوئے نہ ڈرا نہ رکا۔ الٰہی! ان کی بھی معافی دیدے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿٩﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِيْ

تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو ڈرتا ہے اور جو شخص بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے۔ جو

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾

بڑی آگ میں داخل ہوگا پھر نہ اس میں مرہی جاوے گا اور نہ جیے گا۔ بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾

اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا۔ بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾

یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے۔ یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

فَذَكِّرْ پس سمجھادیں	اِنْ اگر	نَفَعَتِ نفع دے	الذِّكْرٰى سمجھانا	سَيَذَّكَّرُ جلد سمجھ جائیگا	مَنْ جو	يَّخْشٰى ڈرتا ہے	وَيَتَجَنَّبُهَا اور پہلوتہی کریگا اس سے	
الْاَشْقَى بدبخت	الَّذِيْ جو	يَصْلَى داخل ہوگا	النَّارَ آگ	الْكُبْرٰى بہت بڑی	ثُمَّ پھر	لَا يَمُوْتُ نہ مریگا وہ	فِيْهَا اس میں	وَلَا يَحْيٰى اور نہ جیے گا
قَدْ اَفْلَحَ یقیناً اس نے فلاح پائی	مَنْ جو	تَزَكّٰى پاک ہوا	وَذَكَرَ اور یاد کیا	اسْمَ نام	رَبِّهٖ اپنا رب	فَصَلّٰى پھر نماز پڑھی	بَلْ بلکہ	
تُؤْثِرُوْنَ بڑھاتے ہو ترجیح	الْحَيٰوةَ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	وَالْاٰخِرَةُ اور آخرت	خَيْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰى اور باقی رہنے والی	اِنَّ بیشک	هٰذَا وہ	
لَفِي میں	الصُّحُفِ الْاُوْلٰى پہلے صحیفے	صُحُفِ صحیفے	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَمُوْسٰى اور موسیٰ				

دوسروں کو بھی فیض پہنچایئے

یہ سورۃ اعلیٰ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی تھی اور اطمینان دلایا گیا تھا کہ آپ کو قرآن کریم جتنا جتنا نازل ہوتا جائے گا یاد کرا دینا یہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔ آپ اپنے دل میں یہ خطرہ نہ لائیں کہ کہیں وحی الٰہی میں سے کچھ بھول نہ ہو جائے۔ پھر یہ بھی بشارت دی گئی تھی کہ جس طرح قرآن کا یاد رکھنا آپ کے لئے آسان ہوگا اسی طرح اس کا سمجھنا سمجھانا اور اس پر عمل کرنا بھی آسان ہوگا۔ نیز اس وقت دعوت حق کے کام میں جو مشکلات حائل ہو رہی ہیں وہ بھی آسان کر دی جائیں گی۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسے ایسے انعامات فرمائے تو آپ دوسروں کو بھی فیض پہنچایئے اور دوسروں کی بھی تکمیل فرمایئے۔ اور دوسروں کو بھی نصیحت کیا کیجئے اگر آپ یہ سمجھیں کہ نصیحت کرنا نفع دے گا اور آپ کے خیال میں مفید معلوم ہوتا ہو۔

تبلیغ اور تذکیر کا فرق

تبلیغ اور چیز ہے اور تذکیر اور چیز ہے۔ تبلیغ یعنی حکم کا پہنچا دینا یہ عام ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اور جو نہ مانے اس پر حجت تمام ہو جائے گی اور رہی تذکیر جس کے معنی ہیں یاد دلانا۔ سمجھانا، نصیحت کرنا یہ اس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اس کا قبول کرنا مظنون ہو۔ تو منصب وعظ و تذکیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شخص کیلئے نہیں ہاں تبلیغ و انذار یعنی حکم الٰہی کا پہنچانا اور اللہ کے عذاب سے

ڈرانا تاکہ بندوں پر حجت قائم ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا باعتبار ہر شخص کے ضرور لازم وفرض ہے اور اس کو عرف میں تذکیر و وعظ نہیں کہتے بلکہ دعوت و تبلیغ کہتے ہیں۔ تو یہاں اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى تذکیر کے لئے شرط لگائی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم و قرائن سے جس کے لئے تذکیر مفید سمجھیں تو تذکیر فرمائیں ورنہ تبلیغ اور انذار تو سب ہی کے لئے ہے۔

نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے

آگے فرمایا سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى نصیحت تو وہی شخص مانتا ہے جو ڈرتا ہے یعنی سمجھانے سے وہی سمجھتا ہے اور نصیحت سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو۔ واضح ہو کہ انسان تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دار آخرت اور اعمال کی جزا و سزا کے یقین کے ساتھ قائل ہیں۔ دوم وہ کہ جو نہ یقین کے ساتھ قائل ہیں نہ منکر ہیں بلکہ کبھی تردد اور کبھی شک میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ نصیحت سے ڈر جاتے ہیں اول قسم کے لوگ تو خوب ہی ڈرتے ہیں اور قسم دوم کے بھی ڈر جاتے ہیں جب ان کے سامنے عذاب آخرت کی تصویر کھڑی کر دی جاتی ہے اور ان دونوں فریقوں کو سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى میں شامل کر لیا گیا ہے۔ تیسرا فریق وہ ہے جو بہت معاند اور منکر آخرت ہے۔ ایسا بدنصیب اور کم بخت تو نصیحت سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔ ایسا بدبخت آخر کار جہنم کی آگ کا شکار ہوگا۔ بدن کا گوشت پوست آگ میں خوب جلے گا۔ مگر ارواح کی طرح ابدان بھی وہاں فنا نہ ہوں گے۔ جل کر پھر نئے بدن پیدا ہو جایا کریں گے۔ اور یہ زندگی موت سے بدتر ہوگی۔ نہ موت ہی آئے گی۔ کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہوگی۔ بس ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا۔ العیاذ باللہ۔

کامیابی کیسے ملے گی؟

آگے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى فرمایا کہ بلاشبہ بامراد اور کامیاب ہو گیا جو پاک ہو گیا اب یہ پاکی عام ہے۔ اول قسم کی پاکی نجاست ظاہرہ سے نیز ناپاک کپڑوں سے عام ہے کہ وہ حقیقتاً ناپاک ہوں کہ ان پر نجاست لگی ہو یا حکماً کہ مال حرام سے بنائے گئے ہوں یا نامشروع ہوں جیسا کہ مرد کے لئے ریشم یا زری گوٹا یا فساق و فجار کی وضع و تراش ہو پھر جسم کو حکمی نجاستوں سے بھی پاک کیا ہو جیسے جنابت سے غسل اور حدث اصغر سے وضو پھر جسم کے ساتھ روح کو بھی پاک کیا ہو یعنی دل روحانی نجاستوں کفر و شرک اور عقائد باطلہ سے پاک ہو اور عقائد حقہ دل پر نقش ہوں۔ پھر برے اخلاق سے بھی پاک ہو جیسے زنا، چوری، جھوٹ، دغابازی، کینہ، حسد، حب شہوات فاسدہ وغیرہ سے پاکی حاصل کی ہو جس کے لئے توبہ ندامت استغفار اور آنکھوں کے آنسو اعلیٰ درجہ کے بمنزلہ صابون کے ہے۔ پھر اتلاف حقوق کی نجاست سے بھی پاکی حاصل کرے۔ حقوق اللہ ہوں جیسے فرائض و واجبات یا حقوق العباد ہوں۔ الغرض جو شخص قرآن سن کر جملہ عقائد خبیثہ اور اخلاق شنیعہ اور افعال رذیلہ سے باز آ گیا اور اس کے ساتھ ہی وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا یعنی صوم و صلوٰۃ کا پابند رہا تو ایسا شخص بلاشبہ کامیاب اور بامراد ہو گا۔ مگر منکرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ قرآن سن کر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس کے موافق عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ دنیا کی لذات فانیہ کو آخرت کی لذات باقیہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے اس لئے منکرین کو خطاب ہوتا ہے بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى کہ یہ کامیابی اور بھلائی جس کا اوپر ذکر ہوا تم کو کیسے حاصل ہو جب کہ تم کو آخرت کی فکر ہی نہیں بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے کیوں کہ باقی اور دائمی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز ہر طرح افضل ہو اسے چھوڑ کر گھٹیا کو اختیار کیا جائے۔

قرآنی دعوت ابدی حقیقت ہے

اخیر میں سورہ ختم کرتے ہوئے ایک اور حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا کہ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى یعنی اس وقت قرآن کے مخاطب مکہ کے مشرکین اور عرب کے یہود

تھے۔ مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دینی پیشوا کہتے تھے اور یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا دم بھرتے تھے۔ ان منکرین قرآن سے کہا جارہا ہے کہ تم آخر اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ قرآن جو کچھ پیش کر رہا ہے کیا وہ کوئی انوکھی اور نئی بات ہے؟ یہی بات تو ابراہیم علیہ السلام نے کہی تھی اور اسی کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام دعوت دیتے تھے۔ دونوں پر جو آسمانی کتابیں اتری تھیں ان میں توحید ہی کی دعوت دی گئی تھی اور دونوں کی دعوت یہی تھی کہ انسان شرک کی گندگی سے اپنے کو پاک کرے۔ تنہا ایک آقا، مالک اور خالق کی بندگی اختیار کرے، اسی راہ پر چل کر وہ آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکتا ہے۔ اسی توحید اور آخرت کی طرف قرآن دعوت دے رہا ہے۔ پھر آخر یہ کونسی ایسی بات ہے جس کو مان لینے میں تم چپڑ چپڑ کر رہے ہو؟ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہو اور فوری ملنے والے فائدوں سے تم ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔ اور اس وقت تم یہ بھول رہے ہو کہ اصل زندگی یہ نہیں ہے بلکہ اصل زندگی اس کے بعد آنے والی ہے۔

خلاصہ

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان

ابتدائی آیات میں اللہ کی ذات و صفات کے اعتبار سے اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے کا حکم دیا گیا، اس نے انسان کو پیدا کیا، اسے پرکشش صورت سے نوازا اور سعادت و ایمان کا راستہ دکھایا۔

یہ سورت قرآن کریم کا ذکر کرتی ہے اور اس کے حفظ کے آسان ہونے کی بشارت سناتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتی ہے کہ آپ نفوس کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی کیلئے قرآن کے ذریعے نصیحت کیجئے، جن کے دل میں خوف خدا ہوگا وہ ضرور نصیحت قبول کرلیں گے۔

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو گناہوں کی آلائش سے پاک کرلے گا، اسے اچھے جذبات و خیالات سے سنوار لے گا، اپنے دل میں اللہ کی عظمت اور جلال پیدا کرلے گا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا وہ کامیاب ہوگا، یہ وہ اصول ہے جو تمام صحیفوں اور شریعتوں میں بیان ہو چکا ہے۔

سورۃ الاعلیٰ کے خواص

۱..... جس آدمی کو بواسیر کا مرض ہو وہ اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے، ان شاء اللہ صحت یاب ہو جائے گا۔

۲..... جمعہ کے دن اس سورۃ کو لکھ کر گلے میں لٹکانے سے آدمی ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا۔

۳..... حاملہ عورت کے پہلو پر پہلے مہینہ میں یہ سورۃ لکھی جائے تو اس حمل سے جو بچہ ہوگا۔ وہ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔

دعا کیجئے

جو کچھ اس سورۃ میں ہم نے پڑھا اور سنا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے دلوں میں جاں گزیں فرمائے اور اپنے تسبیح خواں بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔ اور اپنے احکام کی ہم کو پوری پوری اطاعت نصیب فرمائیں۔ اور جو نصائح ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی ہیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ آخری سانس تک جتنے گناہ ہو چکے ہوں گے سب بخش دیجئے۔ اول بھی، آخر کے بھی، بھولے سے کئے یا جان بوجھ کے کئے، خطا ہو گئی، قلیل و کثیر۔ صغیرہ و کبیرہ، باریک اور موٹے، پرانے اور نئے، پوشیدہ و ظاہر اللہ العالمین! ان سب گناہوں کو بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے۔بہت سے چہرے اس روز ذلیل مصیبت جھیلتے خستہ ہوں گے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿۴﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿۵﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

آتش سوزاں میں داخل ہوں گے۔کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی پلائے جاویں گے۔ان کو بجز ایک خار دار جھاڑ کے اور کوئی کھانا

ضَرِيْعٍ ﴿۶﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿۷﴾

نصیب نہ ہوگا۔جو نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک کو دفع کرے گا۔

هَلْ اَتٰكَ کیا تمہارے پاس آئی	حَدِيْثُ بات	الْغَاشِيَةِ ڈھانپنے والی	وُجُوْهٌ کتنے منہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	خَاشِعَةٌ ذلیل وعاجز	عَامِلَةٌ عمل کرنیوالے		
نَاصِبَةٌ مشقت اٹھانیوالے	تَصْلٰى داخل ہونگے	نَارًا آگ	حَامِيَةً دہکتی ہوئی	تُسْقٰى پلائے جائینگے	مِنْ سے	عَيْنٍ چشمہ	اٰنِيَةٍ کھولتا ہوا	لَيْسَ نہیں
لَهُمْ ان کیلئے	طَعَامٌ کھانا	اِلَّا مگر	مِنْ سے	ضَرِيْعٍ خاردار گھاس	لَا يُسْمِنُ نہ موٹا کریگی	وَلَا يُغْنِيْ اور نہ بے نیاز کریگی	مِنْ سے	جُوْعٍ بھوک

وجہ تسمیہ' زمانہ نزول اور موضوع وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ایک سوالیہ جملہ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ سے ہوئی ہے کہ کیا آپ کو غاشیہ کی کچھ خبر پہنچی ہے۔غاشیہ قیامت کو کہتے ہیں کیونکہ غاشیہ کا مفہوم ہے چھپا جانے والی۔سب کو ڈھانپ لینے والی۔ایک ایسی چیز جس کی پکڑ سے کوئی بھی نہ بچ سکے۔تو اس لفظ غاشیہ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الغاشیہ مقرر ہوا۔یہ سورۃ بالاتفاق مکی ہے اس سورۃ کا مرکزی مضمون بھی یہی ہے کہ قیامت و آخرت ضرور ہوگی اور اس دنیا میں انسان نے جو کچھ کمایا ہوگا اچھا یا برا اس کی جزا و سزا اس کو وہاں ضرور ملنی ہے۔اس سورۃ میں پہلے قیامت کی ہولناکی کا منظر ایک خاص انداز میں پیش کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب قیامت کی ہولناکی اچانک پیش آ جائے گی۔کسی کو اتنی مہلت نہ ملے گی کہ وہ کسی طرح بھی اپنے کو اس مصیبت سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر سکے۔جب یہ گھڑی آ جائے گی تو انجام کے اعتبار سے تمام انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے

ایک گروہ ان انسانوں کا ہوگا جن کے حصہ میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں کی مصیبتوں اور عذابوں کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ان اہل جہنم کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور کانٹے دار گھاس کھلائی جائے گی۔جس سے نہ بھوک دور ہوگی نہ جسم کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔دوسرا گروہ وہ ہوگا کہ جو اس دن خوش وخرم ہوں گے۔ان کے چہرے خوشی اور بشاشت سے دمک رہے ہوں گے۔انہوں نے دنیا میں اللہ کی خوشنودی کے لئے جو کیا تھا اس کے نتائج دیکھ کر انہیں خوشی ہو رہی ہوگی اور انہیں وہاں جنت کے وہ انعامات اور عیش و آرام نصیب ہوگا جس کا اس وقت تصور بھی نہیں ہو سکتا۔اس کے بعد انسانوں کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اللہ کی مخلوقات کو دیکھ کر اس کی قدرت وحکمت کا اندازہ کریں اور اس کی معرفت حاصل کر کے اس کی بندگی وطاعت اختیار کریں۔اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان منکرین کے انکار اور مخالفت پر غم نہ کریں۔آپ کا کام بندوں کو سیدھی راہ کی طرف دعوت دینا ہے وہ آپ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں۔ان کے انکار اور ان کی گمراہی کی ذمہ

داری آپ پرنہیں۔ وہ اپنے انجام کے خود ذمہ دار ہوں گے اور اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے۔ ہر شخص کو آخر لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف آنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے لیں گے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے

سورۃ کی ابتدا ایک سوالیہ جملہ سے ہورہی ہے۔ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ یعنی اے نبی کیا آپ کو قیامت کے حادثہ عظیمہ کے متعلق کچھ خبر ہے؟ ایسے سوالیہ جملے سے خطابت عرب کے عین اسلوب بیان کے مطابق ہے۔ اس طرز خطاب سے مقصود سامعین کے دل میں مزید اشتیاق وجستجو پیدا کرنا نیز موضوع خطاب کی اہمیت جتلانا ہے تاکہ آئندہ کلام کو سامع پوری توجہ اور حضور دل سے سنے۔ یعنی آپ کو تو خوب معلوم ہے لوگوں کو بھی اس کے متعلق بتادیجئے کہ اس حادثہ کا اثر تمام عالم کو محیط ہوگا۔ کوئی فرد اس سے خالی نہ رہے گا۔ کیوں کہ ہر چیز کو ہر طرف سے قیامت ڈھانک لے گی اور دفعۃً آئے گی۔ تمام عالم پر قیامت کی دہشت طاری ہوگی۔

قیامت میں رسوا ہونیوالے لوگ

اب اس قیامت کے آجانے کے بعد جو عالم آخرت ظہور پذیر ہوگا اس کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌ بہت سے چہرے اس روز ذلیل وخوار ہونگے۔ ان کے چہروں پر ذلت نمایاں ہوگی۔ اب یہ کون لوگ ہوں گے؟ یہ وہ ہوں گے جو دنیا میں خدا کے آگے سر نہیں جھکاتے تھے۔ کبر وغرور اور نخوت وبڑائی میں سرشار رہتے تھے۔ اللہ کی فرض کردہ عبادت اور بندگی سے جان چراتے تھے۔ اللہ کے احکام کے مطیع بندوں کے تو رمضان کے روزہ کی وجہ سے لب خشک ہوتے تھے اور بھوک وپیاس کے آثار نمایاں تھے اور یہ بے فکرے آزاد تھے کہ خوب مجلسوں میں بیٹھ کر نعمتیں اڑاتے تھے اور روزہ داروں کا مذاق اڑایا کرتے تھے مجاہدین تو میدان جہاد میں نکل کر شدائد کا سامنا کرتے اور یہ گھروں میں بے فکر بیٹھ کر عیش کرتے تھے لیکن آخرت میں ان کی یہ حالت ہوگی کہ ان کے چہروں سے ذلت وخواری ٹپکے گی اور ان کا یہ حال ہوگا عَامِلَةٌ مشقت ومصیبت اٹھائیں گے۔ چونکہ دنیا میں احکام خداوندی کی پابندی کی مشقت برداشت نہیں کی اس لئے اس کی سزا میں یوم قیامت عمل کی مشقت میں پڑیں گے۔ کسی کو جہنم کے پہاڑ پر چڑھایا اور اتارا جائے گا۔ کوئی میدان قیامت میں دوڑا دوڑا پھرے گا کہ ہے آج کوئی جو میری دستگیری کرے اور مجھ کو اس بلا سے خلاصی دلائے۔ کسی کے ملائکہ زنجیریں اور ہتھکڑیاں ڈالے جہنم میں گھسیٹتے لئے جاتے ہوں گے اور گرزوں کی مار پڑتی ہوگی کسی کو جہنم میں اور کوئی سخت کام تجویز ہوگا جیسا کہ دنیا میں قیدیوں اور مجرموں کو مشقت میں ڈالا جاتا ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا نَاصِبَةٌ کہ تھکان ان کے چہروں پر نمایاں ہوگی۔ وہ خستہ حال اور درماندہ ہوں گے۔ اور دنیا میں کسی کی یہ حالت ہو تو دیکھنے والے کو رحم آجائے مگر وہاں ان پر کوئی رحم کرنے والا نہ ہوگا۔ اور ان کا یہ حال ہوگا۔ تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً دہکتی آگ میں گرتے پڑتے ہوں گے اور آتش جہنم میں جلتے ہوں گے۔ اور یہی جہنم ان کا مکان ہوگا۔

جہنمیوں کا کھانا پینا

تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ان کو کھولتے پانی کے چشمہ سے پانی پلایا جاوے گا وہ بھی جب کہ مدتوں پیاس کی سختی سے تڑپیں گے اور منت وسماجت کریں گے جس کے پیتے ہی منہ جھلس جائے گا اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں گی۔ پھر فوراً درست ہوجائیں گی اور اسی طرح عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ یہ تو رہی پانی کی حالت آگے ان کے کھانے کی حالت بتلائی جاتی ہے۔

لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ اول تو کھانا ہی نہیں ملے گا۔ سخت بھوک کا عذاب مدتوں برداشت کریں گے۔ یہ سزا ہوگی ان حرام وناجائز لذات کی کہ جو بے فکری سے دنیا میں اڑاتے رہے اور خوب کھا کھا کر بدکاری کرتے رہے۔ بہت کچھ چیخنے چلانے پر جو کھانے کو ملے گا بھی تو ضریع ملے گا۔ ضریع ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو نہایت تلخ، سخت بدبودار اور نہایت زہریلا اور اثر میں آگ سے بڑھ کر گرم۔ جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ چیز کھانے کو دی جائے گی۔ اب کھانے سے مقصود یا تو محض لذت حاصل کرنا ہوتا ہے یا بھوک کو رفع کرنا۔ یا بدن کو فربہ کرنا۔ ضریع کے کھانے سے یہ کوئی بات بھی حاصل نہ ہوگی۔ غرض کوئی لذیذ کھانا یا مرغوب میسر نہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۭ

بہت سے چہرے اس روز بارونق۔اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہوں گے۔بہشت بریں میں ہوں گے جن میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ وَّنَمَارِقُ

اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں۔ اور برابر

مَصْفُوْفَةٌ ۙ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۭ

لگے ہوئے گدے ہیں اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں۔

وُجُوْهٌ کتنے منہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	نَاعِمَةٌ تروتازہ	لِسَعْيِهَا اپنی کوشش سے	رَاضِيَةٌ خوش خوش	فِيْ میں	جَنَّةٍ باغ	عَالِيَةٍ بلند	لَا تَسْمَعُ وہ نہ سنیں گے
فِيْهَا اس میں	لَاغِيَةً بیہودہ بکواس	فِيْهَا اس میں	عَيْنٌ چشمہ	جَارِيَةٌ بہتا ہوا	فِيْهَا اس میں	سُرُرٌ تخت	مَرْفُوْعَةٌ اونچے اونچے	
وَّاَكْوَابٌ اور آبخورے	مَوْضُوْعَةٌ چنے ہوئے	وَّنَمَارِقُ اور غالیچے	مَصْفُوْفَةٌ برابر بچھے ہوئے	وَّزَرَابِيُّ اور گدے	مَبْثُوْثَةٌ بکھرے ہوئے			

نیک بخت لوگ

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں ایک گروہ مجرموں کا ہوگا۔اب ان کے مقابل دوسرے گروہ کا حال ان آیات میں بیان فرماتا ہے کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ یعنی نیک لوگ ابرار صالحین مومنین جن کے چہرہ اس روز خوش وخرم شاداں بارونق اور تروتازہ ہوں گے۔ ان پر وہاں کی ہول اور سختی کا کوئی اثر نہ ہوگا۔یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے اعمال سے دنیا کی زندگی میں اللہ کی رضا کے لئے محنت و مشقت برداشت کی تھی۔مثلاً روزوں میں روزہ کی بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھاتے تھے ۔ راہ حق میں کوشش و جہاد کے واسطے سختیاں برداشت کرتے تھے۔نیز راتوں کی راحت وآرام کو اللہ کی بندگی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ ہر طرح کے حقوق اللہ وحقوق العباد کی حتیٰ الامکان ادائیگی کرنے کی پر اخلاص کوشش کرتے تھے۔

باغ وبہشت کے انعامات

ایسے بندوں کے لئے فرمایا گیا لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ یعنی اپنی دنیاوی کوششوں سے جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کی تھیں خوش وخرم ہوں گے کہ اللہ نے ان کی کوششوں کو قبول فرمایا اور ان کا نیک ثمرہ نمودار ہوا اور وہ نیک ثمرہ یہ ہوگا۔ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ کہ وہ بہشت بریں میں ہوں گے خوش فضا عالیشان باغات میں ہوں گے ایسے باغات کہ جن کی نعمتوں اور مسرتوں کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔وہ دنیا کے جیسے باغ نہیں کہ خزاں کو دسترس ہو ان کے آگے دنیا کے باغ ہیچ ہیں۔وہاں کی ہر نعمت دائمی اور کوئی لذت وراحت فنا ہونے والی نہ ہوگی۔تمام دوسری خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ ان کے لئے ایک بڑی مسرت کی بات یہ ہوگی۔ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً یعنی اہل جنت جنت میں کوئی ناگوار بات نہ سنیں گے۔وہاں کوئی لغو اور بیہودہ بات ان کے کان میں نہ پڑے گی۔نہ کوئی کسی کو برا بھلا کہے گا نہ وہاں کوئی خوف اور اندیشہ کی بات ہوگی۔ نہ کسی کے مرنے یا بیمار ہونے کی خبر ہوگی کہ عیش مکدر ہو جائے۔نہ اپنی جوانی اور اس باغ و بہار کی فنا کی بات سننے میں آئے گی۔الغرض کوئی رنج وہ بات کان میں نہ پڑے گی۔ بلکہ ہر طرف سے فرحت بخش باتیں سننے میں آئیں گی اور اس بہشت بریں میں کیا ہوگا۔ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ان باغوں میں نہریں وچشمے جاری ہوں گے جو وہاں کے لطف ونشاط کو دوبالا کریں گے۔

اور فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ یعنی ان جنت کے باغات میں بلند مرتبہ شاہانہ تخت ہوں گے جن پر بیٹھ کر جنت کا نظارہ کریں گے اور امیرانہ شاہانہ ٹھاٹھ سے اس پر بیٹھیں گے اور وہاں وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ یعنی نہایت خوش رنگ اور بیش بہا کوزے آبخورے گلاس اور پیالے نعمتوں سے بھرے ہوئے قرینے سے سامنے رکھے ہوں گے تاکہ جس چیز کی طرف رغبت ہو آسانی سے پی جا سکے۔ یہاں جنت کی نعمتوں میں سے جو اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ فرمایا یعنی پینے کے برتن جیسے آبخورے پیالے گلاس وغیرہ تو ان کی صفت میں لفظ مَّوْضُوْعَةٌ ارشاد فرمایا یعنی اپنی مقرر جگہ پر قرینے اور ٹھکانے سے رکھے ہوں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے آداب معاشرت کے ایک اہم بات کی طرف تلقین ہوتی ہے کہ ایسے کھانے پینے کے برتن اور سامان مقررہ جگہ پر قرینے سے رہنے چاہئیں۔ ادھر ادھر بے موقع ہو جانے سے ضرورت کے وقت اُن کو تلاش کرنا یہ ایذاء اور تکلیف کی چیز ہے۔ اس لئے وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ سے تلقین یہ ملی کہ ہر شخص کو اس کا اہتمام چاہئے کہ گھر میں ایسی استعمالی چیزیں جو گھر والوں کے کام میں آتی ہیں ان کی جگہ مقرر رہنی چاہئے اور استعمال کرنے کے بعد ان کو وہیں رکھنا چاہئے تاکہ دوسرے وقت اپنے کو یا دوسرے گھر والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ اشارہ لفظ مَّوْضُوْعَةٌ سے نکلا کیوں کہ حق تعالیٰ نے اہل جنت کی راحت و آسائش کے سلسلہ میں اس کا ذکر فرمایا۔ آگے جنت کی راحتوں اور نعمتوں میں فرمایا وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ہوں گے یعنی پر تکلف گاؤ تکیہ لگے ہوں گے اور نہایت اعلیٰ درجہ کے گدے و مسندیں بچھے ہوں گے کہ اہل جنت جہاں چاہیں آرام سے لیٹیں بیٹھیں اور وہاں وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ہوں گے یعنی نہایت بے بہا قالین بچھے ہوں گے کہ جہاں جی چاہے آرام کریں۔ یہ تو ان جنت کی نعمتوں میں سے چند کا ذکر ہے جنہیں معلوم ہو کر اس زندگی کی ایک جھلک سامنے آتی ہے۔ ورنہ کوئی نعمت ایسی نہیں جو وہاں موجود نہ ہو۔ نہ کوئی ایسی راحت و آسائش ہے جو وہاں نہ ملے بلکہ وہاں تو اس گروہ کو جو کچھ ملے گا اس کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی اہل جنت میں شامل فرمائیں۔ اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آخرت کی ذلت و رسوائیوں سے اپنی پناہ بخشیں اور آخرت میں ہمارے چہروں کو تروتازہ بارونق اور خوش و خرم بنائیں۔

یَا اللہ آج اس دنیا میں ہمیں اپنے اطاعت و فرمانبرداری کی وہ زندگی نصیب فرما دے کہ جو کل قیامت و آخرت میں ہمیں آپ کی رضا اور خوشنودی نصیب ہو اور آپ کی جنت عالیہ میں ہمارا دائمی ٹھکانا ہو۔ آمین۔

یَا اللہ کسی آپ کے بندے یا بندی کا مال ناحق لیا ہو کسی کی آبرو خراب کردی ہو اس کے جسم کے کسی حصہ پر مارا ہو۔ اس پر ظلم کیا ہو۔ انہوں نے مطالبہ حق کیا لیکن میں نے طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نہ دیا ہو یا لاپروائی برتی ہو ان سے بھی معاف نہ کرا سکا ہوں آپ کے سب اختیار میں ہے میری معافی فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ اور آسمان کو کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کو کہ کس طرح

نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

کھڑے کیے گئے ہیں۔ اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ کیا وہ نہیں دیکھتے؟	اِلٰى طرف	اَلْاِبِلِ اونٹ	كَيْفَ کیسے	خُلِقَتْ وہ پیدا کیا گیا	وَ اور	اِلٰى طرف	السَّمَآءِ آسمان	كَيْفَ کیسے	رُفِعَتْ بلند کیا گیا
وَاِلَى اور طرف	الْجِبَالِ پہاڑ (جمع)	كَيْفَ کیسے	نُصِبَتْ نصب کئے گئے	وَ اور	اِلٰى طرف	الْاَرْضِ زمین	كَيْفَ کیسے	سُطِحَتْ بچھائی گئی	

منکرین آخرت کو دعوتِ فکر

اب مشرکین عرب اور کفار مکہ جو قیامت و آخرت کے اول تو منکر ہی تھے پھر جنت کی نعمتوں اور عالم آخرت کی دائمی راحت، عیش ونشاط کا ذکر سنتے تو کفار مکہ تعجب کرتے اور آخرت کے عجیب غریب انتظامات ان کی سمجھ میں نہ آتے اس لئے انکار کرتے کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے منکرین آخرت کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی قدرت کے سامنے سب کچھ ممکن ہے اور اس دنیا ہی میں اس کی قدرت کاملہ کے نمونہ موجود ہیں جن کی طرف اگر غور کیا جائے تو انسان کو اس حکیم و قادر کی قدرت عظیمہ کو ماننے بغیر چارہ نہیں چنانچہ یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی قدرت کاملہ کے چار نمونوں کا ذکر فرمایا اور جن کی طرف منکرین کو غور و تامل کرنے کی دعوت دی گئی۔

اونٹ کی تخلیق میں غور کرنے کی دعوت

پہلا نمونہ اپنی قدرت کا فرمایا اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح عجیب طور پر پیدا کیا گیا ہے۔ اب جدید عرب تو اونٹ سے بے نیاز ہوتا جارہا ہے مگر قدیم عرب کی معاش کا تو دارومدار اونٹ ہی تھا۔ ان کے نزدیک اونٹ کی اہمیت اور قدر و قیمت بہت زیادہ تھی اور ہر وقت ان کے نظروں کے سامنے رہتا تھا۔ تو اس کی خلقت، جسم کی بناوٹ، اس کی خصلت وغیرہ پر اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت اور اس کی قدرت کا عجیب وغریب نمونہ یہ جانور ہے۔ مفسر علامہ شیخ عبدالحقؒ اپنی تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ اونٹ کی اول تو خلقت ہی عجیب وغریب ہے۔ اس قدر اونچا مگر بٹھاؤ بیٹھ جائے۔ قدرت نے اس کے پاؤں کو تین تہ میں تقسیم کردیا یعنی ہر پاؤں میں دو گھٹنے بنادیئے کہ وہ تہ کر کے بیٹھ جاتا ہے تو اس پر چڑھنا اترنا آسان ہو جاتا ہے (معارف القرآن) اور جانوروں پر کھڑا کر کے سوار ہوتے اور بوجھ لادتے ہیں مگر اس کو بٹھا کر اور پھر اپنا پورا بوجھ لے کر گردن کی لچک اور اس کے زور سے کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ کسی جانور میں خوبی نہیں۔ پھر باوجود اس قدر ڈیل ڈول کے اطاعت کا مادہ جس قدر اس میں ہے کسی دوسرے جانور میں نہیں۔ سینکڑوں کی قطار کو ایک لڑکا مہار تھام کر جدھر چاہے لے جائے پھر بار بردار ایسا کہ تمام گھر بار اس پر لادلو گویا خشکی میں رواں کشتی ہے اور ریگستانی علاقوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ یا اور اشیاء لے جانے میں چھکڑا یا ریل گاڑی ہے۔ پھر جلد چلنے اور اس پر آرام کے سامان ساتھ لے جانے میں گویا ڈاک گاڑی ہے جس کے لئے نہ سڑک کی ضرورت ہے نہ راستہ کا ہموار ہونا۔ سانڈنی جو سواری کی اونٹنی یا اونٹ ہوتا ہے دن میں سو کوس تک جاسکتی ہے اس پر جفاکش اتنا کہ کیسی ہی دھوپ و گرمی ہو کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ پھر کم خوراک اتنا کہ تھوڑے سے چارہ میں گزر کرلیتا ہے جو بلند درختوں کے پتے اور کڑوے کسیلے اور کسی کے کھانے کے نہیں ہوتے یہ کھالیتا ہے اس پر کئی کئی روز تک پانی نہ ملے تو پروا نہیں۔ سواری کا یہ آرام پھر دودھ میں یہ برکت کہ ایک گھر

کو کافی ہو اور پھر استسقاء وغیرہ امراض کے لئے دوا بھی ہے۔ اس کی پشم بھی کام آتی ہے جس سے کیسے کیسے نفیس کپڑے بنے جاتے ہیں۔ خصوصاً عرب کے لباس، کمبل اور جبے جو برسوں میلے نہیں ہوتے اور مدتوں چلتے ہیں اور خوبصورت بھی ہوتے ہیں۔ اس پر اس کا گوشت بھی حلال۔ گھر بھر کیا محلہ کو کافی ہوسکتا ہے۔ اس پر اس کی نسل میں برکت۔ سرزمین عرب میں ہر جگہ مل سکتا ہے اور خشک وگرم وریگستانی علاقوں کی معاش تو اسی پر موقوف تھی۔ یہ خصوصیات کسی اور جانور میں نہیں۔

آسمان کی رفعت میں غور کرو

دوسرا نمونہ قدرت خداوندی کا فرمایا گیا وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ یعنی آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اول تو بلندی اس قدر کہ جہاں پرندہ بھی اڑ کر نہیں جا سکتا پھر اس کی وسعت اور پھر بلا ظاہری ستون اور کھمبے کے قائم ہونا پھر آسمان کے ستارے اور چاند و سورج آفتاب کہ جو کرۂ زمین سے لاکھوں حصہ زیادہ بڑا ہے اگر نہ ہوتو دنیا والوں کی زندگی وبال ہوجائے۔ غرض کہ اس چاند سورج کے ذریعہ دنیا والوں کو گوناگوں نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔

پہاڑوں کے قیام میں غور کرو

تیسرا نمونہ قدرت خداوندی کا فرمایا وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ اور پہاڑوں کو دیکھو کہ کیسے کھڑے کر دیئے گئے اور گاڑ دیئے گئے۔ پہاڑ بھی قدرت خداوندی کا ایک عجیب نمونہ ہے اول تو باوجودے کہ وہ بھی زمین ہی کا ایک جزو ہے پھر بھی زمین سے کس طرح ممتاز ہے۔ پھر ان کی بلندی قابل حیرت ہے اور بلندی کے ساتھ عرض و طول بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ پھر ان کے رنگ مختلف ہیں۔ کوئی سیاہ ہے کوئی سرخ کوئی سرسبز ہے کوئی بنجر پھر ان پہاڑوں ہی میں سے یہ خوشگوار پانی کے دریا نکلے۔ پھر ان سے ملک شاداب ہوئے پھر بیش قیمت جڑی بوٹیاں اور گراں قدر دھاتیں ان میں موجود ہیں۔ اور بھی سینکڑوں فوائد ہیں جن کے ذکر کے لئے ایک دفتر چاہئے۔

زمین کی سطح میں غور کرو

چوتھا نمونہ اپنی قدرت کا فرمایا۔ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اور زمین کو دیکھو کہ کیسی بچھائی گئی۔ حالانکہ زمین کی شکل گول گیند کی طرح ہے اور گول چیز پر کوئی ٹھہر نہیں سکتا مگر اس قادر مطلق نے باوجود گول ہونے کے اس کو ایسا بچھایا کہ سینکڑوں کیا ہزاروں کوس تک ہموار جنگل اور میدان اور پہاڑ اور دریا رواں ہیں۔ لوگ کس کشادگی سے بس رہے ہیں سینکڑوں ہزاروں میلوں تک سڑکیں ہیں۔ بیشمار باغات، کھیتیاں ہیں اور کیسے کیسے وسیع شہر آباد ہیں۔ اور کیسی کیسی بلند شان عمارات ہیں جن میں کہ زمین کی گولائی سے کوئی بھی حرج واقع نہیں ہوتا۔ یہ سب اس کی قدرت اور کاری گری ہے تو جو قادر حکیم اور منعم دنیا والوں کے لئے جن میں نیک و بد کافر و مومن سب ہی شریک ہیں ایسی چیزیں پیدا کرسکتا ہے تو کیا وہ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے لئے طرح طرح کی جنت کی نعمتیں نہیں پیدا کرسکتا اور برے بندوں کے لئے طرح طرح کے عذاب جہنم نہیں پیدا کرسکتا؟ کیوں نہیں ضرور پیدا کرسکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی امر مشکل نہیں۔

ان چار چیزوں کے ذکر کرنے کی وجہ

یہاں ان چار نمونوں کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے بیان کیا گیا کہ عرب قرآن کے مخاطبین اول تھے اور ایک عرب مسافر جب اونٹ پر سوار ہو کر جنگل بیابان، ریگستان کا سفر طے کرتا تھا تو اس سنسان اور وحشت خیز عالم میں اس کو آسمان، زمین اور اپنے اونٹ اور پہاڑوں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ اس لئے ان مخلوقات میں اللہ کی قدرت عظیمہ کو دیکھنے اور سمجھنے کی دعوت دی گئی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں ان چار چیزوں کو بیان کرنے میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ان چاروں چیزوں سے جنت کی راحت کی شان اور جہنم کی تکلیف کا نمونہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اونٹ کے منافع پر غور کرو تو بہشت کی شان نمایاں ہے اگر اس کی مشقت اور بارکشی کو دیکھو تو جہنم کا نمونہ ہے۔ سرسبز پہاڑ جنت کے مشابہ ہیں تو گرم آتش فشاں پہاڑوں میں جہنم کی آگ کی چنگاریاں نظر آتی ہیں۔ آسمان کی فضا، چاند سورج کی روشنی اور عمدہ خوشگوار موسم جنت کا نمونہ ہے تو اندھیری راتیں۔ گرم لو کے دن جہنم کا نمونہ ہیں۔ زمین کی شاداب جگہیں اگر جنت یاد دلاتے ہیں تو خشک گرم بدبودار عمیق گڑھے دوزخ سے کم نہیں۔ گویا یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ بہشت اور دوزخ برحق ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ

تو آپ نصیحت کردیا کیجئے آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔آپ اُن پر مسلط نہیں ہیں۔ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا۔تو خدا اسکو

اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿۲۶﴾

بڑی سزا دے گا۔ہمارے ہی پاس اُن کا آنا ہوگا پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے۔

فَذَكِّرْ پس سمجھاتے رہیں	إِنَّمَا صرف	أَنتَ آپ	مُذَكِّرٌ سمجھانے والے	لَّسْتَ نہیں آپ	عَلَيْهِم ان پر	بِمُصَيْطِرٍ داروغہ	إِلَّا مگر
مَن جو۔جس	تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ منہ موڑا اور کفر کیا	فَيُعَذِّبُهُ پھر اسے عذاب دیگا	اللَّهُ اللہ	الْعَذَابَ عذاب	الْأَكْبَرَ بہت بڑا	إِنَّ بیشک	
إِلَيْنَا ہماری طرف	إِيَابَهُمْ ان کا لوٹنا	ثُمَّ پھر	إِنَّ بیشک	عَلَيْنَا ہم پر	حِسَابَهُم ان کا حساب		

ہدایت اللہ کے اختیار میں

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ جب یہ منکرین باوجود قیام دلائل واضحہ غور نہیں کرتے اور آخرت پر ایمان لاکر وہاں کی فکر نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ صرف نصیحت کردیا کیجئے کیونکہ آپ نصیحت کرنے اور سمجھانے اور بتلانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔اگر یہ آپ کی بات نہیں مانتے اور نہیں سمجھتے تو آپ ان پر کوئی داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے گئے ہیں کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں۔اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں۔اور زبردستی ان کو راہ راست پر لائیں۔ان کی نافرمانی اور سرکشی کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی بھی ہے کیونکہ آپ جو قانون ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے وہ آپ پوری ہمدردی، بڑی دل سوزی اور پوری قوت کے ساتھ لوگوں کو پہنچاتے لیکن جو ضد وعناد میں ڈوبے ہوئے تھے اور نفس خواہشات کے بندے تھے وہ آپ کی بات کا اثر نہ لیتے اور اپنے کفر وشرک پر برابر جمے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ رہتے۔اس سے آپ کو طبعاً رنج ہوتا تھا اور آپ اس رنج میں گھلا کرتے کہ اللہ کے یہ بندے کیوں اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق بنا رہے ہیں اور کیوں خرابی اور بربادی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔آپ کا یہ غم وفکر کبھی کبھی اتنا بڑھ جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آیتیں نازل ہوتیں جن میں یہ بتایا جاتا کہ آپ ان کے غم میں اپنی جان نہ گھلا دیں۔آپ کا کام سچی بات کا پہنچا دینا تھا سو آپ کررہے ہیں۔رہی یہ بات کہ یہ مانتے ہیں یا نہیں تو اس کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں جو بھی سرکشی اور نافرمانی کرے گا اور اللہ کی اطاعت وبندگی سے روگردانی کرے گا اور اس کی آیتوں کا انکار کرے گا اس کو خود خدائے تعالیٰ آخرت میں بڑی سخت سزا دے گا اور وہ اللہ کی سخت ترین پکڑ اور سزا سے بچ نہیں سکتا کیونکہ آخر ایک روز سب کو اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اپنے افعال واعمال کا حساب دینا ہے۔غرض اے نبی آپ اپنا فرض ادا کئے جایئے اور ان کا مستقبل اللہ کے سپرد کیجئے۔

خلاصہ آیات

یہاں ان آیات میں ایک طرف تو انکار کرنے والوں کے لئے تنبیہ ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول کا کہنا نہ مانو گے تو اس کی ذمہ داری خود تم پر ہوگی۔رسول کا کام اور ان کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ وہ پیغام خداوندی پہنچا دیں اس کے بعد ماننا نہ ماننا یہ تمہارا کام ہے دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ ان کی گمراہی پر اتنا نہ کڑھیں کہ جن پر بننے لگے۔آپ کی بات سے منہ موڑنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انہیں سخت سزا دیں گے۔

ان آیات میں مومنین اور متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ایک سبق وہدایت ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کو یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ منکرین کے انکار کے باوجود آپ دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہیے اور لوگوں کے انکار سے نہ مایوس ہوں اور نہ غمزدہ۔ تو جو لوگ امت میں دعوت وتبلیغ کا کام کریں انہیں لوگوں کی بے حسی یا اعراض کی وجہ سے کام چھوڑ کر بیٹھنے کا حق نہیں پہنچتا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی مانتا تو ہے نہیں اس لئے دعوت وتبلیغ کیسے کریں؟

سورۃ کے خاتمہ پر پھر اس حقیقت کو سامنے رکھ دیا گیا ہے کہ انسانو تم سب کا آخری ٹھکانہ اللہ رب العالمین ہی کے پاس ہے۔ اور آخر کار تمام انسانوں کو اس دنیا سے لوٹ کر پھر اسی کے حضور جانا ہے۔ اپنے دنیا میں کیے دھرے کا پورا پورا حساب دینا ہوگا۔ آیا اللہ کی دی ہوئی زندگی نعمتوں اور صلاحیتوں کو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا یا ان کو اس منعم حقیقی کے احکام کی مخالفت میں خرچ کیا۔ یہی اس سورۃ کا خلاصہ اور اہم پیغام ہے کہ آخرت ضرور ہوگی اور ہر انسان کو وہاں وہی کچھ ملے گا جو اس نے دنیا کی زندگی میں کمایا ہوگا۔ آخرت ہی اصل فیصلے کا دن ہوگا جب کہ ہر انسان کو اصل کامیابی یا ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا الحمدللہ اب سورۃ غاشیہ کا بیان پورا ہو گیا۔

خلاصہ

قیامت کے ناموں میں سے ایک نام غاشیہ بھی ہے یعنی چھپا لینے والی قیامت کو ''غاشیہ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ہولناکیاں ساری مخلوق کو ڈھانپ لیں گی' یہ سورت بتاتی ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے ذلیل ہوں گے' انہوں نے بڑی محنت کی ہوگی جس کی وجہ سے تھکے تھکے محسوس ہوں گے' علماء کہتے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں بڑی عبادت و ریاضت کی ہوگی لیکن چونکہ ان کے عقائد صحیح نہیں تھے اس لیے یہ عبادت ان کے کسی کام نہیں آئے گی' یہ چہرے دہکتی ہوئی آگ کا ایندھن بنیں گے اور بعض چہرے تر و تازہ اور پُر رونق ہوں گے' یہ وہ چہرے ہوں گے جنہوں نے دنیا میں صحیح رخ پر محنت کی ہوگی اور ان کے عقائد میں بھی باطل کی آمیزش نہیں ہوگی' ان کا مسکن بلند و بالا جنتیں ہوں گی۔

دوسرا اہم مضمون جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ رب العالمین کی وحدانیت کے دلائل ہیں' ان میں سے اونٹ ہے جسے صحرائی جہاز بھی کہا جاتا ہے' طویل قد و قامت کے باوجود ایک بچہ بھی اس کی نکیل پکڑ کر جہاں چاہے لے جاتا ہے' اس کے صبر کا یہ حال ہے کہ دس دس دن تک پیاس برداشت کر لیتا ہے' اس کی غذا بہت سادہ ہوتی ہے' ایسی جھاڑیوں سے پیٹ بھر لیتا ہے جنہیں کوئی بھی چوپایہ کھانا گوارا نہیں کرتا' ان دلائل میں بلند و بالا آسمان بھی ہے جو کسی ستون کے بغیر کھڑا ہے' زمین ہے جسے یوں بچھایا گیا ہے کہ اس پر چلنا بھی آسان اور کھیتی باڑی بھی آسان' پہاڑ ہیں جو زمین کو زلزلوں کی زد میں آنے سے بچاتے ہیں۔ منکرین توحید کو ان دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے بعد اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ کے ذمہ صرف نصیحت کر دینا ہے' آپ اپنی ذمہ داری ادا کر دیجئے پھر ان کا معاملہ اور حساب ہم پر چھوڑ دیجئے۔

سورۃ الغاشیۃ کے خواص

اگر کھانے کی کسی چیز سے کسی تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس چیز پر پہلے سورۃ الغاشیۃ پڑھ لیں پھر کھائیں تو اس چیز کے کھانے سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس سورۃ کے پیغام کو ہمیں بھی دل میں بٹھا لینے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی کو سنوارنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں اپنی رضا کے کاموں میں لگائے رکھیں تاکہ آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔ اور ہم کو ہر طرح کی نافرمانی اور مخالفت احکام الٰہیہ سے بچالیں تاکہ آخرت میں ناکامی سے واسطہ نہ پڑے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۚ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۚ

قسم ہے فجر کی۔اور دس راتوں کی۔اور جفت اور طاق کی ۔اور رات کی جب وہ چلنے لگے۔کیوں اس میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے؟

وَالْفَجْرِ قسم فجر کی	وَلَيَالٍ اور راتوں کی	عَشْرٍ دس	وَالشَّفْعِ اور جفت کی	وَالْوَتْرِ اور طاق کی	وَالَّيْلِ اور رات کی	إِذَا جب	يَسْرِ چلے	هَلْ کیا	فِيْ میں
ذٰلِكَ اس	قَسَمٌ قسم	لِّذِيْ حِجْرٍ ہر عقل مند کے نزدیک							

قیام قیامت پر پانچ قسمیں

یہاں سورتوں کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے اوران پانچ چیزوں کو جن کی قسم کھائی ہے بطور دلائل وشواہد بیان کیا ہے۔اوران پانچوں قسموں کے بعد جواب قسم یہ ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اوراس کے منکروں کو قیامت کے دن ضرور سزا ہوگی۔

فجر کی قسم

چنانچہ پہلی قسم ہے۔ وَالْفَجْرِ قسم ہے فجر کے وقت کی فجر کے معنی صبح کے ہیں۔صبح کا وقت بھی قیامت کا ایک نمونہ ہے۔رات کو بالکل سناٹا ہوتا ہے۔انسان وحیوان سب پر نیند کا عالم طاری ہوتا ہے نہ کہیں شور و غوغا ہے نہ آفتاب کی روشنی۔ایسا معلوم ہوتا ہے گویا موت نے سب کو آدبایا ہے مگر ادھر صبح نمودار ہوئی ادھر سب کے سب خواب سے بیدار ہوئے ۔ چرند پرند فکر معاش میں چلنا پھرنا اڑنا شروع کرتے ہیں۔ مسافر سفر کی تیاری میں لگتے ہیں۔کاروباری لوگ اپنے کاروبار کے لئے جاتے ہیں اس طرح ہرایک صبح ہوتے ہی کسی نہ کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔الغرض صبح ہوتے ہی ایک شور قیامت برپا ہو جاتا ہے اورایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے گئے ہیں۔

دس راتوں کی قسم

اس کے بعد دوسری قسم وَلَيَالٍ عَشْرٍ کھائی گئی یعنی قسم ہے دس راتوں کی۔جمہور مفسرین کے نزدیک ان دس راتوں سے ماہ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں مراد ہیں جن کو عالم بالا سے ایک خاص خصوصیت ہے ان میں اللہ کے بندے دور دراز مقامات سے خالصاً لوجہ اللہ ایک مقدس مقام پر جمع ہوکر عبادت ودعا میں مشغول ہوتے ہیں۔ایام حج میں اس طرح لوگوں کا جمع ہونا حشر کے دن کے اجتماع کو یاد دلاتا ہے کہ امیر غریب چھوٹے بڑے سب حالت احرام میں۔مرد ننگے سر جسم پر صرف ایک چادر اوڑھے اور ایک تہ بند باندھے دربار خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔تو گویا ان ایام حج کی راتوں میں مجمع حشر کا نمونہ ہے۔

جفت اور طاق کی قسم

تیسری اور چوتھی قسم وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ فرمائی گئی یعنی قسم ہے جفت کی اور طاق کی۔شفع جفت کو کہتے ہیں اور وتر طاق کو کہتے ہیں۔

شفع اور وتر کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ شفع یعنی جفت سے مراد ہے مخلوق جیسا کہ۔سورۂ نبا ۳۰ ویں پارہ میں ارشاد ہے۔ وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا اور وتر سے مراد خالق یکتا یا جیسا دوسری جگہ ارشاد ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ یعنی ہر مخلوق کا مقابل اور ضد موجود ہے۔کفر وایمان ۔ ہدایت وگمراہی نیک بختی اور بد بختی رات اور دن آسمان اور زمین بر اور بحر سورج اور چاند جن وانس نر اور مادہ لیکن وتر اکیلا اللہ ہے۔ایک قول یہ ہے کہ مخلوق کے احوال کا باہمی تضاد شفع ہے جیسے زندگی اور موت' عزت وذلت' عاجزی اور قدرت ضعف اور قوت' علم اور جہالت' بینائی اور نابینائی' شنوائی اور بہرا پن۔ بولنا اور خاموشی' غنا اور فقر گویا اس اختلاف وتقابل سے اشارہ فرما

دیا کہ آدمی کو عیش و آرام یا مصیبت اور تنگی یا فراخی کی جو حالت پیش آئے مطمئن نہ ہو جائے اور یوں نہ سمجھے کہ اب اس کے خلاف دوسری حالت پیش نہ آئے گی۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ خالق اضداد ہے۔جس طرح وہ آفاق میں ایک ضد کے مقابل دوسری ضد کو لاتا ہے ایسا ہی انسانوں کے احوال و کوائف کو بھی اپنی حکمت و مصلحت کے موافق تبدیل کر دیتا ہے۔ اس میں دنیا اور اہل دنیا کے حادث و فانی ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں آ کر ایک روز یہاں سے جانا بھی ہے اور صفات خداوندی کا انفراد وتر ہے جیسے حیات ہے بغیر موت کے۔ عزت ہے بغیر ذلت کے۔ قدرت ہے بغیر عاجزی کے۔ ایک قول یہ ہے کہ نفس عدد جفت و طاق کی قسم کھائی گئی ہے کہ جس کی حساب اور گنتی کے لئے لوگوں کو ضرورت لازمی ہے۔ دنیا کی عمر یا خود انسان اور حیوان کی عمر ضرور کسی نہ کسی عدد پر منتہی ہوتی ہے اور وہ عدد طاق ہوگا یا جفت۔ ایک روایت میں ہے کہ نماز مراد ہے کوئی نماز جفت ہے کوئی طاق۔ ایک روایت میں ہے کہ دنیا کے دن و رات شفع ہیں اور قیامت کا دن وتر ہے جس کے بعد رات نہ ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جنت کے آٹھ درجات شفع ہیں اور دوزخ کے سات طبقات وتر ہیں گویا جنت اور دوزخ کی قسم کھائی گئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شفع یعنی جفت سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے یعنی یوم نحر۔ اور طاق سے مراد اسی ماہ کی نویں تاریخ یعنی یوم عرفہ اور یہ دونوں حج کے موقعہ پر حشر ونشر کے دن کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

رات کی قسم

پانچویں قسم وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ فرمائی گئی یعنی قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے یعنی گزرنے لگے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح رات کا اندھیرا گزر جانے کے بعد دن کا اجالا نکل آتا ہے اسی طرح روئے زمین کے خاتمہ کے بعد آخرت کا عالم شروع ہوگا اور اس حیات کے خاتمہ کے بعد ایک دوسری حیات شروع ہوگی۔

عقلمند کیلئے یہ ثبوت کافی ہے

الغرض ان پانچ قسموں کے ذریعہ اس دعوے کی دلیل پیش کی گئی ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا جس کے حکم سے ہر دن فجر نمودار ہوتی ہے اور جس کے انتظام کے تحت کچھ مخصوص دس راتیں آتی ہیں اور جس نے چند دنوں کو جفت اور طاق پیدا کیا اور جس کے حکم سے رات آتی جاتی ہے وہ اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ انسان کو دوبارہ زندہ کرے اور اس سے اس کی پوری زندگی کا حساب لے اور اس کی جزا و سزا عطا کرے۔ ان چیزوں کی قسم کھانے کے بعد سوالیہ جملہ فرمایا۔ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ یعنی کیا اس میں اہل عقل کے لئے کافی قسم ہے؟ یعنی صاحب فہم و فراست کے لئے یہ قسم ضرور کافی ہے۔ بلکہ قسم کے بغیر ہی صاحب عقل ان پانچ چیزوں پر فکر و تامل کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور اعمال کی جزا و سزا ضرور ملنے والی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام و ایمان سے نوازا۔ اور کفر و شرک سے بچایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قیامت و آخرت پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں کہ دنیا کا ہر لمحہ ہمارا آخرت کے فکر و تیاری میں گزرے اور وہاں کی سرخروئی اور کامیابی ہمیں نصیب ہو۔ آمین

یَا اللہ آپ نے اپنی حکمت سے دنیا میں جن بعض دنوں اور راتوں کو شرف و عزت بخشا ہے ہمیں ان ایام کی قدر شناسی اور ان کے حقوق کی بجا آوری کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یَا اللہ کل حساب کے وقت مجھ سے حساب نہ لینا بلا حساب جن بندوں کو آپ جنت میں بھیجیں گے مجھے بھی معاف فرما کر ان کے ساتھ کر دینا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۝

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم اِرم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قدوقامت ستون جیسے تھے۔ جن کی برابر شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۝

اور قوم ثمود کے ساتھ جو وَادِی القُریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے۔ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ۔ جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا۔ سو آپ کے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسایا بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	كَيْفَ کیسا	فَعَلَ معاملہ کیا	رَبُّكَ تمہارا رب	بِعَادٍ عاد کے ساتھ	اِرَمَ ارم	ذَاتِ الْعِمَادِ ستونوں والے	الَّتِیْ وہ جو	
لَمْ يُخْلَقْ نہیں پیدا کیا گیا	مِثْلُهَا اس جیسا	فِی میں	الْبِلَادِ شہر (جمع)	وَثَمُوْدَ اور ثمود	الَّذِيْنَ جنہوں نے	جَابُوا الصَّخْرَ کاٹے تراشے سخت پتھر		
بِالْوَادِ وادی میں	وَ اور	فِرْعَوْنَ فرعون	ذِی الْاَوْتَادِ میخوں والا	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	طَغَوْا سرکشی کی	فِی الْبِلَادِ شہروں میں	فَاَكْثَرُوْا بہت کیا	فِيْهَا اس میں
الْفَسَادَ فساد	فَصَبَّ پس ڈالا	عَلَيْهِمْ ان پر	رَبُّكَ تمہارا رب	سَوْطَ کوڑا	عَذَابٍ عذاب	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لَبِالْمِرْصَادِ گھات میں

قوم عاد کا واقعہ

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہوا تھا کہ اصل اور پوری جزا و سزا کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔ ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ جب کوئی جماعت یا قوم سرکشی اور تکذیب حق میں حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو اس کو دنیا میں بھی سزا دی جاتی ہے یہاں ان آیات میں تین قوموں کے مشہور واقعات یاد دلائے گئے ہیں جن پر دنیا ہی میں عذاب الٰہی نازل ہوا۔

پہلا واقعہ قوم عاد کا ہے جس کو قوم ارم بھی کہتے ہیں۔ یہ ستونوں کی طرح بہت بلند قامت تھے۔ زور و قوت میں ان کے برابر دنیا میں کوئی قوم بھی پیدا نہیں کی گئی۔ دراصل عاد دو فرقوں کا نام ہے ایک کو عاد اولیٰ کہتے ہیں۔ یہ نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ انہی عاد اولیٰ کا نام عاد ارم بھی ہے کیونکہ ان کے جد اعلیٰ کا نام ارم تھا۔ اور دوسرے کو عاد اخریٰ کہتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو ملک یمن میں آباد ہو گئے تھے۔ یہاں پر صرف عاد ارم کا ذکر ہے ان کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ یہ قوم اپنے وقت کی ترقی یافتہ قوم تھی اور اپنے مادی وسائل کے لحاظ سے اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اس وقت ان کے مقابلہ کی کوئی دوسری قوم نہ تھی۔ دولت و ثروت کے گھمنڈ میں آ کر انہوں نے بدکاری اور عیاشی شروع کر دی اور ملک میں ظلم و ستم برپا کر دیا۔ پیغمبر وقت نے ان کو بہت کچھ سمجھایا اور انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے افعال شنیعہ سے باز نہ آئے اور دن بدن معاصی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ آخر عذاب الٰہی کا کوڑا ان پر ایسا برسا کہ وہ ہلاک و برباد ہو گئے۔ سلطنت بھی جاتی رہی۔ دولت و ثروت بھی چھن گئی اور بدبختی نے قدم جما لئے حتیٰ کہ وہ دنیا سے نیست و نابود ہو گئے۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ قوم ثمود کا ہے جو اس کے بعد گذرا ہے۔ یہ قوم وادی القریٰ میں آباد تھی اور ان کی بستیاں شمال عرب میں مقام حجر سے لے کر وادی القریٰ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ پہاڑ تراش تراش کر ان کے اندر نہایت خوبصورت اور مستحکم مکانات بنایا کرتے تھے۔ نہایت عیش اور مزے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بدکاری اور بت پرستی اس قوم میں بھی پھیلی۔ حضرت صالح علیہ السلام اللہ کے پیغمبر بن کر اس قوم کی طرف بھیجے گئے مگر انہوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہ مانی۔ آخر

یکبارگی سب ہلاک کر دیئے گئے ان کے کھنڈرات اور آبادی کے آثار اب تک بھی علاقہ مذکورہ کے اندر ملتے ہیں۔

فرعون کا واقعہ

تیسرا واقعہ مصر کے مشہور بادشاہ فرعون کا ہے جس کی اصلاح و ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بھیجے گئے تھے۔اس ظالم و جابر بادشاہ فرعون کو یہاں ذی الاوتاد یعنی میخوں والا فرمایا ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کو میخوں والا اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس فرعون کا قاعدہ تھا کہ جسے سزا دینی منظور ہوتی تو اس کے چاروں ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ کر سزا دیتا تو چونکہ فرعون نے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی مخالفت کی اور اپنی سرکشی و گمراہی پر جما رہا بالآخر اس پر اللہ کا عذاب ٹوٹا اور وہ فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔تو ان تینوں واقعات کو بالا جمال بیان فرمانے کے بعد ان سب کے مشترکہ اعمال اور افعال بد کا اجمالی ذکر فرمایا گیا کہ جن کی وجہ سے ان پر قہر الٰہی ٹوٹا۔فرمایا کہ ان قوموں نے ملک میں سرکشی پھیلا رکھی تھی۔نخوت و تکبر، عیاشی و بے حیائی سرکشی و نافرمانی کی کوئی حد نہ رہی تھی۔عدل و انصاف صداقت و پارسائی رحم دلی اور خوش اخلاقی ان کے پاس نہ رہی۔اعتقادات بالکل گمراہانہ ہو گئے۔مختصر یہ کہ حکومت و سلطنت میں ایک فساد عظیم برپا کر رکھا تھا۔ان افعال بد کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا اور ان کو ہلاک کر ڈالا۔اس لئے سب کو خدائے تعالیٰ کے کوڑے سے ڈرنا چاہئے اور اس قسم کی حرکات قبیحہ سے باز رہنا چاہئے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حالات و حرکات و سکنات کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں کہیں غضب الٰہی کی آگ مشتعل ہو گئی تو پھر بچاؤ کی صورت مشکل ہے۔

درس عبرت

یہاں کفار و منکرین کو سبق یہ دیا گیا ہے کہ اگر کچھ بھی عقل ہے تو ان واقعات سے سبق لینا چاہئے اور اللہ کے مقابلہ میں سرکشی کی روش چھوڑ دینا چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس آقا اور مالک کی نظروں سے بچ کر کہیں چھپ نہیں سکتے اور ان کی تمام حرکتیں اس کی نظر میں ہیں۔وقت آنے پر لازماً ان کی پکڑ کرے گا۔

پھر یہاں ان آیات میں جن نافرمان اور باغی تاریخی قوموں کا ذکر اجمالاً فرمایا گیا تو ان کے واقعات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قوموں کی غلط روش کا برا انجام دیر یا سویر بہر حال سامنے آ کر رہتا ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ افراد کے غلط کاموں کا انجام ان کے سامنے لازماً کیوں نہ آئے؟ عقل کا تقاضا ہے کہ ایسا ضرور ہونا چاہئے اور بھلوں کو بھلائی کا بدلہ اور بروں کو برائی کا بدلہ ضرور ملنا چاہئے۔اب آج جو لوگ اللہ کا انکار کر رہے ہیں۔اپنے حال یا قال سے اس کے احکام سے بغاوت برت رہے ہیں۔اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں میں مست ہیں۔اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر پلنے کے باوجود اس کے باغی بنے ہوئے ہیں۔اللہ ہی کی دی ہوئی قوت کے نشہ میں آپے سے باہر ہو رہے ہیں اور ظلم و ستم اور جور و جفا پر کمر بستہ رہتے ہیں تو انہیں یہ جان لینا چاہئے اور دنیا میں معذب قوموں کے واقعات سے سبق لینا چاہئے کہ وہ احکم الحاکمین۔خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی غیبی آنکھ ان کو دیکھتی ہے گو وہ اس کو نہیں دیکھتے۔لوگوں کی تمام حرکتیں اس آقا و مالک کی نظر میں ہیں اور وقت آنے پر وہ لازماً ان کی پکڑ فرمائے گا۔کفر و معصیت سرکشی و نافرمانی کی سزا آخرت میں تو ملنا طے شدہ ہی ہے لیکن دنیا میں بھی ایسے لوگوں پر عذاب بھیج دیا جاتا ہے اگر ایک انسان اشرف المخلوقات ہو کر کچھ بھی عقل رکھتا ہے تو اسے خدا کے باغیوں کے انجام سے سبق لینا چاہئے۔اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی کی روش کو چھوڑ دینا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں وہ سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اپنی گرفت اور پکڑ کا وہ خوف عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آ جائیں اور اپنے آقا و مالک کے مطیع و فرماں بردار بندے بن کر زندگی گزاریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۭ وَاَمَّآ اِذَا

سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اُس کو اکرام انعام دیتا ہے۔تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی۔

مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ

اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اُس کی روزی اُس پر تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو۔

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۭ

اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے۔اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔

فَاَمَّا پس جو	الْاِنْسَانُ انسان	اِذَا جب	مَا ابْتَلٰىهُ اس کو آزمائے	رَبُّهٗ اس کا رب	فَاَكْرَمَهٗ اس کو عزت دے	وَنَعَّمَهٗ اور اسے نعمت دے
عَلَيْهِ اس پر	فَقَدَرَ اندازہ سے دیتا ہے	مَا ابْتَلٰىهُ اُسے آزمائے	وَاَمَّآ اِذَا اور جب	اَكْرَمَنِ مجھے عزت دی	رَبِّيْٓ میرا رب	فَيَقُوْلُ تو وہ کہے
رِزْقَهٗ اس کا رزق	فَيَقُوْلُ تو وہ کہے	رَبِّيْٓ میرا رب	اَهَانَنِ مجھے ذلیل کیا	كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	لَا تُكْرِمُوْنَ عزت نہیں کرتے
الْيَتِيْمَ یتیم	وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ اور رغبت نہیں دیتے	عَلٰى پر	طَعَامِ کھانا	الْمِسْكِيْنِ مسکین	وَتَاْكُلُوْنَ اور تم کھاتے ہو	التُّرَاثَ مال میراث
اَكْلًا لَّمًّا کھانا سمیٹ کر	وَتُحِبُّوْنَ اور محبت کرتے ہو	الْمَالَ مال	حُبًّا محبت	جَمًّا بہت		

انسان کی غلط فہمی

گذشتہ آیات میں تاریخ کے واقعات میں سے قوم عادٗ قوم ثمود اور فرعون کے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ گویا اس میں تنبیہ تھی کفار مکہ اور عام انسانوں کے لئے کہ جو لوگ آج بھی سرکشی کر رہے ہیں۔ انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ وہ بھی اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں۔ اور انہیں جو مہلت مل رہی ہے اس سے وہ یہ نہ سمجھیں کہ انہیں بالکل چھوٹ دے دی گئی ہے۔ یا ان پر کوئی نگران نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ایسے ہی غافل انسانوں کی ایک غلط فہمی کو ان آیات میں ظاہر فرما کر اس کی تردید فرمائی جاتی ہے تقریباً ہر زمانہ میں کم فہم اور ناسمجھ مالدار لوگوں کو یہ خیال رہا ہے کہ انہیں جو طاقت اور اقتدار مل گیا ہے اور ان کے پاس جو دولت اکٹھا ہوگئی ہے تو یہ ان کا اپنا حق ہے اور وہ اس کے مستحق ہیں اور کسی کو یہ بھی خیال ہوجاتا ہے کہ خدا مجھ سے راضی ہے اگر خدا راضی نہ ہوتا تو یہ ساری نعمتیں مجھے کیوں ملتیں۔ اس غلط عقیدہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ان لوگوں کو جن کے پاس مال دولت نہیں ہوتا حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اسے غریبوں یتیموں اور مسکینوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور اس کی دلچسپیاں اپنے ہی مال دولت سے بڑھتی جاتی ہیں وہ دونوں ہاتھوں سے مال سمیٹتا ہے۔ مردوں کی میراث بھی چاہئے اس کا حق ہو یا نہ ہو اور زندوں کی دولت بھی چاہئے جائز طریقے سے ہاتھ آئے یا ناجائز طریقے سے۔ ایسے انسان کے سامنے اصل سوال دنیا کے زیادہ سے زیادہ وسائل اور ذرائع پر قبضہ کر لینے کا ہے۔ اس کی نظروں سے یہ حقیقت اوجھل ہوگئی ہے کہ اس دنیا میں انسان جس حالت میں بھی ہے اس حالت میں اس کا امتحان ہو رہا ہے یہاں اسے بہت سا مال دے کر بھی آزمایا جاتا ہے اور مشکلات میں ڈال کر بھی اس کی جانچ ہوتی ہے۔

دنیا اور دنیاوی ساز و سامان کی حقیقت

ایسے ہی غافل انسان کے بارہ میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ اس انسان کو مال دولت جاہ و جلال آرام و راحت عنایت فرماتا ہے تاکہ معلوم کرے کہ وہ ان نعمتوں کی شکر گزاری بھی کرتا ہے یا نہیں تو اس وقت وہ بطور فخر کہنے لگتا ہے کہ میں خدا کا مقبول ہوں وہ مجھ سے خوش ہے تب ہی تو میری اس قدر عزت افزائی کی ہے۔ وہ مجھ سے خوش نہ ہوتا تو مجھے کیوں اتنی نعمتوں سے

نوازتا لیکن اس کے برخلاف اگر اسے اس کا رب تنگ حالی میں مبتلا کرتا ہے اور مصائب و تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے صبر و استقلال اور رضائے بقضائے الٰہی کا معائنہ کرے تو شکایت کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا اور دنیوی نعمتوں کو کم کر دیا گویا یہ کم فہم دنیا کو مقصود بالذات سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کا اکرام و اعزاز حصول دولت و راحت دنیا پر منحصر جانتا ہے اور دنیوی فقر و فاقہ اور مال کی کمی کو اس کی ناراضگی پر محمول کرتا ہے تو اس انسان کا یہ خیال بالکل باطل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا عیش و آرام جاہ و جلال اور اسی طرح افلاس و فقر بیماری اور تکلیف اس کی آزمائش ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ بندہ فراخ دستی کی حالت میں کس قدر شکر گزار ثابت ہوتا ہے اور مصیبت کی حالت میں کیوں کر صبر کرتا ہے لہذا حصول دنیا یا عدم حصول دنیا پر اس کی رضامندی اور ناراضگی کو محمول کرنا جہالت اور کم فہمی ہے۔

اس لئے آگے فرمایا گیا کلا ہرگز ایسا نہیں یعنی ان لوگوں کا خیال غلط ہے کیونکہ نہ تو دنیا مقصود بالذات ہے اور نہ ہی اس کا ہونا نہ ہونا مقبولیت و محرومیت کی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی شخص اکرام و اعزاز کے استحقاق کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

مال مفت دل بے رحم

پھر آگے ایسے انسانوں کو بصیغہ خطاب فرمایا کہ تم میں تو مذکورہ بالا باطل خیالات کے علاوہ اور بھی مذموم خصلتیں موجود ہیں جو موجب عذاب ہیں۔ تم یتیم یعنی بن باپ کے نابالغ بچہ کی خاطر و عزت نہیں کرتے بلکہ الٹا ان کی اہانت کرتے ہو۔ ان پر ظلم و ستم ڈھاتے ہو۔ ان کا مال بے دریغ کھاتے ہو۔ غریب و مساکین کو کھانا کھلانے اور ان کی امداد پر نہ تو خود آمادگی کا اظہار کرتے ہو اور نہ دوسروں ہی کو اس پر آمادہ کرتے ہو۔ مردوں کا مال جو تمہیں بلا مشقت میراث میں ملتا ہے وہ خوب دل کھول کر کھاتے اور اڑاتے ہو۔ مال مفت دل بے رحم اور اسی پر بس نہیں بلکہ تم مال کے اس قدر حریص ہو کہ دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو۔ تمہارے دل مال کی محبت سے بھرے ہیں۔ حد درجہ کے لالچی اور حریص ہو۔ حلال و حرام کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ بس مال ہاتھ آنا چاہئے خواہ کیسے ہی ناجائز طریق پر کیوں نہ ہو۔ تو یہی وہ اعمال و افعال ہیں کہ جن کی وجہ سے پہلی قوموں پر عذاب نازل ہوا اس لئے مخاطبین قرآن کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم درس عبرت حاصل کرو اور ایسی حرکات سے باز آؤ۔ اور اگر تم نے آنکھیں نہ کھولیں تو پھر تم کو بھی سزا ملے گی۔

یتیم کی کفالت کی فضیلت

ایام جاہلیت میں عرب میں یہ بھی ایک عیب تھا کہ یتیموں پر مہربانی نہ کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث صحیحہ میں یتیم کی خبر گیری اور اس کی کفالت کے بڑے فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا وہ گھر سب سے اچھا ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اکرام اور بھلائی کی جاتی ہو۔ اور مسلمانوں کا وہ گھر بدترین ہے جس میں یتیم سے اچھا سلوک نہ کیا جاتا ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔

دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ تمام گناہوں کی جڑ یہی محبت دنیا اور مال و دولت کا لالچ اور طمع ہے۔ یہی حق تلفی کراتی ہے۔ یہی جھوٹ بلواتی ہے۔ یہی فریب و دھوکہ دہی کراتی ہے۔ یہی خون کراتی ہے۔ اور یہی بے شرم و بے حیا بنا دیتی ہے۔ یہ کفار کی خصلتیں ہمیشہ سے رہی ہیں کہ مال کی اس قدر محبت اور پرستش کہ اسی کو مقصود زندگی ٹھہرا لے۔ کفار اور ان جیسی مذموم خصلتیں رکھنے والے انسان کو یہاں حب مال پر تنبیہ ہے اور پھر ان بداعمالیوں کے ساتھ یہ بھی سمجھنا کہ کوئی ہم کو ان باتوں پر سزا دینے والا نہیں تو اس کے متعلق اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ ایسا ہرگز مت خیال کرنا اور ان سب کا پورا بدلہ آخرت میں دیا جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ

ہرگز ایسا نہیں جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا۔اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آویں گے۔اور اُس روز جہنم کو لایا جاوے گا۔

بِجَهَنَّمَ ۙ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ؕ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۚ

اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا۔کہے گا کاش میں اس زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۙ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ؕ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۙ

پس اُس روز نہ تو خدا کے عذاب کی برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا۔اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا۔اے اطمینان والی جان۔

ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۚ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۙ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۠

تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا۔اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

كَلَّآ اِذَا ہرگز نہیں جب	دُكَّتِ پست کر دی جائیگی	الْاَرْضُ زمین	دَكًّا دَكًّا کوٹ کوٹ کر	وَّجَآءَ اور آئے گا	رَبُّكَ تمہارا رب	وَالْمَلَكُ اور آئیں فرشتے
صَفًّا صَفًّا قطار در قطار	وَجِایْٓءَ اور لائی جائے	یَوْمَئِذٍ اس دن	بِجَهَنَّمَ جہنم میں	یَوْمَئِذٍ اس دن	یَّتَذَكَّرُ سوچے گا	الْاِنْسَانُ انسان	وَاَنّٰى اور کہاں
لَهُ اس کیلئے	الذِّكْرٰى سوچنا	یَقُوْلُ وہ کہے گا	یٰلَیْتَنِیْ اے کاش	قَدَّمْتُ میں نے پہلے بھیجا ہوتا	لِحَیَاتِیْ اپنی زندگی کیلئے	فَیَوْمَئِذٍ پس اس دن
لَّا یُعَذِّبُ عذاب نہ دیگا	عَذَابَهٗ اس کا عذاب	اَحَدٌ کوئی	وَّلَا یُوْثِقُ اور نہ باندھ کر رکھے	وَثَاقَهٗ اس کا باندھنا	اَحَدٌ کوئی	یٰۤاَیَّتُهَا اے
النَّفْسُ نفس روح	الْمُطْمَئِنَّةُ اطمینان والی	ارْجِعِیْ لوٹ چل	اِلٰى طرف	رَبِّكِ اپنے رب	رَاضِیَةً راضی	مَّرْضِیَّةً وہ تجھ سے راضی
	فَادْخُلِیْ پس داخل ہو	فِیْ میں	عِبٰدِیْ میرے بندے	وَادْخُلِیْ اور داخل ہو	جَنَّتِیْ میری جنت	

قیامت کا ہولناک منظر

گذشتہ آیات میں انسان کی اس غلط روش کی طرف اشارہ فرمایا گیا تھا کہ جو مال دولت کے بے جا ہوس اور طمع سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس غلط روش پر انجام سے بے پروا ہو جاتا۔ آخرت سے نڈر بن جانا اور اس گمان میں مست رہنا کہ ہمارے اعمال کا کون دیکھنے والا اور بدلہ لینے والا ہے۔کون ہماری اس روش پر باز پرس کرنے والا ہے تو ایسے غافل اور گمراہ انسان کے خیالات کی تردید فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔ کلا یعنی اے غافل انسان تو ہرگز ایسا خیال نہ کر کہ کون نیک و بد کو دیکھ رہا ہے جو اس کا بدلہ دے گا۔نہیں اس سب کا بدلہ ضرور ملے گا اور پورا پورا بدلہ کب ملے گا؟ قیامت و آخرت میں ملے گا جب کہ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا جس دن کہ زمین جو اس دنیا کا فرش ہے ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔سب ٹیلہ پہاڑ بلندی پستی ہموار ہو کر زمین چٹیل میدان بن جائے گی۔ یہ پہلی مرتبہ کے صور پھونکنے کے وقت ہوگا کہ جس کے بعد تمام عالم فنا ہو جائے گا پھر کچھ مدت کے بعد جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے دوسرا جہان پیدا ہوگا اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکلیں گے اور تمام اولین و آخرین میدان حشر میں جمع کر دیئے جائیں گے۔ جہاں کی گرمی، تپش اور مصیبت سے عاجز ہو کر درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا جو کچھ بھی ہو فیصلہ فرما دیں تا کہ اس محشر کے عذاب سے نجات ملے۔ چنانچہ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا یعنی آپ کا پروردگار بندوں کی عدالت کے لئے صفت جلال و قہر میں تجلی فرمائے گا اور فرشتے گروہ در

گروہ میدان حشر میں آویں گے۔اور صف باندھ کر تعمیل ارشاد باری تعالیٰ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ کا میدان حشر میں آنا جیسا کہ وَجَآءَ رَبُّكَ میں فرمایا متشابہات میں سے ہے یعنی حق تعالیٰ کا یہ آنا اسی شان سے ہوگا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے جس کی کیفیت ہم اس دنیا میں نہیں سمجھ سکتے اس لئے بلا تفتیش کیفیت اس پر ایمان رکھنا چاہئے۔آگے ارشاد فرمایا گیا وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ اور اس روز جہنم کو بھی لوگوں کی نظروں کے سامنے موجود کیا جائے گا۔ لاکھوں فرشتے جہنم کو اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے اس طرح لائیں گے کہ بڑی بڑی چنگاریاں اس پر اڑتی ہوں گی اور اس کے جوش وخروش کی ایک ہیبت ناک آواز لوگوں کے ہوش وحواس کو پریشان کرتی ہوگی اور ہر مجرم اپنا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لرز رہا ہوگا۔اس وقت اصل حقیقت انسان پر واضح ہو جائے گی۔

جب غافل انسان کی آنکھیں کھلیں گی

يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس روز انسان یاد کرے گا جو اس نے دنیا میں کیا تھا۔آج جو باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آتیں وہ سب اس دن سمجھ میں آجائیں گی۔آج جن باتوں کا انکار کیا جا رہا ہے وہ سب حقیقت بن کر اس دن آنکھوں کے سامنے آجائیں گی۔اس روز اس کا نشہ اتر جائے گا۔اور یہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبوں نے خبر دی تھی وہ سب حق تھی اور ہم اپنی کم عقلی اور بدبختی سے ان باتوں کو مذاق میں اڑا دیتے تھے۔اور اس دن کے لئے ایمان صادق اور اعمال صالحہ کا سرمایہ جمع کرنے کی بجائے دنیاوی لذات و شہوات میں مستغرق رہے ہیں اس پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور اس دن سمجھ میں آنے کا کیا فائدہ؟ یعنی اس وقت کا سمجھنا کہ میں دنیا میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا کس کام کا ہوگا۔اس روز پچھتانا دانت پیسنا رونا اور سر پیٹنا کیا فائدہ دے گا۔سوچنے اور سمجھنے کا موقع تو ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔دار العمل میں جو کام کرنا چاہئے تھا وہ دار الجزاء میں سودمند نہیں۔وہ وقت بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا نہ ہوگا بلکہ وہ وقت تو فصل کاٹنے کا ہوگا۔انسان نے اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ بویا ہوگا اس کے مطابق فصل اس کے سامنے ہوگی اور وہ مجبور ہوگا کہ اپنے دنیا کے کرتوتوں کے مطابق پھل کھائے۔

حسرت بے ثمر

اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں گی اور افسوس کے ساتھ ہاتھ ملے گا۔اور کہے گا يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ کاش میں اس اخروی زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا۔افسوس! میں نے دنیا کی زندگی میں وہ کام کئے ہوتے جو آج میرے کام آتے۔کاش میں نے دنیا میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایات پر کان دھرا ہوتا اور اس کے مطابق اپنی زندگی کا نقشہ بنایا ہوتا۔ہائے افسوس میں تو یونہی خالی ہاتھ یہاں چلا آیا۔ کاش کہ ایمان اور عمل صالح کا ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا جو آج یہاں کے لئے توشہ بنتا۔ہائے میں بدنصیب تو جو کچھ کرتا رہا چند روزہ زندگانی کے لئے کرتا رہا۔جو ایک خواب سا تھا۔لیکن اس وقت اس افسوس اور پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔اے اللہ اپنے کرم سے آج اس دنیا میں ہمیں دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمادے اور قیامت میں ہم کو غفلت کے پچھتاوے سے بچالے۔آمین۔

احکم الحاکمین کی گرفت

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انتہائی کرم ہے کہ اس نے اس زندگی میں ہماری رہنمائی کے لئے پورا پورا انتظام فرمادیا ہے اور اس انجام کو کھول کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے جو مرتے ہی سامنے آنے والا ہے۔اب اگر آج کسی کی سمجھ میں اللہ ورسول کی بات نہیں آتی۔یا سمجھ میں تو آتی ہے مگر وہ اس کے مطابق زندگی کا رخ موڑنے کے لئے تیار نہیں ہے تو آج اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جو راہ چاہے اختیار کرے۔لیکن جب قیامت میں پوری حقیقت سامنے آجائے گی اور قیامت میں کیا مرتے ہی بات سمجھ میں آجاوے گی اور تمنا کرے گا کہ اب اسے اگر دوبارہ دنیا کی زندگی کا موقع مل جائے تو اپنی زندگی میں بال برابر بھی اللہ کی ہدایت سے ہٹ کر قدم نہ رکھے لیکن اس وقت نہ اس بات کے سمجھنے کا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ اس کا موقع ملے گا اس وقت تو اللہ کے جزاوسزا اور اس کے انعام واحسان یا اس کی پکڑ اور عذاب کا وقت ہوگا

اوراس کا عذاب وہ سخت عذاب ہوگا کہ اس کے برابر کوئی دوسرا عذاب ممکن نہ ہوگا اور اس کی پکڑ وہ سخت پکڑ ہوگی کہ اس جیسی کسی دوسری پکڑ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکے گا۔ الامان والحفیظ۔ اسی کو فرمایا جاتا ہے فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا۔ یعنی ایسی سخت سزا اور قید کرے گا کہ دنیا میں کبھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی نہ ایسی سخت قید کی ہوگی۔ الامان والحفیظ کیونکہ اول تو اس کا عذاب روحانی وجسمانی ہوگا دوم ایسا سخت ہوگا کہ ویسا دنیا میں ہو نہیں سکتا۔ سوم دنیا کے عذاب کی انتہا خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو موت ہے جس کے آنے پر چھٹکارا ہو جاتا ہے مگر وہاں موت بھی نہیں کہ چھٹکارا ہو جائے۔ پھر وہاں کی جیل سے نہ کوئی نکل سکتا ہے نہ لے دے کر کوئی راحت حاصل کر سکتا ہے۔ ہمیشہ کی قید پھر وہاں کی مار اور دکھ۔ سانپ اور بچھو زنجیر اور بیڑیاں عذاب روحانی وجسمانی الامان والحفیظ ایسی قید اور کون کر سکتا ہے۔

مومنین صالحین کے انعامات

یہاں تک تو اہل محشر کے مجرموں اور ظالموں کا حال بیان ہوا جو ان پر قیامت میں طاری ہوگا اس کے بعد صالحین اور مومنین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں زندگی اللہ تعالیٰ کے حکموں اور ہدایت کے موافق گزاری ہوگی۔ جنہوں نے زندگی میں ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو اپنے سامنے رکھا ہوگا۔ جنہوں نے اللہ کی خوشنودی کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی رضامندی کا کوئی خیال نہ کیا ہوگا تو ان کے ساتھ اس روز کیا معاملہ پیش آئے گا۔ ان کا کیسا اکرام و اعزاز کیا جائے گا۔ ان کو کیسی تسلی وتشفی کا خطاب سننا نصیب ہوگا ان کو کیسے راحت و آرام کی جگہ بھیجا جائے گا؟ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي یعنی ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ اے نفس مطمئنہ تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر ادھر چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

سبحان اللہ اللھم اجعلنامنھم اللہ تعالیٰ میدان حشر میں یہ خطاب ہم کو بھی سننا نصیب فرمائیں۔ آمین۔ اس خطاب میں پہلے ہی صالحین و مومنین کو يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ یعنی اے اطمینان والی جان فرما کر تسلی وتشفی فرمادی کہ اس خوف و ہراس کے وقت وہ اس لفظ نفس مطمئنہ کو سنتے ہی عذاب وعتاب کی دہشت سے مطمئن ہو جائیں گویا یہ خطاب کا پہلا ہی لفظ بطور خوشخبری کے سنایا جائے گا کہ تجھے اطمینان ہے تو دنیا میں جس محبوب حقیقی سے لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں سے یکسو ہو کر راضی وخوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو اور اس کی عالیشان جنت میں جو ہمیشہ کے لئے عیش و آرام کا گھر ہے قیام کر جہاں تم کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی تم خواہش کرو اور پھر وہاں کی نعمتیں ابدی ہیں کہ کبھی زائل نہ ہوں گی۔ کبھی کم نہ ہوں گی۔ کبھی چھینی نہیں جائیں گی۔ اللھم اجعلنامنھم امین

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے اور عارفین کا تجربہ تو یہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارت کا فی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی نفس مطمئنہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

نفس اَمَّارَہ... لَوَّامَہ... مُطْمَئِنَّہ کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے نفس کی تین صفات ہیں۔ امارہ لوامہ مطمئنہ امارہ کفار اور دنیا کی لذات وشہوات پر فریفتہ لوگوں کی صفت ہے اور یہ نفس امارہ ان کو بدکاری اور بدعملی پر بار بار حکم کرتا رہتا ہے اور وہ مانتے رہتے ہیں۔ نفس لوامہ یعنی ملامت کرنے والا جو اپنی برائیوں پر ملامت کرے۔ یہ عام مسلمانوں کی صفت ہے کہ ان میں حس و ادراک باقی ہے اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں اور دل میں گناہ کر کے رنج و افسوس ہوتا ہے۔ نفس مطمئنہ یعنی اطمینان والا نفس۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور صالحین کے نفس کی حالت ہے کہ ان کو عبادت ومعرفت سے اطمینان وسکون نصیب ہو جاتا ہے۔ اور کاموں میں لگ کر ان کا دل بے قرار رہتا ہے اور ہر پھر کر اپنے مرکز اصلی ذکر الٰہی کی طرف آ رہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے نفوس

4 امارہ ولوامہ کو بھی مطمئنہ بنا دے کہ ہم دنیا سے رخصت ہوتے وقت نفس مطمئنہ کے ساتھ رخصت ہوں۔

صالحین کی صحبت کا فائدہ

یہاں آخری دو آیات **فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی** یعنی نفس مطمئنہ کو مخاطب کر کے حق تعالیٰ جل شانہ کا یہ حکم کہ میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ ان سے متعلق مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ کے مخلص اور صالح بندوں میں شامل ہونے کا حکم ہے۔ پھر اس کے بعد جنت میں داخل ہونے کا۔ اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا اس پر موقوف ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے صالح ومخلص مومنین کے زمرہ میں شامل ہو۔ پھر ان سب کے ساتھ ہی جنت میں داخلہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا میں صالحین کی صحبت ومعیت اختیار کرتا ہے یہ علامت اس کی ہے کہ یہ بھی ان کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا۔ **وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین** اور مجھے اپنی رحمت سے داخل کرا اپنے نیک بندوں میں (سورۂ نمل) اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا **توفنی مسلماً و الحقنی بالصلحین** موت دے مجھ کو اسلام پر اور ملا مجھ کو صالحین یعنی نیک بندوں میں (سورۂ یوسف) تو معلوم ہوا کہ صحبت صالحین وہ نعمت کبریٰ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس کی دعا سے مستغنی نہیں۔ (معارف القرآن)

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں اس پر چار قسمیں کھائی گئی ہیں کہ کفار پر اللہ کا عذاب واقع ہو کر رہے گا' اس کے بعد سورۂ فجر میں تین مضامین نمایاں طور پر مذکور ہوئے ہیں۔

قوم عاد' ثمود اور فرعون جیسے متکبروں اور فسادیوں کے قصے اجمالی طور پر ذکر کیے گئے ہیں جو اپنی سرکشی اور جرائم کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

اللہ کی سنت اور دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں انسان کو خیر وشر' فقر وغنی اور صحت وبیماری جیسی آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے' انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ وہ اپنے رب کے فضل واحسان کا شکر ادا نہیں کرتا اور اللہ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ نہیں کرتا وہ مال کی محبت میں بڑا حریص ہے' اس کا پیٹ بھرتا ہی نہیں۔

قیامت کے دن جو زلزلے اور ہولناک حالات پیش آئیں گے ان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ انسان دو قسموں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ شقی لوگ اللہ کے غضب کے حقدار ہوں گے اور نفسِ مومن' جسے نفسِ مطمئنہ کہا گیا ہے اسے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کیلئے کہا جائے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنی مرضیات پر چلنے اور اپنے احکام بجالانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! آپ نے جو مال دولت ہم کو اس دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کے حقوق بجالانے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے ذریعہ حاجتمندوں اور مسکینوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمادیں کہ جو ہم اس دنیا میں ایمان اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ جمع کرلیں اور اپنی آخرت کو سنوارلیں۔

یا اللہ ہمیں نفس مطمئنہ نصیب فرما اور آخرت میں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائیں اور انہی کے ساتھ اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے اور قسم ہے باپ کی اولاد کی۔کہ ہم نے انسان

الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ

کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اُس پر کسی کا بس نہ چلے گا۔کہتا ہے کہ

مَالًا لُّبَدًا ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝

میں نے اتنا مال وافر خرچ کرڈالا۔کیاوہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کوکسی نے دیکھا نہیں۔

لَآ اُقْسِمُ نہیں، میں قسم کھاتا ہوں	بِهٰذَا اس	الْبَلَدِ شہر	وَاَنْتَ اور آپ	حِلٌّ اترے ہوئے	بِهٰذَا اس	الْبَلَدِ شہر	وَوَالِدٍ اور والد کی
وَمَا وَلَدَ اور اولاد	لَقَدْ خَلَقْنَا تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	فِیْ میں	كَبَدٍ مشقت	اَيَحْسَبُ کیا وہ گمان کرتا ہے	اَنْ کہ	
لَنْ يَّقْدِرَ ہرگز بس نہیں چلے گا	عَلَيْهِ اس پر	اَحَدٌ کسی	يَقُوْلُ وہ کہتا ہے	اَهْلَكْتُ خرچ کرڈالا	مَالًا مال	لُّبَدًا ڈھیروں	
اَيَحْسَبُ کیاوہ گمان کرتا ہے	اَنْ کہ	لَّمْ يَرَهٗ اس کونہیں دیکھا	اَحَدٌ کسی				

وجہ تسمیہ، مقام وشان نزول

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں بلد کی قسم کھائی گئی ہے جس کے لفظی معنی شہر کے ہیں اور مراد شہر مکہ ہے اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام بلد مقرر ہوا یہ سورۃ بھی مکی ہے۔اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی لکھی ہے کہ قریش میں ایک کافر اسید بن کلدہ نہایت قوی ہیکل اور زور آور پہلوان تھا اس کو اپنی طاقت اور توانائی پر بڑا ناز تھا اور اس کی طاقت کا یہ حال تھا کہ اپنے پاؤں سے گائے بیل کا چمڑہ دبا لیتا اور لوگوں سے کہتا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے چمڑہ کھینچ کر باہر کرو۔بہت سے لوگ مل کر زور آزمائی کرتے مگر چمڑہ کھینچنے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کے پاؤں تلے سے نہ نکلتا تھا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دعوت اسلام دی تو وہ کافر ایمان نہ لایا اور اس نے بہت سخت سست کلمات آپ کی شان میں استعمال کئے اور کہنے لگا کہ تم مجھے آتش دوزخ کے مؤکلوں سے کیا ڈرتے ہو۔میرا بایاں ہاتھ ان سب کو سزا دینے کے لئے کافی ہے۔ میرے مقابلہ کی کون تاب لاسکتا ہے اور مجھ پر کون غالب آسکتا ہے اور بہشت کی نعمتوں سے مجھے کیا پھسلاتے ہو۔ میں نے شادیوں اور خوشی کی تقریبات میں اتنا مال دولت خرچ کیا ہے کہ تمہاری بہشتی نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔اور تمہاری جنت کی قیمت تو میرے اس خرچ کئے ہوئے مال کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتی۔اس کی ان باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور بتایا کہ انسان کو اپنی قوت اور زور اور مال و دولت کی کثرت اور بڑائی پر مغرور و نازاں نہ ہونا چاہیے۔اور اگر یہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک کے واقعات و تغیرات پر غور کرے تو یہ خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اسے کس قدر تکالیف اور شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس سورۃ کا خاص مضمون بھی یہی ہے کہ اس زندگی کے بعد جو ایک اور ہمیشہ رہنے والی زندگی آنے والی ہے اس میں انسان کے تمام اعمال کی جانچ کی جائے گی۔ہر شخص کے ساتھ انصاف ہوگا اور جس نے اس دنیا میں جیسی

گزاری ہوگی اسی کے لحاظ سے اسے چھایا برابدلہ دیا جائے گا۔

شہر مکہ کی قسم اور فتح مکہ کی پیشین گوئی

ان آیات کی ابتداء بھی چند قسموں سے ہوئی ہے۔ پہلی قسم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ کہ ہم اس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ شہر مکہ کی قسم اس لئے کھائی گئی کہ افضل الرسل خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر مکہ میں کفار کے ہاتھوں اس وقت طرح طرح کے مصائب اور اذیتیں جھیل رہے تھے۔ مگر آپ کو اس مقدس شہر میں لڑنے کی خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ تھی اس لئے ساتھ ہی بطور جملہ معترضہ وَاَنۡتَ حِلٌّ بِهٰذَا الۡبَلَدِ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی کہ اگر چہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے اور آپ کفار کے نرغہ میں ہیں اور ان کی طرف سے بلا دریغ آپ اور آپ کے متبعین پر ظلم وستم ڈھایا جا رہا ہے اور گو اس مقدس شہر میں قتال حرام ہے یہاں تک کہ اس میں شکار کھیلنے یا گھاس وغیرہ تک کاٹنے کا حکم نہیں مگر آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک بار آپ کو کفار سے لڑنے اور قتل وقتال کرنے کی اجازت دے دیں گے اور آپ اس وقت ان پر غالب آئیں گے۔ اور آپ اس شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔ چنانچہ بحمد للہ تعالیٰ یہ پیشین گوئی ۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر پوری ہوئی جب کہ فتح مکہ کے دن آپ کے لئے احکام حرم باقی نہ رہے اور آپ نے دشمنان دین پر غلبہ حاصل کیا اور اس مقام مقدس کی ابدی تطہیر وتقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ کو اجازت ہوئی۔ اور یہ صرف ایک دن فتح مکہ کے روز حرم میں خون بہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دوسرے ہی دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا۔

(ترجمہ) ''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام ومحترم پیدا کیا پس وہ قیامت تک حرام ومحترم رہے گا۔ پس کسی شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور نہ کسی کے لئے کسی درخت کا کاٹنا جائز ہے۔ مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی صرف اسی ساعت اور اسی گھڑی کے لئے حلال کیا گیا۔ اہل مکہ کی نافرمانی پر اور ناراضی کی وجہ سے اور آگاہ ہو جاؤ کہ اس کی حرمت پھر ویسی ہی ہوگئی جیسا کہ پہلے تھی پس تم میں سے جو حاضر ہے وہ میرا یہ پیام ان لوگوں کو پہنچا دے کہ جو غائب ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ میں قتال کیا تو تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے حلال کر دیا تھا اور تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔''

الغرض یہاں پہلی قسم اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ ہم اس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں اور اس کے بعد بطور پیشین گوئی کے فرمایا کہ آپ کیلئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا۔

نوع انسانیت کی قسم

آگے دوسری اور تیسری قسم فرمائی۔ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ کہ قسم ہے باپ کی اور اولاد کی۔ ساری اولاد کے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ اس لئے بعض مفسرین نے یہاں والد سے مراد حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام لئے ہیں اور اولاد سے مراد تمام بنی آدم لئے ہیں اور بعض مفسرین نے عام باپ اور اولاد مراد لئے ہیں۔

انسان کی ذمہ داریاں

ان قسموں کے بعد فرمایا لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ كَبَدٍ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں مشقت اور مصیبت کے لئے بنایا ہے چنانچہ اس کی ساری عمر تکالیف حیرانی اور پریشانی میں گزرتی ہے۔ عمر بھر کہیں مرض میں کہیں رنج میں کہیں فکر میں اکثر اوقات مبتلا رہتا ہے۔ یہاں جن چیزوں کی قسم کھائی ہے اس کو جواب قسم سے خاص مناسبت ہے چنانچہ بلد یعنی شہر جس کی قسم پہلے کھائی گئی مجمع خلائق ہوتا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی مشقت اور دھندے میں لگا ہوتا ہے اور انسانی دوڑ دھوپ اور رنج وغم کا ایک عجیب منظر ہوتا ہے۔ بالخصوص شہر مکہ میں تو بوقت نزول قرآن مشقت ومحنت ممتاز درجہ رکھتی تھی اول تو اس کی پہاڑی اور ریگستانی زمین کی وجہ سے مشقت جہاں

نہ سرسبز باغات تھے نہ کھیتی۔ نہ کنوؤں میں میٹھا پانی۔ نیز گرم جگہ جہاں بادسموم چلا کرتی اور جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو دین داروں اور اسلام اختیار کرنے والوں کی اور بھی مصیبت اور مشقت بڑھ گئی۔ آئے دن کا ظلم وستم' مار پیٹ شروع ہو گیا تھا۔ دوسری قسم والد کی کھائی گئی جو اپنی اولاد کے لئے طرح طرح کی محنت ومشقت برداشت کرتا ہے۔ کبھی فکر معیشت اور تدبیر تربیت میں مبتلا ہوتا ہے تو کبھی بچوں کی بیماری اور موت کے صدمہ اٹھاتا ہے۔ پھر کسی کی اولاد نالائق اٹھی تو اس کا دکھ باپ ہی سے پوچھنا چاہئے۔ آپ دکھ اٹھا کر اولاد کو آرام پہنچانے کا حال ہر ایک صاحب اولاد پر ظاہر ہے۔ پھر صرف باپ ہی کو نہیں بچہ کو بھی دنیا میں مختلف مصائب اور آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نو ماہ شکم مادر میں محبوس رہنا اور رحم میں گندہ خون کھانا اور پھر تنگ راستہ سے نکل کر دنیا میں آنا۔ سردی گرمی بھوک پیاس کا دکھ اٹھانا۔ پھر دانتوں کی تکلیف اور جسمانی حالت کمزور ہوئی تو صدہا تکالیف اور بیماریاں آدباتی ہیں۔ پھر جب ذرا سمجھ آئی تو مکتب ومدرسہ میں تعلیم وتربیت کی مصیبت۔ پھر جب جوان ہوا تو فکر معاش نے آگھیرا۔ چند پیسوں کے لئے کوئی دن بھر دکان یا کارخانہ میں مقید رہتا ہے۔ کوئی فوج میں نوکر ہو کر کیا کیا مصائب دیکھ کر سر کٹواتا ہے۔ رعیت ہے تو بادشاہ کی اطاعت بلکہ غلامی اور کار وبے گار و خراج ٹیکس کی مصیبت اور بادشاہ ہے تو اس کو جہاں داری اور حفظ سلطنت کی مصیبت۔ نوکر کو آقا کی اطاعت کی مشقت۔ آقا کو اپنے ملازمین کی نگہداشت کی مشقت' بیوی کو میاں کی اطاعت اور بچہ کشی کی مشقت' میاں کو بیوی کے جا بے جا مصارف اور فرمائشات کے برداشت کرنے کی مشقت' ماں باپ کو اولاد کی پرورش اور بیماری میں ان کے دردغم کھانے کی مصیبت اولاد پر مادر و پدر کی خدمت واطاعت کی مشقت پھر دوست احباب' ہم وطن وہمسایوں کو خوش رکھنے کی مشقت' یہ تو جیتے جی دنیا کی مشقتیں تھیں پھر آگے نزع کی مشقت اور مفارقت مال واولاد کی مشقت' پھر تنگی قبر اور عذاب قبر' عالم برزخ وحشر ونشر کی مصیبت' پھر اگر شقی ازلی ہے تو جہنم ابدی کی مشقت اور مصیبت پر مصیبت ہے۔

ذمہ داریوں کا تقاضا

غرض کہ ہر طرف سے تکالیف ہی تکالیف نظر آتی ہیں کوئی ایک دو ہوں تو بیان بھی کی جائیں لہٰذا یہ سب چیزیں بتا رہی ہیں کہ انسان ہر وقت آلام وشدائد میں گھرا ہوا ہے۔ اور سدا کا دکھیا ہے۔ اسی کو فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ تو چاہیے تو اسے یہ تھا کہ عجز وانکساری اختیار کرتا اور مطیع وفرمانبردار رہتا مگر اس کی تو یہ حالت ہے کہ باوجود مصائب کا شکار ہونے کے پھر بھی غرور ونخوت سے باز نہیں آتا۔ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ اور سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کا قابو نہیں چل سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اپنے آپ کو خارج سمجھتا ہے احکام خداوندی کے خلاف ورزی کرتا ہے اور يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال عیش وعشرت میں اڑا دیا۔ اور اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں تو کیا اس کو معلوم نہیں کہ خدائے تعالیٰ اس کے ہر ہر فعل کو دیکھ رہا ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ قلوب کے خطرات ووساوس بھی اس کے علم میں ہیں۔ پھر کیسے کوئی اس کی سزا سے بچ سکتا ہے۔

یہاں ان آیات میں انسان کو اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ انسان کی دنیا میں جو یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت اور چین میں رہے۔ کسی تکلیف رنج ومشقت سے کبھی واسطہ نہ پڑے تو یہ انسان کا خیال خام ہے جو کبھی حاصل نہ ہوگا۔ جب حق تعالیٰ جو انسان کے پیدا کرنے والے ہیں وہ فرما رہے ہیں لقد خلقنا الانسان فی کبد کہ انسان اپنی فطرت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اول عمر سے آخر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔ تو انسان کو چاہیے کہ مشقت کے لئے تیار رہے۔ اور جب دنیا میں محنت ومشقت اور کلفت پیش آتا ہی ہے تو عقلمند کا کام یہ ہے کہ محنت ومشقت اس چیز کے لئے کرے جو اس کے ہمیشہ کام آئے اور دائمی راحت کا سامان بنے اور وہ صرف ایمان اور طاعت حق میں منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرماویں۔ اور آخرت کی دائمی راحت کے لئے دنیا میں عارضی اور وقتی مشقت ومحنت برداشت کرنے کی قوت وصلاحیت عطا فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر انسان بنا کر ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ۙ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ ۚ﴿۱۰﴾ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾

کیا ہم نے اُس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔اور ہم نے اُس کو دونوں راستے بتلادیئے۔سو وہ شخص گھاٹی میں سے

وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡعَقَبَةُ ؕ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ يَّتِيۡمًا

ہوکر نہ نکلا۔اورآپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے۔وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی

ذَا مَقۡرَبَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ؕ﴿۱۶﴾

رشتہ داریتیم کو۔یا کسی خاک نشین محتاج کو۔

اَلَمۡ کیانہیں	نَجۡعَلۡ ہم نے بنایا	لَهٗ اس کیلئے	عَيۡنَيۡنِ دوآنکھیں	وَلِسَانًا اور زبان	وَّشَفَتَيۡنِ اور دو ہونٹ	وَهَدَيۡنٰهُ اور ہم نے اسے دکھائے	
النَّجۡدَيۡنِ دوراستے	فَلَا اقۡتَحَمَ پس نہ داخل ہوا وہ	الۡعَقَبَةَ گھاٹی	وَمَا اور کیا	اَدۡرٰٮكَ تم سمجھے	مَا کیا	الۡعَقَبَةُ عقبہ	فَكُّ چھڑانا / رَقَبَةٍ گردنا سیر / اَوۡ یا
اِطۡعٰمٌ کھاناکھلانا	فِىۡ میں	يَوۡمٍ دن	ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ بھوک والے	يَّتِيۡمًا یتیم	ذَا مَقۡرَبَةٍ قرابت دار	اَوۡ یا	مِسۡكِيۡنًا مسکین / ذَا مَتۡرَبَةٍ خاک نشین

انسان کی ناشکر گزاری

گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسان اگرغور کرے تو صاف سمجھ سکتا ہے کہ یہ انسان ہروقت آلام وشدائد میں گھرا ہوا ہے۔ تو چاہیے تو اسے یہ تھا کہ عجز وانکساری اختیار کرتا۔مطیع اور فرمانبردار رہتا مگر اس کے غرور اور پندار کی یہ حالت ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں۔اور احکام خداوندی کے خلاف ورزی کرتا ہے۔اسی سلسلے میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تو اس انسان پر بہت احسان کئے ہیں لیکن پھر بھی یہ احسان مند بندہ ہونے کے بجائے احکام خداوندی کے سامنے اکڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو دو آنکھیں دیں تاکہ انسان ان آنکھوں سے ہر طرف خدا کی نعمتوں کو دیکھے اور ان انتظامات کو دیکھے جو اس نے انسان کی پرورش کے لئے مہیا کردیئے ہیں اس دیکھنے کے نتیجہ میں اسے اپنے رب کی صفات کو پہچاننا چاہیے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے۔اس کی توحید کا اقرار کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں۔اس میں ایک دوسرے پہلو سے بھی چند چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔مثلاً ایک کافر اور ناشکرا انسان اپنے کمائے ہوئے مال وزر اور دھن دولت کو اپنے دنیاوی تحفظ واستحکام اور اپنے قیام ودوام کا سبب جانتا ہے اور قادر حقیقی کی قدرت کاملہ پر غور نہیں کرتا کہ مال حاصل کرنے کے آلات جن میں سے اعلیٰ چیزیں آنکھ اور وَلِسَانًا وَّشَفَتَيۡنِ ہیں یعنی زبان اور لب ہیں وہ تو اللہ ہی نے پیدا کردیئے ہیں۔اگر یہ اندھا اپاہج ہوتا تو کیا کماتا۔پھر ایک کافر انسان کا یہ سمجھنا کہ نہ مجھے کوئی دیکھ رہا ہے نہ میرے حالات اور اسرار پر کوئی واقف ہے یہ بھی غلط ہے۔جس نے انسانوں کو دیکھنے کو آنکھیں دیں کیا وہ خود دیکھتا نہ ہوگا۔یقیناً جو سب کو بینائی دے وہ سب سے بڑھ کر بینا ہونا چاہیے۔پھر صرف دو آنکھیں ہی نہیں پیدا کردیں بلکہ زبان اور دو ہونٹ بھی پیدا کردیئے کہ اگر خود کسی میں نیک وبد کام میں تمیز کرنے کی عقل نہیں تو اس زبان کے ذریعہ کسی صاحب فہم وفراست سے ہی پوچھ لے۔غرض کہ انسان کو چاہیے کہ ان اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حصول سعادت کا آلہ بنائے اور کسی بری جگہ منعم حقیقی کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرے۔

انسان کی رہنمائی کا انتظام

پھر اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء ہی کے پیدا کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ انسان کو نیکی اور بدی کے دونوں راستوں سے بھی آگاہ کردیا۔مضر اور مفید میں امتیاز کرنے کی قوت بھی عطا کر

دی تا کہ مضر سے اجتناب کرے اور نافع پر کاربند ہو۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجنے کا بھی انتظام فرمایا۔ اپنے رسولوں کو بھیجا۔ اپنی کتابیں نازل کیں جس میں انسانوں کو بتایا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہ کرنا چاہئے۔ کون سے کام اچھے ہیں کون سے برے۔ کس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور کس بات سے ناراض۔ ان سب باتوں کا مقتضا یہی تھا کہ انسان احکام الٰہی کے تابع ہوتا۔ محسن حقیقی کا شکر بجالاتا۔ اسراف سے باز آتا۔ اعمال صالحہ کرتا لیکن اس کافر انسان نے تو ایسا کرنے سے صریح انکار کر دیا۔ نیک و بد میں امتیاز کرنے کی قوت موجود ہونے کے باوجود دین کی گھاٹی میں نہ گھسا۔ اس کو تو دین حق کی پیروی پہاڑ کی طرح بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ یہاں فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ میں دین کے کاموں کو گھاٹی یعنی دشوار گزار راستہ سے گزرنا اس لئے کہا گیا ہے کہ دین کے احکام پر چلنا نفس کو شاق گزرتا ہے کیونکہ وہ خواہشات نفسانی کے خلاف ہوتے ہیں اور برے راستہ پر چلنا آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ خواہشات کے موافق ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اصلی اور حقیقی کامیابی کی منزل کی طرف چل رہے ہیں ان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ آسان و ہموار راستہ پر ہی چلتے رہیں گے۔ نہیں بلکہ دین کے راستہ پر چلنے میں گھاٹیاں بھی آئیں گی۔ ناپسندیدہ حالات سے بھی دوچار ہونا پڑے گا۔ مشکلات سے بھی واسطہ پڑے گا اور جب تک دشواریوں کی ان گھاٹیوں کو پار نہیں کیا جاوے گا منزل مقصود کی طرف بڑھنا ممکن نہ ہوگا۔

دو اعلیٰ قسم کی نیکیاں

اس کے بعد یہ سوال آیت میں کیا گیا وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ یعنی کامیابی کی اس منزل کی طرف بڑھنے میں جس دین کی گھاٹی کو پار کرنا ضروری ہے وہ ہے کیا؟ آگے خود ہی اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ فَكُّ رَقَبَةٍ یعنی دین کی گھاٹی سے مراد کسی کی گردن کو طوق غلامی سے چھڑانا ہے۔ یا اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یعنی فقر و فاقہ کی حالت میں کسی رشتہ دار یتیم یا کسی خاک نشین فقیر مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے۔

گویا یہاں نیکی کی دو اعلیٰ اقسام بیان فرمائی گئیں۔ ایک فک رقبۃ یعنی گردن کا چھڑانا یہ الفاظ عام ہیں اور اس میں کئی صورتیں داخل ہیں۔ ایک غلام کا آزاد کر دینا یا اس کی قیمت مالک کو ادا کر کے غلام کو آزاد کرا دینا۔ عرب میں ایام جاہلیت میں غلاموں پر بڑی سختی ہوتی تھی ان کو جانوروں کی طرح رکھ کر سخت مشقت کے کام لیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس رسم غلامی میں بڑی اصلاح کی اول تو آزادی کی بڑی ترغیب دلائی اور جو کسی مسلمان کے پاس غلام رہ جاوے تو اس کے ایسے حقوق قائم کئے کہ پھر غلام کو غلامی میں آزادی ہے۔ کوئی تکلیف سخت باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کسی نادار قرض دار کو قرضہ معاف کر کے خود آزادی دینا یا قرضہ ادا کر کے اس کی گردن کو اس سخت پھندے سے چھڑا دینا۔ تیسرے کوئی ظالم زبردستی اور ناحق کسی کو بیگار قید میں پکڑ لے اس کی خلاصی کرانا خواہ بقوت بازو خواہ مال دے کر۔ یہ سب صورتیں۔ فک رقبۃ یعنی گردن چھڑانے میں داخل ہیں۔

دوسری قسم نیکی کی اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ فرمایا یعنی فاقہ کے دن کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا۔ یعنی احتیاج اور ضرورت کے وقت جیسا کہ ایام قحط ہوں یا کسی اور سبب سے غلہ نہ ملتا ہو ایسے وقت میں بھوکے کو کھانا کھلانا خواہ وہ کوئی ہو مگر یتیم کو کھانا کھلانا اور بھی بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس کا کوئی سرپرست نہیں۔ اور یتیموں میں بھی اہل قرابت اگر ہو تو اور زیادہ ثواب و نیکی ہے یا کسی فقیر حاجتمند کو کہ فقر و فاقہ نے اسے خاک نشین بنا دیا ہو تو دین کی گھاٹی سے گزرنا یہاں دو چیزوں کو بتلایا گیا ایک تو کسی کی گردن کو طوق غلامی سے چھڑانا۔ جس میں غلام آزاد کرنا یا کرانا قرض دار کا قرض ادا کر کے مصیبت قرض سے نجات دلانا۔ ظالم کے ظلم سے مظلوم کو چھڑانا یہ سب صورتیں شامل ہیں دوسرے احتیاج کے وقت کسی رشتہ دار یتیم یا کسی خاک نشین فاقہ زدہ محتاج کو کھانا کھلانا۔ یعنی اصلی اور حقیقی کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لئے دین کی گھاٹی میں سے گزرنا لازمی ہے جس میں اہم گھاٹی یہ ہے کہ انسان

دوسرے انسانوں کی مصیبت کو دور کرے۔ بھوکوں کے لئے کھانے کا انتظام کرے بالخصوص اپنے قریبی رشتہ دار، لاوارث یتیم بچے اور ایسے خستہ حال مسکین جو دوسروں کی مدد کے محتاج ہوں۔

اسلام اور مسئلہ غلامی

یہاں ان آیات میں کسی کو غلامی سے آزاد کرنے یا کرا دینے کو نیکی کے اعلیٰ کاموں میں سے ایک کام بتایا گیا۔ معاندین اور مخالفین اسلام جو اسلام کے مسئلہ غلامی پر اعتراض کرتے ہیں وہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھیں کہ اسلام میں مسئلہ غلامی کی حقیقت کیا ہے۔ اسلامی شریعت میں صرف ان جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی اجازت ہے جو نہ تو فدیہ دے کر آزاد ہوسکیں اور نہ جن کو قیدیوں کے تبادلے کے اصول کے تحت آزاد کرنے کی گنجائش نکل سکے۔ ایسے قیدیوں کو اسلامی حکومت جیل خانوں یا کیمپوں میں رکھ کر ان سے ظالمانہ بیگار لینے کے بدلہ انہیں اسلامی حکومت لشکریوں اور مسلم سوسائٹی کے خاندانوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ایسے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اور اس طرح یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ لوگ اسلامی ماحول میں رہ کر اسلام کو سمجھ سکیں گے اور وہ خوشی سے اسلام قبول کر کے مسلم سماج کا ایک جزو بن جائیں گے۔ ایسے قیدیوں یعنی غلاموں کو آزاد کرنا ایک بڑی نیکی کا کام بتایا گیا ہے۔ اور اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ ایسے غلاموں نے نہ صرف تخت و تاج پا کر حکومتیں کی ہیں بلکہ اپنے علم و فضل کی بدولت وہ مسلمانوں کی دینی پیشوائی کے اونچے مقام تک پہنچے ہیں۔

یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ پھر اس صورت میں غلام علمی و تمدنی ترقی بھی کر سکتا ہے کیونکہ جب آقا و غلام میں اتحاد ہو جاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب اور شائستہ ہو۔ وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے صنعت و حرفت بھی سکھلاتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں صدہا علماء و زہاد و عباد ایسے ہوئے ہیں جو اصل میں غلام تھے۔ غلاموں کے طبقہ نے تمام علوم میں ترقی حاصل کی بلکہ غلاموں کو بعض دفعہ بادشاہت بھی نصیب ہوئی ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کا واقعہ

سلطان محمود غزنویؒ کو مخالفین بہت بدنام کرتے ہیں کہ انہوں نے تلوار سے اسلام پھیلایا مگر تاریخ میں ان کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ اس سے ان کی رحم دلی اور شفقت کا اندازہ ہو جائے گا اور یہ کہ غلاموں کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ تھا۔ ایک بار سلطان محمودؒ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت سے ہندو جنگ میں قید ہوئے جن کو وہ اپنے ساتھ غزنی لے گئے۔ ان میں ایک غلام بہت ہونہار و ہوشیار تھا اس کو آزاد کر کے سلطان نے ہر قسم کے علوم و فنون کی تعلیم دی جب وہ تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کو حکومت کے عہدے دیئے گئے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کو ایک صوبہ کا مالک بنا دیا۔ صوبہ کی حیثیت اس وقت وہ تھی جو آج کل کسی بڑے والی ریاست کی حیثیت ہوتی ہے۔ جس وقت سلطان نے اس کو تخت پر بٹھلایا اور تاج سر پر رکھا تو وہ غلام رونے لگا۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ وقت خوشی کا ہے یا غم کا۔ اس نے عرض کیا جہاں پناہ اس وقت مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آیا پھر اپنی یہ قدر و منزلت دیکھ کر رونا آ گیا۔ حضور جس وقت میں ہندوستان میں بچہ تھا تو آپ کے حملہ کی خبر سن کر ہندو کانپتے تھے اور ان کی عورتیں اپنے بچوں کو آپ کا نام لے کر ایسا ڈرایا کرتی تھیں جیسے ہوا سے ڈرایا کرتی ہیں میری ماں بھی مجھے اسی طرح آپ کے نام سے ڈرایا کرتی تھی۔ تو میں سمجھتا تھا کہ نہ معلوم محمود کیسا جابر و ظالم ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ نے خود ہمارے ملک پر حملہ کیا اور اس فوج سے آپ کا مقابلہ ہوا جس میں یہ غلام موجود تھا۔ اس وقت میں آپ کے نام سے بھی ڈرتا تھا۔ پھر میں آپ کے ہاتھوں قید ہوا تو میری جان ہی نکل گئی کہ بس اب خیر نہیں۔ مگر حضور نے دشمنوں کی روایات کے خلاف میرے ساتھ ایسا برتاؤ فرمایا کہ آج میرے سر پر تاج سلطنت رکھا جا رہا ہے۔ تو اس وقت مجھے یہ خیال کر کے رونا آ گیا کہ کاش آج میری ماں ہوتی تو میں اس سے کہتا کہ دیکھ یہ وہی محمود ہے جس کو تو ہوا بتلایا کرتی تھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ

پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی۔یہی لوگ

اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ؕ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ؑ

داہنے ہاتھ والے ہیں۔اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں۔اُن پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کردیا جائے گا۔

ثُمَّ پھر	كَانَ ہو	مِنَ سے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	وَتَوَاصَوْا اور باہم نصیحت کی	بِالصَّبْرِ صبر کی	وَتَوَاصَوْا اور باہم نصیحت کی
بِالْمَرْحَمَةِ رحم کھانے کی	اُولٰٓئِكَ وہ یہی لوگ	اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ برکت والے (خوش نصیب)	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے انکار کیا			
بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات	هُمْ وہ	اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ نحوست والے (بدبخت)	عَلَيْهِمْ ان پر	نَارٌ آگ	مُّؤْصَدَةٌ موندی کی ہوئی	

قبولیت اعمال کی شرط

یہ سورۃ بلد کی آخری آیات ہیں گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان احسانات وانعامات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔اور پھر خیر وشر دونوں کی راہیں بتلا دیں اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی جن کا ذکر پہلے ہوا سب سے بڑی شرط ایمان ہے یہ سارے نیک کام اسی وقت نیکی شمار ہوسکتے ہیں جب انسان پہلے توحید کا اقرار کرے اور اللہ کے سارے رسولوں کو سچا جان کران پر بھی ایمان لائے۔گویا اس توحید اور رسالت کا اقرار کئے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہر نیکی کے لئے ایمان شرط ہے ایمان کے بغیر کوئی نیکی مقبول نہیں ۔ جہاں ایمان کی بنیاد نہ ہوگی وہاں نیکی اور تقویٰ کی عمارت بن ہی نہیں سکتی پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایمان لاکر ایمان ہی پر بس کر کے نہ بیٹھ رہے بلکہ ہر ایک قسم کی نیکی خود بھی کرے اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتا رہے۔

آگے ارشاد ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور وہ ایک دوسرے کو باہم مہربانی' نرمی' رحم دلی اور حسن سلوک کی بھی نصیحت و تاکید کرتے رہے۔یتیموں پر شفقت چھوٹوں پر مہربانی' بے کسوں بیواؤں بے زبانوں کی چارہ سازی قوم اور ملک کے ساتھ بھلائی بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ بیماروں کی دوا کرنا۔ننگوں کو کپڑا پہنانا بھولوں کو راستہ بتلانا۔درماندوں کے کاموں میں مدد کرنا۔یہ سب صورتیں وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ میں شامل ہیں۔تو دراصل ایمان کے بعد تمام نیکیوں کی اصل دو ہی چیزیں ہیں ایک تعظیم لامر اللہ جو صبر سے متعلق ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔دوسرے شفقت بر خلق اللہ جس کو مرحمت سے تعبیر کیا۔

کامیاب اور ناکام کون؟

آگے بتلایا گیا کہ جو لوگ ان اوصاف حمیدہ سے موصوف ہیں یہی لوگ دراصل بڑے نصیب والے ہیں۔آخرت کی زندگی کی کامیابیاں ان ہی کے لئے ہیں۔یہی اللہ تعالیٰ کی حقیقی نعمتوں کا لطف اٹھائیں گے۔اللھم جعلنا منھم یہاں آیت میں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ فرمایا گیا جس کا ایک ترجمہ تو یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے نصیب والے ہیں دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ یہی لوگ داہنے ہاتھ والے ہیں۔یعنی یہی وہ خوش نصیب ومبارک لوگ ہیں جن کو عرش عظیم کے دائیں جانب جگہ ملے گی اور یہ جگہ اہل سعادت کی ہے اور جن کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔جو اہل جنت میں سے ہونے کی نشانی ہے۔ان اہل کمال کے بعد ازلی بدبختوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی حقیقتوں کا انکار کرتے ہیں۔نہ اللہ اور اس کے رسول اور کتاب پر ایمان لاتے ہیں نہ ان کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلتے ہیں تو یہ لوگ بڑے ہی بدقسمت ہیں۔منحوس اور شامت زدہ ہیں جن کا

اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جو جہنمی ہونے کی نشانی ہے اور جو عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے جو مجرموں کے کھڑا ہونے کی جگہ ہوگی۔ انہیں اپنے کفر اور غلط روش کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جہنم میں ڈال کر اس کے سب دروازے نکلنے کے بند کر دیئے جائیں گے۔

اللھم لاتجعلنا منھم۔

خلاصہ

اس سورت کا موضوع انسان کی سعادت اور شقاوت ہے' سورت کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے یعنی اس کی زندگی محنت و مشقت اور جفاکشی سے عبارت ہے' کبھی فقر و فاقہ' کبھی بیماری اور دکھ' کبھی حوادث اور آلام پھر بڑھاپا اور موت' قبر کی تاریکی اور منکر نکیر کے سوالات' قیامت اور اس کی ہولناکیاں غرضیکہ ابتداء سے انتہا تک مشقت ہی مشقت۔

اس کے بعد ان کفار کا تذکرہ ہے جنہیں اپنی قوت پر بڑا گھمنڈ تھا وہ فخر و ریا کی نیت سے اموال خرچ کرتے تھے' ایسے لوگوں کو آنکھوں' ہونٹوں' زبان اور ہدایت جیسی نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں۔ پھر قیامت کے شدائد و مصائب کا تذکرہ ہے جن سے ایمان اور عمل صالح کے علاوہ کوئی چیز چھٹکارا نہیں دے سکتی' سورت کے اختتام پر انسانوں کو ''اونچی گھاٹی'' پر چڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اونچی گھاٹی سے مراد وہ اعمال ہیں جو نفس پر شاق گزرتے ہیں یعنی انسانوں کی گردنیں چھڑانا غلامی سے' قید و بند سے اور جہنم کی آگ سے یونہی یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا' اس کے ساتھ چند اور صفات کا ہونا بھی ضروری ہے یعنی ایمان باللہ' ایک دوسرے کو صبر کی اور آپس میں رحم کرنے کی وصیت۔

سورۃ البلد کے خواص

۱......بچہ جب پیدا ہو تو فوراً اس پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کرنے سے وہ بچہ ہر قسم کی مضرّت رساں مخلوقات سے محفوظ ہو جائے گا۔

۲......وہ لوگ جو مالی مشکلات کا شکار ہوں اور اپنی گزران میں تنگ ہوں تو ان کے لیے یہ سورۃ کسی خزانہ سے کم نہیں ہے، صبح کی نماز سے پہلے اور بعد میں اس کی تلاوت کو اپنا معمول بنالیں، ان شاء اللہ کبھی ان کی جیب پیسوں سے خالی نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا اور ہم کو ان گنت انعامات و احسانات سے نوازا۔ یا اللہ ہمیں اپنے شکر گزار اور احسان مند بندوں میں شامل فرمالیجئے اور ہم کو دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمہ کا مصداق بنادیجئے۔

یَااللہ میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کر دی' اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا' رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔

یَااللہ تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا' میرا کیا حال ہوگا۔ الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے۔ اور دن کی جبکہ وہ اس کو خوب روشن کردے۔ اور رات کی جب وہ اس کو چھپالے۔ اور آسمان

وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝

کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا۔ اور جان کی اور اسکی جس نے اسکو درست بنایا۔ پھر سمجھ دی اسکو بدی کی اور پرہیزگاری کی

وَالشَّمْسِ سورج کی قسم	وَضُحٰهَا اور اس کی روشنی	وَالْقَمَرِ اور چاند کی	اِذَا جب	تَلٰهَا اسکے پیچھے نکلے	وَالنَّهَارِ اور دن کی	اِذَا جب	جَلّٰهَا وہ روشن کردے
وَالَّيْلِ اور رات کی	اِذَا جب	يَغْشٰهَا اسے ڈھانپ دے	وَالسَّمَآءِ اور آسمان کی	وَمَا اور جس	بَنٰهَا اسے بنایا	وَالْاَرْضِ اور زمین کی	وَمَا اور جس
طَحٰهَا اسے پھیلایا	وَنَفْسٍ اور نفس کی	وَمَا اور جس	سَوّٰهَا اسے درست کیا	فَاَلْهَمَهَا اسکے دل میں ڈالی	فُجُوْرَهَا اسکا گناہ	وَتَقْوٰهَا اور اسکی پرہیزگاری	

سورۃ کی وجہ تسمیہ، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا سے فرمائی گئی ہے یعنی قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ چونکہ اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ والشمس یعنی آفتاب یا سورج سے ہوئی ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام ہی الشمس قرار پایا۔ یہ مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ یہ ایمان واسلام کے ابتدائی دور کی ایک سورۃ ہے جب کہ قریش اور اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا انکار کر رہے تھے۔ اللہ کے رسول کی باتوں کو جھٹلاتے تھے اور جن حقیقتوں کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے وہ انہیں سچا نہ جانتے تھے۔ اس سورۃ میں اہل مکہ کو متنبہ کیا جا رہا ہے اور گزشتہ واقعات میں سے قوم ثمود کے ایک مشہور واقعہ کی طرف جو اہل عرب میں مشہور تھا متوجہ کیا گیا کہ دیکھو اللہ کے رسول کی تکذیب اور اس سے سرکشی اور حق کے مقابلہ میں ڈھٹائی اختیار کرنے کی سزا اس سے پہلے قوم ثمود کو مل چکی ہے۔ اس سے تمہیں سبق لینا چاہئے اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تو پھر اس جیسا انجام تمہارا بھی ہوگا۔ یہی ہے خلاصہ مفہوم اس سورۃ کا اور اگرچہ یہ سورۃ مختصر ہے لیکن توحید اور آخرت کی پوری دعوت اور اس کو نہ ماننے کے نتائج پوری طرح اس میں سمیٹ دیئے گئے ہیں۔

سورج اور اس کی روشنی کی قسم

اس سورۃ کی ابتدا بھی قسموں سے ہوئی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متعدد اشیاء کی قسم کھائی ہے۔

پہلی قسم ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ اب یہاں ہر قسم میں جن امور کی طرف اشارہ ہے اس کو مفسرین نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آفتاب اور اس کی روشنی وحرارت دنیوی حیاۃ کے لئے ضروری ہے۔ سورج اور اس کی روشنی وگرمی کے بغیر نہ دنیا میں انسان وحیوان زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ نباتات نشوونما پا سکتے ہیں تو جس طرح دنیوی حیاۃ میں شمس یعنی آفتاب کے بغیر چارہ نہیں اسی طرح آفتاب نبوت کے بغیر ہدایت کی راہ نہیں ملتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت اور آپ کی روحانی روشنی وگرمی کے بغیر طالبان آخرت کے لئے چارہ نہیں۔

چاند کے طلوع ہونے کی قسم

دوسری قسم ہے وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (اور قسم ہے چاند کی) جب وہ سورج کے غروب ہونے کے بعد طلوع ہو۔ انسانی زندگی کے لئے چاند میں بھی متعدد فوائد رکھے گئے ہیں۔ اس کی ٹھنڈی اور خوشگوار

روشنی سے پھلوں اور پھولوں میں رنگ خوشبو اور رس پڑتا ہے۔ سمندر میں مدو جزر پیدا ہوتا ہے۔ اور رات کی تاریکی میں چاند آفتاب کا نائب ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے بعد نائبان اور جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہیں جو بمنزلۂ چاند کے ہیں اور جس طرح چاند کی روشنی نور آفتاب کا پرتو ہوتا ہے۔ اسی طرح نائبان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی بھی آپ ہی کا پرتو ہے۔

روشن دن کی قسم

تیسری قسم ہے وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا قسم ہے دن کی جب وہ آفتاب کو خوب روشن کر دے۔ دن میں لوگ کام کاج کرتے ہیں کیونکہ رات کی تاریکی جاتی رہتی ہے۔ اور اپنے لئے فائدہ حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اچھے برے میں تمیز کرتے ہیں۔ اسی طرح دین محمدی کی معرفت اور روشنی میں حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز ہو سکتا ہے۔

تاریک رات کی قسم

چوتھی قسم ہے۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو چھپا لے یعنی اس قدر تاریک ہو جائے کہ آفتاب کی روشنی کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔ رات کو لوگ آرام کرتے ہیں اور دن کے مشاغل اور دنیاوی کاروبار چھوڑ کر راحت لیتے ہیں۔ اگر نفس انسانی کو یہ رات کا آرام نہ ملے تو انوار دائمیہ اس کو ست اور معطل کر دیں اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بڑے عابد زاہد صحابی سے فرمایا تھا کہ رات کو سوؤ بھی اور تہجد کی نماز بھی پڑھو اور یہ بھی فرمایا تھا کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اس کو بھی راحت دو پھر اس سے کام لو۔

آسمان اور اسکے بنانیوالے کی قسم

پانچویں قسم ہے۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا یعنی اس بنانے والے پر قربان جایئے جس کے حکم سے یہ رفیع الشان عمارت بنی۔ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے۔ اور زمین کی نباتات کو ایک نئی زندگی بخشتی ہے ایسے ہی شریعت محمدی جو آسمان کی طرح انسان کے جمیع افعال و احوال عقائد و اعمال کو محیط ہے انسان کو کفر کی مردہ زندگی سے نکال کر حیات جاودانی کی راہ دکھاتی ہے۔

زمین اور اسکے بچھانے والے کی قسم

چھٹی قسم ہے وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا یعنی کیا کہنے اس ذات والا صفات کے جس نے عجیب پر حکمت زمین بنائی۔ جیسے زمین میں تخم ریزی کی جاتی ہے پھر جس قدر اس میں قابلیت ہوتی ہے اس قدر نباتات کی نشوونما ہوتی ہے۔ اسی طرح نفس انسانی کی استعداد کے موافق اس میں تخم معرفت نشوونما پاتا ہے۔

انسان اور اس کے خالق کی قسم

ساتویں قسم ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا یعنی جس نے ہر طرح اس کی صورت و شکل اور اعضاء و جوارح درست طور پر بنائے اور انسان کو بہترین شکل و صورت عطا کی۔ اگر انسان کے قوائد ظاہریہ و باطنیہ پر غور کیا جائے تو اس کی آراستگی حیرت انگیز ہے۔ اس نحیف سے خاکی پتلے میں کیا کچھ قوتیں قدرت نے ودیعت فرمائی ہیں پہلی چھ قسمیں جن چیزوں کی کھائی گئی ہیں اس نفس انسانی ہی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ انسان کو حواس ظاہری و باطنی دیئے اور اس کے ظاہری اعضاء کو درست کیا بلکہ اس کی روحانی درستی اور اصلاح کے لئے اس کو نیکی بدی اور بھلائی برائی کی پہچان بھی عطا کر دی گئی۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا نفوس حیوانیہ کی طرح یہ انسان نامکمل نہیں رکھا گیا کہ اپنی شقاوت و سعادت اخرویہ کو نہ جانتا ہو اور صرف کھانے پینے اور سونے اور شہوات کو پورا کرنے کا طریقہ جانتا ہو۔ انسان کو اول تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے ذریعہ بھلائی برائی میں فرق کرنے کی قدرت نے سمجھ دی پھر تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبانی خوب کھول کھول بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ راستہ نیکی و پرہیزگاری کا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

یقیناوہ مراد کو پہنچا جس نے اس جان کو پاک کرلیا۔اور نامراد ہا جس نے اُس کو دبا دیا۔

قَدْ اَفْلَحَ کامیاب ہوا	مَنْ جو	زَكّٰىهَا اس کو پاک کیا	وَ اور	قَدْ خَابَ تحقیق نامراد ہوا	مَنْ جو۔جس	دَسّٰىهَا اسے خاک میں ملایا

نفس کو سنوارنے والا کامیاب اور نہ سنوارنیوالا ناکام ہے

گذشتہ ابتدائی آیات میں چند مہتم بالشان چیزوں کی قسم کھا کر جواب قسم میں جو ارشاد فرمایا گیا وہ یہی دو آیات ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا

بلاشبہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اس نفس کو سنوارا اور بیشک وہ نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملایا۔ان دو آیتوں میں قرآنی دعوت کا خلاصہ انتہائی مختصر الفاظ میں سمیٹ دیا گیا ہے۔اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ نفس کے سنوارنے کا کیا مطلب ہے جس کے نتیجہ میں فلاح یعنی کامیابی میسر آسکتی ہے اور قرآن پاک کی زبان میں فلاح یا کامیابی کا کیا مطلب ہے؟ اسی طرح نفس کو خاک میں ملا دینے اور اس کے نتیجہ میں نامراد رہنے سے کیا مراد ہے؟

وہ کونسی کامیابی ہے جو تزکیہ نفس پر میسر آتی ہے اور وہ کون سی نامرادی ہے اور ناکامی ہے جو نفس کو نہ سنوارنے پر پیش آنی لازمی ہے؟۔ان سوالات کے جواب میں پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ جو انسان میں خلقۃً رکھی گئی ہیں ان کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعت الٰہیہ کا تابعدار بنائے تاکہ روح وقلب دونوں تجلی الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔اور نفس کو خاک میں ملا چھوڑنے سے یہ مراد ہے کہ نفس کی باگ ڈور یکسر شہوت اور غضب کے ہاتھ میں دیدے عقل اور شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔گویا خواہش اور ہوا کا بندہ بن جائے۔پہلی صورت میں نفس کو سنوارنے پر وعدہ اور بشارت ہے فلاح اور کامیابی کی اور دوسری صورت یعنی نفس سے غفلت برتنے اور اس کو نہ سنوارنے پر انسان کے لئے ناکامی و نامرادی بتلائی گئی۔

کامیابی کسے کہتے ہیں

اب یہ جاننا چاہئے کہ قرآن پاک کی زبان میں فلاح یا کامیابی کا مطلب کیا ہے؟ بعض کم فہم تو کامیابی کا مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ انسان کو ایک لمبی عمر تک دنیا میں رہنا نصیب ہو۔اس کی صحت اچھی رہے قوت بحال رہے۔دنیوی اعتبار سے وہ خوب خوشحال ہو۔مال بھی ہو اولاد بھی ہو۔ہر طرح کا چین و آرام نصیب ہو لوگوں میں عزت کا مقام بھی حاصل ہو۔غرض ہر اعتبار سے وہ شخص پھول پھل رہا ہو۔کم فہم ایسے ہی شخص کو سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا کامیاب ہے لیکن قرآن کریم میں ''کامیابی'' کا جو مفہوم جگہ جگہ پیش کیا گیا ہے اس کے اعتبار سے ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔قرآن میں فلاح کا لفظ صرف دنیوی کامیابی کے محدود معنیٰ میں نہیں آیا ہے بلکہ اس سے مراد وہ ہمیشہ رہنے والی کامیابی ہے جس کے بعد کبھی کسی ناکامی یا خسارہ کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔دنیا میں چاہے کسی کو مال دولت ملا ہو یا نہ ملا ہو۔دنیا میں اس کی حالت جیسی رہی ہو انتہا یہ ہے کہ چاہے اس نے اس زندگی میں کبھی چین وسکھ نہ پایا ہو لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ قرآن کے بتائے ہوئے کامیابی کے مفہوم کے اعتبار سے انتہائی کامیاب شخص ہو اور اس کے برخلاف ایک ایسا شخص جس نے یہاں دنیا میں ہر طرح چین ہی چین دیکھا ہو اور دنیوی اعتبار سے لوگ اسے کتنا ہی کامیاب کیوں نہ جانتے ہوں لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ انتہائی ناکام اور نامراد شخص ہوسکتا ہے۔

کامیاب ہونے والوں کی خصوصیات

اس سلسلہ میں مناسب ہو گا کہ فلاح پانے والوں کی کچھ خصوصیات اور علامات جو قرآن پاک نے جگہ جگہ بیان کی ہیں سامنے رکھی جائیں تاکہ انہیں دیکھ کر ہر شخص یہ کوشش کرسکتا ہے کہ اگر

وہ بھی اس گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے جن کے نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور جو ناکامی اور نامرادی سے بچا ہوا ہو تو اسے اپنے اندر کیا صفات اور کس قسم کی خوبیاں پیدا کرنی ہوں گی۔ اس سلسلہ میں مختلف سورتوں کی چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(۱) چوتھے پارہ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۰۴ میں ارشاد ہے:۔

''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔''

(۲) پھر اسی چوتھے پارہ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۳۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو! یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ فلاح پاؤ گے''۔

(۳) پھر اسی چوتھے پارہ سورۂ آل عمران کی آخری آیت ۲۰۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو خود صبر کرو۔ اور مقابلہ میں صبر کرتے رہو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

(۴) چھٹے پارہ سورۂ مائدہ میں آیت ۳۵ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد و جدو جہد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''

(۵) ساتویں پارہ سورۂ مائدہ آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہے:۔

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے گو تجھے ناپاک کی کثرت حیرت میں ڈالتی ہو۔ سو اے عقل والو اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

(۶) اسی ساتویں پارہ سورۂ مائدہ آیت ۹۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو! شراب اور جوا بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی''۔

(۷) نویں پارہ سورۂ اعراف آیت ۱۵۷ میں ارشاد ہے:۔

''لہذا جو لوگ ان پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور دین قائم کرنے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے ان کی حمایت و نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل کی گئی ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(۸) دسویں پارہ سورۂ انفال آیت ۴۵ میں ارشاد ہے: ''اے ایمان والو جب (حق و باطل کی کشمکش کے میدان میں) کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

(۹) دسویں پارہ سورۂ توبہ آیت ۸۸-۸۹ میں ارشاد ہے:۔

''البتہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ ان کی ہمراہی میں ایمان لا چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا اور انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں۔ اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں یعنی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

(۱۰) سترہویں پارہ سورۃ الحج آیت ۷۷ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور بھلائی کے کام کرتے رہو۔ امید ہے کہ اس طرح تم فلاح پاؤ گے''۔

(۱۱) اٹھارویں پارہ سورہ مومنون آیت ۱۱ میں ارشاد ہے:۔

''یقیناً فلاح پائی ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ جو لغو بات سے دور رہتے ہیں جو زکوٰۃ کے طریقہ پر عامل ہوتے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور اپنی باندیوں کے کہ ان پر وہ قابل ملامت نہیں البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہ زیادتی کرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

(۱۲) اٹھارویں پارہ سورۂ نور آیات ۵۱-۵۲ میں ارشاد ہے:۔

''ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ رسول ان کے مقدمہ کا فیصلہ کریں تو وہ کہیں

کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں''۔

(۱۳) بائیسویں پارہ سورۂ احزاب آیت ۷۱ میں ارشاد ہے:۔
''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا''۔

(۱۴) ۲۸ ویں پارہ سورۃ الجمعہ آیت ۱۰ میں ارشاد ہے:۔
''پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

(۱۵) ۲۸ ویں پارہ سورۂ تغابن آیت ۱۶ میں ارشاد ہے:۔
''سو اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے اور سنتے رہو اور اطاعت کرتے رہو اور اپنے حق میں بھلائی کیلئے خرچ کرتے ہو اور جو کوئی محفوظ رہا حرص نفسانی سے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو دائمی اور سچی کامیابی کی راہ پر چلنا نصیب فرمائیں اور ناکامی و نامرادی کی راہ سے بچنا مقدر فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو عزم و ہمت نصیب فرمایئے کہ ہم دنیا میں اپنے نفس کا تزکیہ کرلیں۔ اور ان صفات کو اپنا لیں کہ جو آخرت کی کامیابی دلانے والی ہیں۔

یا اللہ اپنے کامیاب بندوں میں ہم کو بھی شامل فرمالیجئے اور جس فلاح و کامیابی کی قرآن کریم نے نشاندہی فرمائی ہے اسی کامیابی کو ہمارے لئے مقدر فرمایئے۔ آمین۔

یَا اِلٰہِیْ میں نے کتنی بار توبہ کی قسمیں کھائیں، واسطے دیئے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا لیکن جب شیطان نے اس گناہ کی طرف دعوت دی، مجھے میرے نفس نے اس کو مزین کر کے سامنے کیا تو میں نے بے دھڑک اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ افسوس مجھے لوگوں سے تو حیا آئی لیکن آپ سے کبھی حیا نہ کی کہ آپ ہر وقت دیکھنے اور خبر رکھنے والے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ سے کہاں چھپ سکتا ہوں نہ کوئی مکان نہ اندھیرا نہ کوئی حیلہ و تدبیر آپ سے اوجھل کر سکتا ہے۔ افسوس میری اس جرأت پر کہ جس کام کو آپ نے منع کیا تھا میں نے جان کے بھی مخالفت کی پھر بھی آپ نے پردہ فاش نہ کیا بلکہ اپنے بندوں میں اس طرح شامل رکھا کہ گویا میں بھی آپ کا فرمانبردار بندہ ہوں۔ ان گناہوں سے شرمندہ ہوں کہ ان کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ چاہتے گناہ کرنے کے بعد کوئی نشان چہرے پر لگا دیتے لیکن اے اللہ! تو نے نیکوں کا سا چہرہ بنائے رکھا، لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہا۔ لوگ مجھے اپنے نزدیک اچھا ہی سمجھتے رہے ورنہ میں تو جیسا تھا آپ کے علم میں ہے، یہ محض آپ ہی کا فضل و کرم تھا۔ الٰہی! ایسے سب گناہ میرے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾

قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی۔ جب کہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بدبخت تھا اٹھ کھڑا ہوا تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی سے اور اسکے پانی پینے سے خبردار رہنا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اُس اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو اُن کے پروردگار نے اُن کے گناہ کے سبب اُن پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	ثَمُوْدُ ثمود	بِطَغْوٰىهَآ اپنی سرکشی	اِذِ جب	انْۢبَعَثَ اُٹھ کھڑا ہوا	اَشْقٰىهَا اس کا بدبخت	فَقَالَ تو کہا	لَهُمْ ان سے	رَسُوْلُ رسول
اللّٰهِ اللہ	نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ کی اونٹنی	وَسُقْيٰهَا اور اسکی پانی کی باری	فَكَذَّبُوْهُ پھر اس کو جھٹلایا	فَعَقَرُوْهَا پھر اسکی کونچیں کاٹ ڈالیں	فَدَمْدَمَ پھر ہلاکت ڈالی			
عَلَيْهِمْ اُن پر	رَبُّهُمْ انکا رب	بِذَنْۢبِهِمْ انکے گناہ کے سبب	فَسَوّٰىهَا پھر انہیں برابر کردیا	وَلَا يَخَافُ اور وہ نہیں ڈرتا	عُقْبٰهَا اُن کا انجام			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں جو یہ فرمایا گیا تھا کہ جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی اور اسے پاک صاف بنالیا وہ یقیناً مراد کو پہنچا کہ زندگی کے اصل مقصد کے حصول میں کامیاب ہوگیا لیکن جس نے اپنے نفس کی اصلاح نہ کی اور جوہر انسانی کو خاک میں ملا دیا وہ یقیناً نامراد و ناکام ہوا۔ اب اس کے ثبوت میں عبرت دلانے کیلئے قوم ثمود کے مشہور تاریخی واقعہ کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔

قوم ثمود کے تذکرہ کی حکمت

عرب کے لوگ خوب جانتے تھے کہ قوم ثمود نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا۔ اور جب بدبخت قوم کی سرکشی اس حد تک بڑھ گئی کہ انہوں نے اس اونٹنی ہی کو مار ڈالا جسے اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے طلب کردہ نشانی کے موافق بطور معجزہ پتھر کی چٹان سے پیدا کیا تھا تو پھر ان کی مہلت ختم ہوگئی اور اللہ کے غضب نے انہیں آ دبوچا اور پوری قوم ثمود کے سرکش و نافرمان ہلاک کر ڈالے گئے۔ پھر قوم ثمود کا یہ واقعہ مکہ کے کفار قریش کے حال سے بہت کچھ ملتا جلتا تھا۔ مثلاً جس طرح قوم ثمود نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا تھا اسی طرح کفار مکہ بھی اللہ کے آخری برگزیدہ رسول کو جھٹلا رہے تھے۔ جس طرح ثمود نے اپنے نبی کے قتل کی سازش کی تھی اسی طرح کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی۔ اس طرح اگرچہ ان آیات میں ایک پچھلے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن سننے والے یعنی مخاطبین اول اہل مکہ محسوس کر سکتے تھے کہ بات دراصل ان کی اپنی ہے مقصود اہل مکہ کو یہ بتلانا ہے کہ جن غلطیوں کی وجہ سے قوم ثمود پر عذاب آیا اس جیسی غلطیوں کی وجہ سے کفار قریش مکہ کی پکڑ نہ ہو جائے۔

بدبخت قوم کا ظلم اور ہلاکت

یہاں اس سورۃ میں قوم ثمود کے واقعہ کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور یہ کام انہوں نے اپنی طاقت وقوت اور زور و غلبہ کے گھمنڈ میں کیا تھا یہاں تک کہ اس قوم ثمود میں سے ایک بڑا بدبخت اس اونٹنی کو جو بطور معجزہ کے پیدا ہوئی تھی قتل کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہوئے۔ جب صالح علیہ السلام کو قوم کا یہ بدارادہ معلوم ہوا تو آپ نے قوم کو بتاکید فرمادیا کہ خبردار اللہ کی اونٹنی کو قتل نہ کرنا اور نہ اس کا پانی بند کرنا۔ یہاں آیت میں نَاقَةَ اللّٰهِ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا گیا اور یہ اس لئے کہ یہ اونٹنی خدا کی طرف سے بطور معجزہ پیدا ہوئی تھی۔ یہ اضافت تشریفی ہے یعنی عزت دینے کے لئے جیسے خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا گھر ورنہ خدائے پاک کا کوئی خاص گھر نہیں کہ جس میں وہ رہتا ہو۔ یوں تو دنیا بھر کی اونٹنیاں بلکہ کل چیزیں اللہ ہی کی ہیں مگر اس اونٹنی میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک نشانی تھی اس کی قدرت کاملہ کی اور ایک خاص طرز سے پیدا ہوئی تھی بطور معجزہ کے اس لئے اس کو نَاقَةَ اللّٰهِ (یعنی اللہ کی اونٹنی) فرمایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بتاکید قوم سے فرمادیا تھا کہ اس اونٹنی کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤ گے۔ لیکن

بدبخت قوم نے اس بات کو جھوٹ سمجھا اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل بد کی وجہ سے سب کو غارت کر کے زمین کے ساتھ برابر کر دیا یعنی خاک میں ملا دیا۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اخیر میں فرمایا گیا وَلَا یَخَافُ عُقْبٰھَا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا یعنی جیسے بادشاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزا دہی کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے۔ یا انتظام ملکی میں خلل نہ پڑے۔ یا ملک میں عام بغاوت نہ ہو جائے کہ جس سے بادشاہ کی بدنامی ہو یا ذرائع آمدنی میں کمی آ جائے یا اس طرح کا کوئی اور اندیشہ ہو اور اسی لئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حکومتیں اپنی منشاء کے خلاف کتنی ہی ایسی باتیں برداشت کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ جنہیں لوگ کثرت سے اختیار کر لیتے ہیں۔ بہت بڑی تعداد کو سزا دینا مصلحت کے خلاف سمجھا جاتا ہے لیکن خدا کی ذات ان تمام کمزوریوں سے کہیں بالاتر ہے۔ نہ اس کے مقابلہ میں کسی بغاوت کا امکان ہے نہ اس کی حکومت انسانوں کی اطاعت اور سہارے کے بل پر قائم ہے۔ اس کی طرف سے اگر باغیوں کو ڈھیل بھی دی جاتی ہے تو وہ کسی خاص حکمت و مصلحت کے تحت دی جاتی ہے۔ کسی مجبوری اور بے بسی کی وجہ سے نہیں۔ الغرض آیت **ولا یخاف عقبھا** جس پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی قدرت و حکمت کو ظاہر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا نہایت بلند و صحیح تصور پیش کرتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی دعوت سے انکار کے برے انجام سے ڈرانے کے لئے یہ سورہ باوجود مختصر ہونے کے انتہائی موثر ہے۔ اس میں وہ اصولی بات بتلائی گئی جو قرآنی دعوت کی جان ہے یعنی انسان کی اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو شرک و کفر اور اخلاقی گندگیوں سے پاک کرے جس نے اس میدان میں کامیابی حاصل کر لی وہی کامیاب و بامراد ہو گیا اور جو اس معاملہ میں ناکام رہا۔ اور اپنے نفس کو گندگیوں سے آلودہ کر لیا وہ انجام میں تباہ و نامراد رہا۔

خلاصہ

اس سورت کا اصل مقصود نیکیوں کی ترغیب اور معاصی سے بچاؤ اور تحذیر ہے۔ اس سورت کی ابتداء میں تکوینی مخلوقات میں سے سات ایسی چیزوں کی قسم کھائی ہے جو سب کی سب اللہ کی قدرت اور وحدانیت کے آثار ہیں یعنی سورج چاند دن رات' آسمان' زمین اور نفس انسانی' ان چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اگر انسان اپنے رب سے ڈرے اور اپنے نفس کا تزکیہ کر لے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر اس کی تربیت سے غفلت اختیار کرے اور اس کو گندگی میں پڑا رہنے دے تو ناکام ہو جاتا ہے۔

اللہ نے انسان کے اندر نیکی اور بدی دونوں کی صلاحیت رکھی ہے' اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ کونسی صلاحیت کو بروئے کار لاتا ہے' اس تفصیل کے بعد یہ سورت ہمارے سامنے مثال اور نمونہ کے طور پر قوم ثمود کا قصہ بیان کرتی ہے جس نے اپنے نفس کا تزکیہ نہ کیا بلکہ اسے معاصی کا عادی بنا دیا جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کے مستحق ہو گئے۔

سورۃ الشمس کے خواص

۱- جو آدمی کثرت کے ساتھ اس سورۃ کی قراءت کرے تو وہ ہر جگہ اور ہر میدان میں کامیاب و کامران ہوگا۔

۲- جو آدمی سورۃ الشمس سے دم کیا ہوا یا سورۃ الشمس لکھ کر اسے پانی سے دھو کر وہ پانی پیئے اگر اس پر گھبراہٹ اور خوف ہو تو وہ جاتا رہے گا۔

۳..... اگر دشمن کا گھر ویران کرنا مقصود ہو تو ایک ایسی ٹھیکری پر سورۃ الشمس لکھے جسے غیر شادی شدہ آدمی نے بنایا ہو، پھر اس ٹھیکری کو کوٹ لے اور دشمن کے مکان میں بکھیر دے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے نفوس کا بھی تزکیہ فرما دیں اور نفس کی گندگیوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرمائیں اور نفس کی شرارتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

41

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِحْدٰى وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے۔اور دن کی جب کہ وہ روشن ہوجاوے اور اُس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝

کہ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔

وَالَّيْلِ رات کی قسم	اِذَا جب	يَغْشٰى وہ ڈھانک لے	وَالنَّهَارِ اور دن کی	اِذَا تَجَلّٰى جب وہ روشن ہو	وَمَا خَلَقَ اور جو اس نے پیدا کیا		
	الذَّكَرَ نر	وَالْاُنْثٰى اور مادہ	اِنَّ بیشک	سَعْيَكُمْ تمہاری کوشش	لَشَتّٰى مختلف		

وجہ تسمیہ' زمانۂ نزول

اس سورۃ کی ابتداہی لفظ وَالَّيْلِ سے ہوئی ہے لیل کے معنی رات کے ہیں۔اس لئے علامت کے طور پر اس کوسورۃ الیل کہا جاتا ہے یہ بھی مکی سورۃ ہےاوراس کا نزول مکہ میں دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں ہوا ہے۔

شان نزول دومختلف کردار

اس سورۃ کا مضمون اگر چہ عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ اس سورۃ کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور کفار مکہ میں امیہ بن خلف کے متعلق ہوا۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ سبب نزول اس سورۃ کا یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں دوشخص رئیسوں میں بڑے مالدار تھے۔ایک حضرت ابوبکرصدیق اور دوسرا امیہ بن خلف اوران دونوں کا معاملہ مال صرف کرنے میں مختلف تھا۔امیہ مال بہت رکھتا تھا اور متعدد غلاموں کو تربیت کر کے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا تھا۔کوئی کھیتی کا نگران تھا۔کوئی میووں کے باغ کا۔کوئی قیمتی کپڑوں کی تجارت پر تعینات تھا۔کوئی مواشی اور جانوروں پر مقرر تھا تاکہ دودھ دہی اورنسل کی خبرداری کرے۔اس تدبیر سے بہت مال جمع کیا تھا مگر باوجود ثروت و مالداری کے ایک کوڑی غریب وفقیر کونہیں دیتا تھا اور اگر کبھی کوئی غلام کسی محتاج کو کچھ دے دیتا تو اس پر خفا ہوتا اور اگر کوئی اس کم بخت کو بطور نصیحت کچھ سمجھاتا تھا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ کی راہ پر محتاجوں اور مسکینوں کو کس واسطے نہیں دیتا اور آخرت کا ذخیرہ کیوں نہیں کرتا تو وہ بدبخت اس کے جواب میں کہتا کہ اول تو آخرت ہے کہاں اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو اس قدر مال دولت اسباب اور اولاد میں نے جمع کیا ہے کہ مجھ کو کچھ احتیاج جنت کی نعمتوں کی نہیں ہے۔جن کی طمع اور لالچ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیروں اور محتاجوں کو دیتے ہیں اور اس سبب سے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ کرتے ہیں۔مجھ کو کچھ پروانہیں۔ اس کے غلاموں میں ایک حضرت بلالؓ بھی تھے جو پوشیدہ طور پر اسلام لے آئے تھے۔جب اس کو آپ کے اسلام لانے کی خبر پہنچی تو اس ملعون نے کہا کہ اس دین کو چھوڑ دے نہیں تو میں بری طرح سے پیش آوں گا۔اور مارتے مارتے مار ہی ڈالوں گا۔حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں تو اس دین سے اب پھر نہیں سکتا تیرا جو جی چاہے سو کر۔اس شقی ازلی نے اپنے دوسرے غلاموں کو حکم دیا کہ دن چڑھتے ان کے بدن میں ببول کے کانٹے چبھویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہوتب دھوپ میں ان کو چت لٹا کر سر سے پیر تک ان پر گرم پتھر رکھ دیا کرو

تا کہ ہل نہ سکیں اور ان کے گرد آگ جلا دیا کرو اور جب شام ہو تو ہاتھ پیر باندھ کے اندھیرے مکان میں قید رکھو اور باری باری سے رات بھر کوڑے مارا کرو اور صبح تک یہ مار موقوف نہ کرو۔ اللہ! اللہ! اسی طرح سے کتنے دنوں تک حضرت بلالؓ اس مصیبت میں گرفتار رہے۔ مگر اس پر بھی پکار پکار کر احد احد کہا کئے۔ یعنی معبود میرا ایک ہی ہے۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ رات کے وقت اس طرف سے گزرے اور اس ملعون امیہ بن خلف کے مکان سے آواز آہ وزاری کی آپ کے کان میں پڑی۔ آپ نے پوچھا کہ اس گھر میں کیا ہوتا ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بلال نامی ایک غلام ہے اس کو مارا جاتا ہے اور یہ آواز اس غلام کے رونے کی ہے۔ اے اللہ اپنے اس شیدائی اسلام اور عاشق رسول کے آنسوؤں اور آہ وبکا کے طفیل میں تو ہم کو بھی اسلام پر استقامت نصیب فرما اور اپنے سچے دین کی نہ مٹنے والی سچی محبت عطا فرما۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو یہ معلوم ہو کر نہایت رنج وقلق ہوا اور صبح کے وقت اس کے گھر پر آپ پھر تشریف لے گئے اور اس مردود ظالم امیہ بن خلف کو نصیحت کرنا شروع کی کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اس واسطے کہ اس نے سچے دین کو قبول کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اور رضامندی کو اختیار کیا ہے تجھ کو چاہیے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اس کے ساتھ احسان کر کہ آخرت میں تیرے کام آوے گا۔ اس ملعون امیہ بن خلف نے کہا کہ آخرت ہے کہاں اور دین کہاں سے معلوم ہوا کہ سچا ہے۔ اور اگر بالفرض آخرت ہوئی بھی تو مجھ کو دنیا میں کس چیز کی کمی ہے کہ آخرت کی نعمتوں پر جو فقط وہم اور خیال ہے فریفتہ ہوں۔ میرے پاس دنیا میں بھی بہشت موجود ہے چنانچہ تم بھی جانتے ہو کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو میرے کارخانہ میں کثرت سے موجود نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پھر اسے سمجھایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان۔ اس بے چارے مسکین پر ظلم کرنے سے باز آ۔ اس بدبخت نے کہا کہ اگر تمہارا دل اس پر ترس کھاتا ہے تو تم بھی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد رکھتے ہو۔ تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجھ سے خرید لو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو اس بات کی آرزو دل میں رکھتے تھے۔ اس سے کہا کہ بہتر ہے جو تو طلب کرے میں دوں گا اور اس کو خریدوں گا۔ اس کافر نے کہا کہ اگر یونہی تمہیں منظور ہے اور تمہیں اس کے خریدنے کا بڑا شوق ہے تو اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپ کے غلاموں میں سب سے بڑی لیاقت اور قابلیت تجارت وغیرہ کی رکھتا تھا اور قریب دو ہزار دینار کے پونجی جمع کی تھی وہ مجھ کو دے دو اور اس غلام یعنی بلال کو مجھ سے لے لو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے میں عذر نہ رکھتے تھے اس بات کو فوراً دل و جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور زیادہ کرنے کے اس کافر کو دیئے اور حضرت بلال کو قید خانہ سے باہر نکال کر اپنے ساتھ لے کر چلے۔ وہ کافر امیہ بن خلف آپ کو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور اپنے مصاحبوں سے کہتا تھا کہ اس شخص نے باوجود اس عقل و دانائی کے اس معاملہ میں کس قدر دھوکہ کھایا ہے اور کتنا اپنا نقصان کیا اور ایسے غلام کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بھی رکھتا تھا ایسے نکمے غلام کے عوض جو کسی کام کا نہیں ہے اور ایک کوڑی بھی پونجی نہیں رکھتا ہے دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو یہ بات سنی تو فرمایا کہ اس غلام کا مرتبہ یعنی حضرت بلال کا اس قدر میرے نزدیک ہے کہ اگر تمام یمن کی بادشاہت کے عوض میں تو بیچتا تو بھی میں بغیر لئے نہ چھوڑتا۔ پھر بلالؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے جا کر حاضر کیا اور تمام احوال جو گزرا تھا عرض کیا کہ اس طرح میں نے ان کو خرید کیا ہے اور آپ گواہ رہیے کہ اللہ کی رضامندی کے واسطے ان کو میں نے آزاد کیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلالؓ آزاد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں رہنے لگے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ابتدائے اسلام سے جو مسلمانوں کی نہایت ضعیفی اور عاجزی کا وقت تھا اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف اور حاجتوں میں اور کافروں کے پنجے سے مسلمانوں

کو چھڑا لینے میں بے دریغ خرچ کیا اور متعدد غلام اور لونڈی قریش کے کہ جنہوں نے دین اسلام دل سے قبول کیا تھا اور ان کے مالک اس سبب سے ان کو ایذا دیتے تھے خرید خرید کر اللہ کی رضامندی کے واسطے آزاد کر دیئے تھے۔ لکھا ہے کہ مسلمانوں پر تیرہ سال کے عرصہ میں آپ نے اپنی تمام دولت کو صرف کیا اور قریب چھ ہزار درہم کے باقی رہے تھے جو کچھ ہجرت کے سفر میں اور کچھ مسجد نبوی کی زمین کے خریدنے میں اور کچھ دوسرے نیک کاموں میں خرچ کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمہ کو ارشاد فرمایا ہے کہ کسی کے مال سے مجھ کو اس قدر فائدہ نہیں پہنچا جس قدر ابوبکرؓ کے مال سے مجھ کو فائدہ ہوا۔

الحاصل جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تمام مال اسلام کی نصرت اور شوکت کی زیادتی میں اور مسلمانوں کی خلاصی اور ضعیف مسلمانوں کی مدد اور دستگیری میں صرف ہو چکا اور اللہ کی راہ میں بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے تو ایک روز ایک کمبل کو کرتے کی طرح گلے میں ڈال کر اس کو کانٹوں سے گونتھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیق تو بڑے مالدار اور تونگر تھے یہ کیا ہوا کہ فقیروں کے سے کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا سب مال مجھ پر اور میرے واسطے خرچ کر ڈالا اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالیٰ نے ابوبکر کو سلام فرمایا ہے اور پوچھا ہے کہ کیا اس فقیری میں بھی مجھ سے راضی ہیں یا کچھ دل میں رنج و ملال ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کلام کے سننے سے عجیب حالت اور کیفیت پیدا ہوئی اور اصحاب حال کے مانند بے خود ہو گئے اور اس کلمہ کو بار بار اپنی زبان پر لاتے رہے۔ انا عن ربی راض' انا عن ربی راض میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔ میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔ تو اگرچہ اس سورۃ کے الفاظ عام ہیں مگر محدثین و مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور امیہ بن خلف کے معاملات و حالات کا نقشہ کھینچ کر سعادت و شقاوت کے راستہ بتائے گئے ہیں۔

رات دن اور خالق کی قسم

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی قسموں سے ہوئی ہے۔ پہلی قسم فرمائی۔ وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ یعنی قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے یا آفتاب کے نور کو چھپا لے اور جہان کو تاریک کر دے۔ رات بھی اللہ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی ہے اس لئے اس کی قسم کھائی گئی۔ رات دنیا میں ایک انقلاب عظیم بھی ہے اور موت و حیات کا ایک پورا نمونہ ہے۔ رات کو بالکل سناٹا ہو جاتا ہے اور انسان و حیوان چرند و پرند سب آرام کرتے ہیں۔ لوگ باتیں کرتے کرتے سو جاتے ہیں اور سب مردوں کی طرح بے خبر لیٹے ہوتے ہیں۔ نہ اس وقت اپنے مال کی خبر ہوتی ہے نہ اولاد کی۔ نہ کسی کے نیک و بد کہنے کی۔ اس کے بعد دوسری قسم وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ فرمائی یعنی قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے رات کے مقابل دن بھی اس کے قدرت کاملہ کی دوسری نشانی ہے رات میں جو بے خبر پڑے سوتے تھے دن میں ہر ایک کسی نہ کسی امر کی دوڑ دھوپ میں لگا ہوتا ہے۔ پرند بھی چہچہانے لگے چرند جنگل کی طرف جانے لگے۔ کاروباری اپنے کار کی طرف چلنے لگے۔ گویا یہ حشر کا نمونہ ہے کہ سب سوتے سے جاگ اٹھے۔ تیسری قسم ہے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ اور قسم ہے اس کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا۔ دنیا میں زندہ اجسام کی نسل کو باقی رکھنے اور اسے بڑھانے کیلئے خواہ انسانی ہو خواہ حیوانی خواہ اور مخلوق یہ بھی اس کی قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے کہ نر و مادہ کا ایک ہی مادہ ہے مگر قدرت خداوندی کسی کو نر بنا دیتی ہے اور کسی کو مادہ۔ اگر نر و مادہ نہ ہوتے یا سب مادہ ہوتے یا سب نر ہوتے تو کیا کیا مشکلات پیش آتیں۔ پھر نر و مادہ میں ایک مقناطیسی کشش ایسی رکھی ہے کہ جس نے ایک کو دوسرے کا فریفتہ کر دیا ہے۔

تمہاری کوششیں مختلف ہیں

تو یہاں تین قسم کھا کر آگے جواب قسم ارشاد ہے۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن' نر و مادہ مختلف اور متضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں اے بنی آدم تمہارے اعمال اور اشغال اور کوششیں بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ یعنی کسی کی کوشش رات کی طرح ظلمانی ہے کہ برے کام کرتا ہے اور کسی کی کوشش دن کی طرح نورانی ہے کہ اچھے کاموں میں سرگرم رہتا ہے۔ پھر کسی کی کوشش مردانہ ہے کہ سعادت کے مقامات طے کرنے کے درپے رہتا ہے اور کسی کی کوشش زنانہ ہے کہ لذائذ دنیا پر فریفتہ ہے۔ اور دنیا کی خسیس چیزوں پر مر رہا ہے کہ رات دن مال و زر کے جمع کرنے میں لگا ہوا ہے نہ اس کو دن میں چین نہ رات کو راحت۔ اور کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک روز مرنا ہے اور یہ ساری دنیا کی چیزیں یہیں چھوڑ جانا ہے۔ اور کوئی ہے کہ اس کی ہمت مردانہ کے نزدیک مال و زر تو کیا دنیا کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں وہ سمجھتا ہے کہ چند روز کا دنیا میں مہمان ہوں جہاں سدا رہنا ہے راحت و عزت تو وہاں کی ہے یہاں کیا عارضی زندگی ہے۔ راحت سے گزری تو کیا اور تکلیف سے گزری تو کیا۔ الغرض انسانوں کے اعمال و اشغال مختلف ہیں۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ یہ شب و روز کا انقلاب ہمارے لئے بھی اپنی معرفت کا ذریعہ بنا دیجئے اور دن رات کی ہماری کوششیں اپنی مرضیات کے حصول میں صرف کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ یہ دنیا کی عارضی زندگی ہمیں اس طرح گزارنا نصیب فرمایئے کہ ہم ہمہ وقت موت اور آخرت کو پیش نظر رکھیں اور آخرت کی زندگی کو سنوارنے کی فکر میں لگے رہیں۔

یَااَللّٰہُ ہمارے اکابر سلف مال و دولت کو آپ کے راستہ میں آپ کی خوشنودی اور رضا کے لئے خرچ کرنے کا نمونہ پیش کر گئے وہ تو انہی حضرت کا حصہ تھا۔

یَااَللّٰہُ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض و عداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت و مصیبت آ گئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٧ وَأَمَّا

سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچا سمجھا۔ تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے۔

مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝٨ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝٩ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝١٠

اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا۔تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے۔

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ إِذَا تَرَدّٰى ۝١١

اور اُس کا مال اس کے کچھ کام نہ آوے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا۔

فَأَمَّا سو جو	مَنْ جس	أَعْطٰى دیا	وَاتَّقٰى اور پرہیزگاری اختیار کی	وَصَدَّقَ اور سچ جانا	بِالْحُسْنٰى اچھی بات کو	فَسَنُيَسِّرُهٗ پس عنقریب اسے آسان کردیں گے	لِلْيُسْرٰى آسانی
وَأَمَّا اور جو	مَنْ بَخِلَ جس نے بخل کیا	وَاسْتَغْنٰى اور بے پرواہ رہا	وَكَذَّبَ اور جھٹلایا	بِالْحُسْنٰى اچھی بات کو	فَسَنُيَسِّرُهٗ پس عنقریب اسے آسان کردیں گے		
لِلْعُسْرٰى دشواری	وَمَا يُغْنِيْ اور نہ فائدہ دیگا	عَنْهُ اس کو	مَالُهٗ اس کا مال	إِذَا تَرَدّٰى جب نیچے گریگا وہ			

اچھے کردار کی خصوصیات اور انجام

دنیا میں انسان کی زندگی کا ایک رخ تو وہ ہے جس کی طرف اللہ کے رسول بلاتے ہیں اور جس کی رہنمائی اللہ کے احکام و رسول کی تعلیمات کرتی ہیں اور اس کے علاوہ بیشمار رخ اور ہیں جن کی طرف لوگ اپنی اپنی خواہشات کی پیروی میں یا اپنے سرداروں لیڈروں کی رہنمائی میں چلتے رہتے ہیں لیکن انجام کے اعتبار سے ان دونوں قسم کی راہوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا گروہ وہ ہے جو کامیاب ہے اور جسے اپنی کوششوں کا اچھا پھل ملے گا اور دوسرا گروہ وہ ہے جو انجام کے لحاظ سے ناکام اور نامراد ہے اور جس کی تمام کوششیں ضائع ہو جائیں گی اور وہ آخرت میں برباد ہلاک اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اب ان دونوں گروہوں کی ان آیات میں کچھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ پہلا گروہ جو انجام کے لحاظ سے کامیاب گروہ ہے اس کی پہلی صفت یہ فرمائی گئی۔ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى جس نے اللہ کی راہ میں مال دیا یعنی حتی المقدور سب طرح کے نیک کاموں میں خرچ کیا اور یہ خرچ کرنا زکوٰۃ وصدقات کو بھی شامل ہے۔ اور ہر قسم کی خیرات کو بھی۔ دوسری صفت فرمائی وَاتَّقٰى یعنی اللہ سے ڈرا اور برائیوں سے بچا اور پرہیزگاری اختیار کی۔ یعنی جانتے بوجھتے وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جن سے ان کا خالق و مالک ناخوش ہوتا ہو۔ یہ ہر وقت اس کی ناخوشی سے ڈرتے ہیں۔ اور ہر اس بات سے بچتے ہیں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی ہدایات ہر وقت ان کے سامنے رہتی ہیں۔ تیسری صفت فرمائی۔ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى اور اچھی بات کو سچا سمجھا۔ یعنی اس پیام اور تعلیم کو دل سے سچا مانتے ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں یعنی توحید کا اقرار رسالت محمدیؐ کی تصدیق۔ آخرت پر یقین۔ جزا وسزا جنت وجہنم پر ایمان اور ان تمام باتوں کو سچ جاننا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں۔

تو ان تینوں مذکورہ صفات کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک طرف آدمی کا ایمان درست ہو اسے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام باتوں کا پکا یقین ہو اور دوسری طرف اس کے اعمال و اخلاق درست ہوں اور اعمال و اخلاق کا تعلق بندوں سے بھی ہے اور اللہ سے بھی اس طرح ان آیات میں بندوں کے ساتھ تعلق کی درستی اور ان کے حقوق واجبہ کی ادائیگی کی ہدایت بھی موجود ہے۔ اور ساتھ ہی حقوق اللہ کی ادائیگی کی ہدایت بھی موجود ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری اطاعت اور اس کی بندگی وعبادت میں سرگرمی اور اس کی ہر قسم کی نافرمانی سے پرہیز ہو اور یہی تقویٰ کی جان ہے تو جس گروہ جماعت یا شخص میں یہ تینوں صفات وخوبیاں موجود ہوں گی اس

کے بارہ میں فرمایا گیا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ہم اس کے لئے راحت و آرام تک پہنچنا آسان کردیں گے یعنی اس کو دنیا میں نیک اور اچھے کاموں کی توفیق دیں گے اور ان سب عبادتوں کی توفیق دیں گے جو آخرت میں اس کے کام آویں تاکہ اس توفیق کے سبب سے اس پر عبادتوں کا کرنا آسان ہو جائے اور دل و جان سے اس میں مشغول رہے۔ اس واسطے کہ نیک کام کا خاصہ ہے کہ جو کوئی اس کو ہمیشہ کرتا ہے تو اس کے نفس میں ایک قوت نورانی پیدا ہوتی ہے کہ اس کے سبب سے اچھی راہ چلنا اور نیک بات کو اختیار کرنا اس پر آسان ہو جاتا ہے اور وہ ظاہری تکلیف بھی اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے کیونکہ جب کسی چیز کی عادت ہو جاتی ہے تو وہ طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے پھر جب موت اس کی آتی ہے اور اس عالم سے جدا ہونے کا وقت پہنچتا ہے تو اس کو بڑی آسانی نصیب ہوتی ہے گویا دنیا کے جیل خانہ سے چھوٹتا ہے۔ اور پھر بعد مرنے کے بھی منکر نکیر کا جواب اور حشر ونشر کا ہول اور حساب کتاب کا خوف اور میزان کا اندیشہ اور پل صراط سے اترنے کی سختی سب اس پر آسان ہو جاتی ہے اور انجام کار وہ انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیا جاوے گا جس کا نام جنت ہے یہ تو اس گروہ کا بیان ہوا جو انجام کے لحاظ سے کامیاب ہے اور جسے اپنی کوششوں کا اچھا پھل ملے گا۔

بُرے کردار کی خصوصیات اور انجام

اس کے برخلاف دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو انجام کے لحاظ سے سراسر ناکام و نامراد ہے۔ اور ان کی بھی تین ہی صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور جو بخل کرتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا یعنی وہ جو کچھ مال دولت کماتا اور حاصل کرتا ہے وہ صرف اپنے دست و بازو اپنے علم و ہنر اور ذاتی سوجھ بوجھ کا نتیجہ سمجھتا ہے اس لئے وہ اپنی کمائی کو یا تو ذاتی عیش و آرام پر اڑاتا ہے یا پھر جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے ضرورتمندوں کی مدد کے لئے اور محتاج۔ غرباء و فقراء کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری صفت فرمائی وَاسْتَغْنٰى اور جس نے بے پروائی اختیار کی یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی۔ اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروا نہ کی۔ اسلام اور آخرت کی نعمتوں سے بے پروائی کی اور گناہوں اور برے کاموں کو بے پروا ہو کر عمل میں لایا۔ تیسری صفت فرمائی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور اچھی بات کو جھٹلایا یعنی اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹا جانا۔ اس طرح نہ وہ توحید کا قائل ہوا نہ رسالت محمدی کی تصدیق کی۔ نہ صفات حمیدہ کا طالب ہوا نہ دار آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کو سچ مانا۔ گویا جو تعلیمات و ہدایات اللہ کے رسول نے دیں ان کو جھٹلاتا رہا۔ تو جس میں یہ تینوں صفات ہوں گی نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ اس کا ایمان درست ہوگا اور نہ عمل ٹھیک ہوگا۔ نہ بندوں کے حقوق پہچانے گا اور نہ ادا کرے گا نہ خدا کے حقوق۔ اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی۔ ایسے شخص کے لئے فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى فرمایا یعنی ہر عمل بد خواہ کیسا ہی سخت اور مشکل ہو آسان ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں بدی کا پورا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور بالآخر آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی کی جگہ یعنی جہنم میں پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا یعنی ایسا شخص جس میں مذکورہ تینوں صفات ہوں جب برباد و ہلاک ہو کر جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا تو اس وقت اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور جس مال دولت پر گھمنڈ کر کے آخرت کی طرف سے بے پروا ہو رہا تھا وہ ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔

اچھے اور برے کردار کی دو مثالی شخصیات

اگرچہ اس سورۃ کے الفاظ عام ہیں لیکن جیسا کہ گذشتہ درس میں سورت کے سبب نزول میں بتلایا گیا اس سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور مکہ کے کافر سردار امیہ بن خلف کے حالات و معاملات کا نقشہ کھینچ کر سعادت و شقاوت کے دو راستے بتائے گئے۔ پہلی تین صفات کمالیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیان کی گئیں اور دوسری تین صفات بد کافر امیہ بن خلف کی ظاہر کی گئیں جو جنگ بدر میں مارا گیا اور جس دولت کی وجہ سے وہ بے پروا ہو گیا وہ مال و دولت اس کے کچھ کام نہ آسکا اور ہلاکت ابدی سے نہ بچا سکا۔

اعمال کا مدار توفیق خداوندی ہے

ان آیات فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی سے متعلق بخاری شریف کی ایک روایت ہے اور حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبرستان غرقد میں ایک جنازہ میں شریک تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کا جنتی یا جہنمی مقام (پہلے سے) مقرر نہ کر دیا گیا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر نوشتہ تقدیر پر اعتماد کیوں نہ کر لیا جائے؟ فرمایا عمل کئے جاؤ۔ ہر ایک کو اسی کام کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائیں تو معلوم ہوا کہ اصل مدار اعمال کا توفیق خداوندی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر سعادت کی توفیق نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دنیا میں مال و دولت عطا فرمایا ہے اسے اپنی رضا میں صرف کرنا ہمارے لئے آسان فرمائیں اور وہ اعمال جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں ان کو ہمارے لئے محال بلکہ ناممکن بنا دیں۔ یا اللہ ہمیں وہ تقویٰ اور راستی عطا فرما کہ جو جنت کا راستہ ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ آپ کی ہدایت آ جانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہو جانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپ کو غافل بنائے رکھا۔ آپ نے حکم دیا' یا منع کیا' کسی عمل کی رغبت دلائی' اپنی رضا و محبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کے لئے اعمال خیر کی دعوت دی۔ آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ الٰہی! میری ہر ایسی خطا کو معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بار ہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپا لیا' لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرمالیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾

واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا۔تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں۔

لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي

اس میں وہ ہی بد بخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جاوے گا جو بڑا پرہیز گار ہے۔جواپنا

مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ

مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے۔اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضاجوئی کے اس کے

رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾

ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو۔اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا۔

اِنَّ بیشک	عَلَيْنَا ہم پر ہمارا ذمہ	لَلْهُدٰى البتہ راہ دکھانا	وَاِنَّ اور بیشک	لَنَا ہمارے لئے	لَلْاٰخِرَةَ آخرت	وَالْاُوْلٰى اور دنیا	
فَاَنْذَرْتُكُمْ پس میں تمہیں ڈراتا ہوں	نَارًا آگ	تَلَظّٰى بھڑکتی ہوئی	لَا يَصْلٰهَا نہ داخل ہوگا اس میں	اِلَّا مگر	الْاَشْقَى انتہائی بدبخت		
الَّذِيْ كَذَّبَ جس نے جھٹلایا	وَتَوَلّٰى اور منہ موڑا	وَسَيُجَنَّبُهَا اور عنقریب اس سے بچالیا جائیگا	الْاَتْقَى بڑا پرہیزگار	الَّذِيْ جو	يُؤْتِيْ دیتا ہے		
مَالَهٗ اپنا مال	يَتَزَكّٰى پاک کرنے کو	وَمَا لِاَحَدٍ اور نہیں کسی کیلئے	عِنْدَهٗ اس پر	مِنْ سے	نِّعْمَةٍ نعمت احسان	تُجْزٰى بدلہ دی جائے	
	اِلَّا مگر	ابْتِغَآءَ چاہیے کہ	وَجْهِ رضا	رَبِّهِ اپنا رب	الْاَعْلٰى بلند و برتر	وَلَسَوْفَ اور عنقریب	يَرْضٰى راضی ہوگا

ہر ایک کے لئے ہدایت کا راستہ کھلا ہے

گذشتہ آیات میں آخرت کی کامیابی اور ناکامی کے لحاظ سے دو اشخاص یا دو گروہ کا ذکر ہوا تھا اور ہر ایک کی تین صفات بیان فرمائی گئی تھیں۔ اس طرح سعادت و شقاوت کے دو راستہ ظاہر فرمائے گئے تھے۔اب آگے اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور نعمت و رحمت کا ذکر فرما رہے ہیں۔اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے بندوں کی رہنمائی کرنا اپنے ذمہ لیا ہے اور اسی غرض سے ان کو حواس خمسہ ظاہری و باطنی عطا کئے ہیں۔ عقل و ادراک دیا ہے کہ ان سے نیک و بد میں امتیاز کریں۔ پھر اللہ نے دنیا میں اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں جن میں اچھائی و برائی' ہدایت و ضلالت' راستی و کجی' نیک و بد کو صاف صاف بیان فرما دیا۔ پھر رسولوں کے جانشین مثلاً علمائے ربانی' آئمہ حقانی' اولیاء کرام و بزرگان دین پیدا کئے۔ پھر حوادث دہر' تغیرات عالم اور عبرت انگیز نشانات قائم کئے تاکہ انسان اپنی عقل و فہم سے کام لے کر اپنے اختیار اور ارادہ سے نیک راہ اختیار کریں اور بری راہ کو چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کرے بلکہ نیک و بد دونوں راستے انسانوں کو بتا دیئے اور بھلائی و برائی کو خوب کھول کر بیان کر دیا اور اس پر چلنا ان کے اختیار کو ارادہ اور فہم و ادراک پر چھوڑ دیا۔ اب جو شخص جو راہ اختیار کرے گا دنیا اور آخرت میں اس سے اسی کے موافق برتاؤ خداوندی ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نیک و بد اور نافرمان و مطیع میں کچھ فرق نہ رہتا اور انسان شجر و حجر کی طرح مجبور سمجھا جاتا۔

جیسا عمل ویسا انجام پیش آئے گا

اب جب کہ قدرت نے دونوں راستے انسانوں کے سامنے رکھ دیئے اور دونوں میں امتیاز کرنے کا مادہ بھی انسان میں پیدا کر دیا بلکہ اپنے انبیاء و

رسل اور کتب کے ذریعہ نیک وبد صاف صاف متعین کر دیا تو اس کے بعد جو جیسی راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو اللہ تعالیٰ دیں گے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی اور ہمارے ہی قبضہ میں آخرت اور دنیا ہے۔ یعنی اس کائنات کا اصل اور حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دنیا اور اس کا نظم بھی اسی کے انتظام اور حکم سے قائم ہے اور آخرت میں بھی اسی کا حکم چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دنیا میں جاری کر دیئے ہیں ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو وہ آخرت میں سزا دیں گے اور ان پر عملدرآمد کرنے والوں کو جزا دیں گے۔

بدبخت اپنی بدعملی سے جہنم میں جائے گا

اس حقیقت کو صاف صاف بیان کر دینے کے بعد فرمایا۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

پس ہم تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکے ہیں کہ اس میں صرف وہی بدبخت داخل ہوگا جس نے دین حق کو جھٹلایا اور روگردانی کی یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نیک وبد کی رہنمائی صاف صاف فرما دی تو انسان کے لئے اس بات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کہ وہ اپنی تباہی کے لئے کوئی عذر پیش کر سکے۔ اب اگر وہ ہلاکت وبربادی کے گڑھے میں گر کر تباہ وہلاک ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود انسان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول اور کتاب کے ذریعہ صاف صاف بتا دیا کہ انسان اگر کفر وشرک، عصیان ونافرمانی کی غلط راہ پر چلے گا تو اس کا انجام ایک شعلہ زن اور بھڑکتی ہوئی آگ کے سوا اور کچھ نہیں اور اس آگ میں وہی ڈالا جائے گا جو خود اپنی بدبختی سے اپنے آپ کو اس کا مستحق بنالے گا۔ جو اپنی خواہشات میں اندھا ہو کر رسول کی بات اور دین حق کو جھٹلائے گا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑے گا۔ اور اپنی لگام اپنے نفس یا اپنے ہی دوسرے جیسے انسانوں کے ہاتھوں میں دے کر خود اپنی تباہی اور جہنم میں جانے کا انتظام کرے گا۔

خوش بخت وکامیاب شخص کی صفات

آگے ایسے بدبخت شخص کے مقابلہ میں اس نیک بخت شخص کو پیش کیا جا رہا ہے جو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى اور اس سے یعنی جہنم کی آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے یعنی دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایات پر چلتا ہے اور ہر ہر قدم پر اللہ کی مرضی کے خلاف کاموں سے بچتا ہے اور اللہ کی ناخوشی سے ڈرتا ہے گویا ایسے نیک بخت لوگوں کی پہلی صفت تقویٰ ہوئی۔ دوسری صفت فرمائی گئی الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ گناہوں سے پاک ہو جائے یعنی اللہ کے دیئے ہوئے رزق ومال میں سے وہ اللہ کے بندوں کو دیتا ہے اور اس طرح مال خرچ کرنے سے اس کی نیت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ وہ روحانی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اور یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ مال کا خرچ چاہے اپنی جائز ضروریات کی تکمیل کے لئے ہو یا اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے ہو یا اپنے اعزا واقربا کی خبر گیری کے لئے ہو یا محتاجوں اور غریبوں کی امداد کے لئے ہو یا رفاہ عام کے کاموں کے لئے ہو یا دین کی اشاعت اور جہاد کے لئے ہو بہرحال اگر وہ خرچ اللہ تعالیٰ کے قوانین اور ہدایات کے مطابق ہو اور خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہو تو اس سے نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى

یعنی مال کے وہ صرف اور خرچ جن کا مقصد اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کچھ اور ہو۔ مثلاً لوگوں میں شہرت ونیک نامی حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا۔ یا دوسروں پر احسان رکھنے یا دوسروں کا احسان چکانے کے لئے خرچ کیا یا دکھاوے کے لئے مال خرچ کیا کہ لوگوں سے واہ واہ چاہتے ہیں یا کسی عہدہ دار کی نظر کرم کی امید میں خرچ کیا یا قوم اور ملک میں نام آوری کی خاطر خرچ کیا یا اپنے کسی شخصی رجحان یا ذوق کی تسکین کی خاطر مال لٹایا تو ان تمام حالات میں چونکہ مقصد اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کچھ اور ہے اس لئے اس پر اللہ سے کسی اجر کی امید نہ رکھنا چاہئے اور جب خالص رضائے مولیٰ کی طلب میں مال لٹا رہا ہے تو اس کے لئے وعدہ اور بشارت ہے۔ ولسوف یرضٰی اور وہ عنقریب

خوش ہو جائے گا یعنی آخرت کی نعمتوں سے خوب مالا مال ہو کر بے انتہا مسرور و خوش ہوگا۔ تو اگر چہ اس سورۃ اور ان آیات کا مضمون عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں ہوا اور یہ بہت بڑی دلیل آپ کی فضیلت و بزرگی کی ہے۔ یہ آخری کلمہ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا یہ حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے ایک عظیم خوش خبری اور اعزاز ہے کہ ان کو حق تعالیٰ جل وعلیٰ نے دنیا ہی میں اپنی طرف سے راضی اور خوش کر دیئے جانے کی خوشخبری سنا دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے درجات عالیہ اور قرب خاص میں اور ترقی عطا فرمائیں اور آپ کے نام لیوا ہونے کے باعث اور آپ سے محبت کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ ہماری بھی مغفرت فرماویں۔ آمین۔

خلاصہ

اس سورت کا موضوع انسانوں کے مختلف قسم کے اعمال اور جدو جہد ہے جب اعمال اور جہد وسعی کا رخ مختلف ہو تو اس کے نتائج بھی مختلف برآمد ہوتے ہیں' اس کی ابتدائی آیات میں تین قسمیں کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اے انسانو! تمہاری سعی مختلف ہے کوئی متقی ہے اور کوئی شقی ہے' کوئی مومن ہے اور کوئی کافر' کوئی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور کوئی بخل کرتا ہے' کوئی اللہ سے ڈرنے والا ہے اور کسی نے بے نیازی اختیار کر رکھی ہے' کوئی بھلائی کی بات کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی تکذیب کرتا ہے' انسانوں میں سے جو کوئی اپنے لیے جس قسم کی راہ کا انتخاب کرتا ہے' ہم اس راہ پر چلنا اس کیلئے آسان کر دیتے ہیں۔

سورت کے اختتام پر بتایا گیا کہ اہل ایمان کو رب تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے بچالے گا اور اس کیلئے ایک مومن صالح کا قصہ بیان کیا ہے جو اپنا مال صرف رضاءِ الٰہی کی خاطر خرچ کرتا تھا' تمام تفاسیر میں ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جن کا مال جہاد کی تیاری' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے میں خرچ ہوتا تھا جو قبول اسلام کی وجہ سے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

سورۃ اللیل کے خواص

۱- اگر کسی کو مرگی کا دورہ پڑ جائے تو اس سورۃ کو اس کے کان میں پڑھنے سے مرگی کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

۲- اگر کسی کو بخار ہو تو سورۃ اللیل پانی پر دم کر کے اس پانی کو پی لے، یا اسے لکھ کر اور پانی میں دھو کر پی لے۔ ان شاء اللہ بخار اتر جائے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر حال میں اپنی توفیق حسن کو ہمارے شامل حال رکھیں اور اپنے کرم وفضل سے ان تمام اعمال کو ہمارے لئے آسان وسہل فرمادیں جو ان کی رضا کے باعث ہوں اور ان تمام اعمال کو دشوار اور محال بنادیں کہ جو ان کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ آپ نے جو کچھ مال دولت ہم کو عطا فرمایا ہے اس کو اپنی راہ میں اپنی مرضیات کے لئے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ یا اللہ اپنے کرم سے ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے اور اپنے فضل سے اپنی جنت میں بے حساب داخل ہونا نصیب فرمائیے۔ اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائیے۔ آمین۔

یَااللہُ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض وعداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت ومصیبت آگئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰى ﴿١﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿٢﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿٣﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ

قسم ہے دن کی روشنی کی۔اور رات کو جب کہ وہ قرار پکڑے۔کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

الْاُوْلٰى ﴿٤﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾

اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہوجاویں گے۔

وَالضُّحٰى قسم ہے دھوپ چڑھنے کی آفتاب	وَالَّيْلِ اور رات کی	اِذَا جب	سَجٰى چھا جائے	مَا وَدَّعَكَ آپ کو نہیں چھوڑا	رَبُّكَ آپ کا رب	وَمَا اور نہ		
قَلٰى بیزار ہوا	وَلَلْاٰخِرَةُ اور آخرت	خَيْرٌ بہتر	لَّكَ آپ کیلئے	مِنَ سے	الْاُوْلٰى پہلی	وَلَسَوْفَ اور عنقریب	يُعْطِيْكَ آپ کو عطا کریگا	رَبُّكَ آپ کا رب
فَتَرْضٰى پس آپ راضی ہوجائیں گے								

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ الضُّحٰى سے ہوئی ہے ضحیٰ کے معنی دن چڑھے کا وقت اور آفتاب بلند ہونے کا وقت ہے۔تو اس سورۃ کی ابتدا میں اول ضحیٰ کی قسم کھائی گئی ہے۔اسی واسطے اس سورۃ کا نام الضحیٰ مقرر ہوا۔یہ مکی سورۃ ہے اور اس کا نزول بالکل ابتدائی دور میں روایت کیا گیا ہے اس سورۃ کا خاص مضمون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیسے انعام و احسان فرمائے اور ساتھ ہی مزید انعامات کے وعدے ہیں۔

شان نزول

اس سورۃ کے سبب نزول کے سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ روایات صحیحہ میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے یعنی وحی قرآنی بند رہی۔مشرکین کہنے لگے کہ لیجئے محمد کو ان کے رب نے رخصت کردیا۔اس کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔آگے حضرت علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ زمانہ فترۃ الوحی کا ہے۔جب سورۂ اقراء کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رکی رہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس فترۃ الوحی کے زمانہ میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے تا آنکہ جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے **یآیہا المدثر** کا خطاب سنایا۔اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں چنانچہ مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ اس احتمال کی تاکید کرتے ہیں ممکن ہے اسی دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اٹھ سکے تو ایک خبیث کافرہ عورت کہنے لگی اے محمد معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (العیاذ باللہ) اور یہ طعن کرنے والی عورت ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی۔غرض ان سب خرافات کا جواب اس سورۃ الضحیٰ میں دیا گیا اور یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں کفار کی طعنہ زنی کا رد فرمایا گیا۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد بیان فرمائے اور آئندہ کے لئے تسلی اور قرب روز افزوں کا وعدہ اور بشارت سنائی گئی۔

پکی بات ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو ہر گز نہیں چھوڑا

گذشتہ سورتوں کی طرح اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے

فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ پہلی قسم کھائی گئی۔ وَالضُّحٰى یعنی قسم ہے ضحیٰ کے وقت کی۔ ضحیٰ یعنی چاشت آفتاب بلند ہونے سے لے کر نصف النہار تک پہنچنے تک کا زمانہ ہے۔ یہ ضحیٰ کا وقت متعدد خصوصیتیں رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ روزی کی تلاش کا علم اور ہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ وقت فرض نماز سے تو خالی ہے اور نفلی عبادت کے لئے فراغت تیسرے یہ کہ اسی وقت ضحیٰ میں خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا چوتھے یہ کہ اسی وقت میں فرعون کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لائے اور سجدہ کیا۔ پس یہ وقت نور حق کے کمال ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ پانچویں یہ کہ ضحیٰ کی نماز جس کی ادنیٰ چار رکعتیں اور اعلیٰ بارہ رکعتیں ہیں اور جس نماز کی بہت سی فضیلتیں حدیث شریف میں آئی ہیں۔ اسی وقت مقرر ہے۔ علمائے ربانی اور اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ جو فقر و افلاس سے دور رہنا چاہے تو نماز ضحیٰ پڑھے اور اگر قبر کی تنگی اور وہاں کی اندھیری اور عذاب سے بچنا چاہے تو نماز تہجد پڑھا کرے۔ پہلی قسم یہاں ضحیٰ یعنی دھوپ چڑھتے وقت کی کھائی۔ آگے دوسری قسم کھائی گئی وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى اور قسم ہے رات کی جب وہ قرار پکڑے۔ یعنی اندھیرا چھا جائے۔ تو یہاں دو چیزوں کی قسم کھائی ہے دن کی جب خوب روشن ہو جائے اور رات کی جب خوب اندھیرا ہو جائے اس کے بعد جواب قسم ہے۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ سے دشمنی ہی کی ہے۔ یعنی دشمنوں کے الزامات اور خیالات سب غلط ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب نہ آپ سے ناخوش اور ناراض اور بیزار ہوا اور نہ آپ کو رخصت کیا جیسا کہ یہ معاندین کفار و مشرکین کہتے ہیں۔ بلکہ جس طرح ظاہر میں وہ اپنی قدرت و حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا ہے اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے یہی کیفیت باطنی حالات کی ہے۔ اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضگی کی دلیل نہیں اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اجالا کبھی نہ ہوگا تو کچھ عرصہ نور وحی کے رکے رہنے سے یہ کیوں کر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کئے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ بند کر دیا۔ الغرض معاندین کفار کے احمقانہ خیالات اور الزامات کی تردید میں صاف فرما دیا گیا کہ آپ کو آپ کے پروردگار نے نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے۔ کچھ ایام کے لئے مصلحت خداوندی کی وجہ سے وحی کا آنا بند ہو گیا تھا نہ آپ کے کسی قصور کی وجہ سے اب پھر وحی الٰہی کا آفتاب جلوہ گر ہوگا۔ آپ کفار کی خرافات سے غمگین نہ ہوں آپ برابر نعمت وحی الٰہی سے مشرف ہوتے رہیں گے۔

آخرت کے انعامات دنیا سے کہیں زیادہ ہیں

اور یہ شرف و کرامت تو آپ کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے یعنی آخرت کی شان و شکوہ جب کہ آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بے شمار درجے بڑھ کر ہے۔ وہاں آپ کو اس دنیا سے کہیں زیادہ نعمتیں ملیں گی۔

آپ کو راضی کیا جائے گا

آگے ارشاد ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا تو کیسا ابھی تو آپ کا رب آپ کو دنیا و آخرت میں اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ آپ پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جاویں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا میں کبھی ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک کو جنت میں داخل نہ کرا لوں گا۔ غرض وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کہ آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ ایک بڑا وسیع وعدہ اور حق تعالیٰ کی طرف سے نہایت گراں بہا خلعت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

حق تعالیٰ کی جو بخششیں اور عنایتیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آپ کی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتدا سے بہشت میں داخل ہونے تک عطا ہوئی ہیں اور ہوں گی وہ بیان کرنے کی حد سے باہر ہیں تاہم علمائے مفسرین نے اس آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کے

معنیٰ ذہن نشین ہونے کے لئے کچھ خصوصیات جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رکھی تھیں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ اس آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیات جناب اقدس الٰہی سے حاصل ہوئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس میں دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی شریک ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے بڑھ کر اور سب سے زیادہ دی گئی اور اس سبب سے تمام انبیاء و رسل سے آپ کو ممتاز فرمایا اور دوسری قسم خصوصیات کی وہ ہیں جو آپ ہی کو مخصوص ہیں۔

اس کے متعلق حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چند چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔

(۱) میری بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی۔ مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور میں تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

(۲) میں خاتم النبیین ہوں۔ میری ذات پر سلسلہ انبیاء ختم ہوا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۳) مجھ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے یعنی ایسے مختصر اور جامع کلمات کہ الفاظ تو تھوڑے ہوں اور معانی بے شمار ہوں جیسا کہ احادیث نبویہ کا مجموعہ اس کا شاہد ہے۔

(۴) مجھے رعب اور ہیبت کے ذریعہ فتح ونصرت عطا کی گئی۔ بلا اسباب ظاہری کے ایک مہینے کی مسافت تک میرے دشمن مجھ سے مرعوب اور خوف زدہ رہتے ہیں۔

(۵) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور مطہر بنا دی گئی یعنی میری امت کو ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اور میرے لئے پاک مٹی سے تیمم کا حکم نازل ہوا کہ مجھے ہر جگہ تیمم کی اجازت ہے اور میرے لئے مٹی کو پانی کی طرح پاک کرنے والی چیز بنادیا گیا۔

(۶) مال غنیمت میرے لئے حلال کردیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لئے حلال نہ تھا۔

(۷) میرے پیروکار تمام انبیاء ومرسلین کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتیوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں ۸۰ صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی۔

(۸) مجھے شفاعت کبریٰ کا مرتبہ عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین اور آخرین میری طرف رجوع کریں گے۔ اور میں ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں گا۔

(۹) سب انبیاء ومرسلین سے پہلے میں اپنی امت کو پل صراط سے لے کر گزروں گا۔

(۱۰) سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا اور ابو بکرؓ اور عمرؓ میرے دائیں اور بائیں ہوں گے اور جنت میں ہر نبی کے لئے حوض ہوگی اور میری حوض سب سے زیادہ وسیع اور پر رونق ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

یَااَللہُ میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کردیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔ عزت سے محروم کردیں اور برائی کے لائق کردیں۔ آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۞ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۞ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۞ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۞

تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ اور سائل کو مت جھڑکئے۔ اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

اَلَمْ کیا نہیں	یَجِدْکَ آپ کو پایا	یَتِیْمًا یتیم	فَاٰوٰی پس ٹھکانہ دیا	وَوَجَدَکَ اور آپ کو پایا	ضَآلًّا بے خبر	فَهَدٰی تو ہدایت دی	وَوَجَدَکَ اور آپ کو پایا
عَآئِلًا مفلس	فَاَغْنٰی تو غنی کردیا	فَاَمَّا پس جو	الْیَتِیْمَ یتیم	فَلَا تَقْهَرْ تو قہر نہ کر	وَاَمَّا اور جو	السَّآئِلَ سوال کرنیوالا	فَلَا تَنْهَرْ تو نہ جھڑک
		وَاَمَّا اور جو	بِنِعْمَةِ نعمت	رَبِّکَ اپنا رب	فَحَدِّثْ سو بیان کر		

یتیمی میں عظمتوں کا تاج پہنایا

گذشتہ ابتدائی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ ہم آپ کو اس قدر نعمتیں دیں گے اور آپ پر اس قدر عنایات کریں گے کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔ اسی کی تائید میں اب آگے ان آیات میں چند گذشتہ واقعات کا اجمالاً ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جن میں حق سبحانہ کی طرف سے کیسی کیسی عنایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئیں اور ان گذشتہ مواقع میں کیا کیا عطایا فرمائے گئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانہ دیا۔ تفصیل اسکی یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ عین جوانی میں وفات پا گئے اور کوئی جائیداد یا مال نہ چھوڑا جس سے پس ماندوں کی پرورش ہوتی۔ حق تعالیٰ سبحانہ نے آپ پر یہ انعام کیا کہ آپ کے دادا عبدالمطلب کو آپ پر مہربان کر دیا اور ان سے آپ کی پرورش کرائی۔ جب آپ کی عمر چھ سال کی تھی تو والدہ ماجدہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ اب نہ والد ہیں نہ والدہ مگر اللہ تعالیٰ نے دادا عبدالمطلب کو آپ پر ایسا فریفتہ اور مہربان کر رکھا تھا کہ وہ آپ کے پیچھے اپنی حقیقی اولاد کو بھی بھول گئے۔ آٹھ سال کی عمر تک آپ اپنے دادا کی کفالت میں رہے۔ جب دادا عبدالمطلب بھی چل بسے تو آپ کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ کے بے حد شفیق چچا ابو طالب حضرت علیؓ کے والد کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے اپنی زندگی بھر آپ کی نصرت وحمایت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ الغرض یتیمی کا زمانہ تو اس طرح گزرا۔

نبوت وشریعت سے سرفراز فرمایا

جب آپ بالغ ہوئے اور جوانی کے دور میں داخل ہوئے تو عمر کا دوسرا حصہ شروع ہوا۔ قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم ورواج سے آپ سخت بیزار تھے۔ آپ شروع ہی سے رئیس الموحدین تھے۔ خدا پرستی اور مکارم اخلاق آپ کا شیوہ تھا۔ دیانت و امانت اور حسن اخلاق میں ساری قوم میں مشہور اور معروف تھے۔ آپ کے قلب مبارک میں خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت و بندگی کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موج زن تھا۔ عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس مکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے آپ کے قلب مبارک کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار ہو کر غاروں اور پہاڑوں میں جا کر تنہائی میں اپنے مالک اور محبوب حقیقی کو یاد کرتے۔ اور حق تعالیٰ نے ''غار حرا'' میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی

دین حق نازل فرمایا آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور شریعت اسلامیہ عطا فرمائی گئی اسی کو فرمایا گیا۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا۔ اسی بات کو ۲۵ ویں پارہ سورۂ شوریٰ میں فرمایا گیا۔ ماکنت تدری ماالکتٰب و لاالایمان اور آپ کو قبل نبوت نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔ یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ قرآن شریف آپ کو بتلائی گئیں یہ پہلے سے یعنی قبل نبوت آپ کو کہاں معلوم تھیں۔ آپ عبادت تو قبل نبوت بھی کرتے تھے مگر تعداد رکعات اور قوانین آداب کا علم تو اس وقت نہ تھا۔ آپ ہاتھ پاؤں دھو لیا کرتے تھے مگر وضو و غسل کے شرعی آداب و طریقہ سے علم نہ تھا۔ آپ کے دل میں محبت الٰہی کا جذبہ تھا اور قلب میں آتش عشق الٰہی شعلہ زن تھی مگر آپ اس کی ترقی کے اسباب اور قوانین نبوت سے قبل نہ جانتے تھے۔ اسی حالت کو آیت میں ضلال سے تعبیر کیا گیا۔ لفظ ضلال کے معنی گمراہ کے بھی آتے ہیں اور ناواقف' بے خبری کے بھی۔ یہاں بے خبری ہی کے معنی مراد ہیں۔ یہاں تک تو عمر مبارک کے دوسرے دور کا بیان ہے۔

شان استغناء عطا فرمائی

آگے عمر مبارک کی تیسری حالت کا بیان ہے کہ۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پھر غنی کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں آپ شریک ہو گئے اس میں نفع ملا۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال و دولت آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بڑی مالدار تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تابعدار اور جاں نثار بھی تھیں۔ روسائے قریش ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے مگر انہوں نے کسی کی طرف رغبت نہ کی۔ یہ تو تھا ظاہری غنا جو آپ کو عطا ہوا باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا تو کیا کہنا۔ کوئی بشر اس کا اندازہ کیا کر سکتا ہے اور اصل غنا تو یہی قلبی غنا ہے کیوں کہ جس کو غناء نفس حاصل نہ ہو وہ گو کیسا ہی مالدار ہو مگر حقیقت میں محتاج ہے کہ مارا مارا پھرتا ہے۔ دل میں ہمہ وقت بے قراری مال بڑھانے کی رہتی ہے۔ برخلاف غناء نفس کے کہ اس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان انعامات و عنایات کے بیان فرمانے سے مراد یہی ہے کہ ابتداء ہی سے خدائے تعالیٰ آپ پر انعام و اکرام کرتا رہا ہے۔ ایسے ہی آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ تو جس پروردگار نے اس شان سے آپ کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہو کر یونہی درمیان میں چھوڑ دے گا۔ استغفر اللہ

یتیم پر سختی نہ کیجئے

آگے تینوں زمانوں کے انعامات و احسانات کے شکریہ ادا کرنے کے لئے حق تعالیٰ تین حکم صادر فرماتے ہیں۔ ایک فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ پس آپ اس کے شکریہ میں یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ بظاہر تو یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن سب کو حکم دیا جاتا ہے کہ یتیم پر قہر نہ کرنا اس میں یتیم کو زبانی جھڑکنا' سخت کلامی کرنا' بری نگاہ سے دیکھنا یا اس کو مارنا پیٹنا یا اس کے مال کی خیانت کرنا دغا فریب سے لے لینا یہ سب صورتیں قہر میں داخل ہیں بلکہ اسکے ساتھ ہمدردی نہ کرنا۔ اس کے حال و زار پر رحم نہ کھانا یہ بھی یتیم پر قہر ہے۔ عرب اس مرض میں مبتلا تھے۔ عرب میں اسلام سے پہلے جہالت سخت دلی کی کوئی حد نہ تھی خصوصاً یتیموں' بیواؤں اور ضعیفوں پر زیادتی کرنا اپنے ذرا سے نفع کیلئے ان کا نقصان کر دینا کوئی بات ہی نہ تھی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص یتیموں پر بڑے مہربان تھے۔ اور لوگوں کو بھی تاکید رحم کرنیکی فرماتے تھے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ بہشت میں اس طرح سے رہیگا اور اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جس طرح ہاتھ کی ایک انگلی دوسری سے ملی ہوئی ہے۔ اسی طرح میرے ساتھ ہوگا۔

سائل کو نہ جھڑکیے

دوسرا حکم فرمایا وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور سائل کو مت جھڑکیے یعنی اگر سائل کے سوال پورا کرنے کی قدرت ہو تو پورا کر دیا جائے بشرطیکہ کسی امر ممنوع اور گناہ کا سوال نہ ہو ورنہ نرم الفاظ میں جواب دے دیا جائے تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ یہاں بھی خطاب بظاہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر حکم عام ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور مروت کی تو کچھ انتہا نہ تھی سائل کو انکار کرنا تو آپ جانتے ہی نہ تھے۔ اگر خود اپنے پاس یا ازواج مطہرات کے گھر میں نہ ہوا تو قرض

لے کر دیا یا کسی سے فرمائش کر کے دلوا دیا یا کسی دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیا۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ سائل سے مراد وہی سائل مراد ہیں جو واقعی حاجتمند اور ضرورتمند ہو کر سوال کرتے تھے نہ کہ وہ لوگ کہ جنہوں نے گداگری کو پیشہ ہی بنا لیا ہے۔ ہٹے کٹے صحیح تندرست ہیں۔ محنت مزدوری کر سکتے ہیں ایسے شخص کو تو سوال کرنا حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے تندرست سائل کو جو کمانے پر قادر تھا درے مارے ہیں۔

اللہ کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیے

آگے تیسرا حکم ارشاد ہوا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور اپنے رب کی نعمت کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔ نعمت کا لفظ عام ہے کوئی بھی نعمت ہو محسن و منعم حقیقی کے احسانات کا تذکرہ شکر گزاری کی نیت سے کرنا شرعاً محمود ہے نہ کہ بقصد فخر و مباہات اعلان کرنا۔

تحدیث نعمت کی ایک صورت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نعمت سے نوازے تو لازم ہے کہ وہ ہیئت اور لباس وغیرہ سے اپنی فقیری نمایاں نہ کرے اور مسکین نما نہ بنے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب خستہ حال بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تمہیں نعمت دی ہے تو اپنی دی ہوئی نعمت کا نشان تمہارے اوپر دیکھنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (بیان السبحان)

تو اگرچہ اس سورۃ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض خصوصی نعمتوں کو یاد دلا کر جو ہدایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہیں تو وہ اپنے حکم میں عام ہیں۔ جو شخص بھی اپنے حالات پر غور کرے گا وہ یہ محسوس کرے گا کہ اللہ کی نعمتوں میں سے اسے بھی یقینی حصہ ملا ہے تو اس طرح سورۃ کے خاتمہ پر آخری ہدایات کا مخاطب ہر امتی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا احساس ہم کو بھی عطا فرمائیں اور ان پر شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔

ہر سورۃ کے ختم پر تکبیر کہنا

علمائے مفسرین نے ایک حدیث مرفوع بروایت حاکم و بیہقی نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سورۃ الضحیٰ کے آخر تک ہر سورۃ کے ختم پر اللہ اکبر کہو اور حکمت اس میں بعض علماء نے یہ ذکر کی ہے کہ کچھ عرصہ وحی رکنے کے بعد جب یہ سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی تو آپؐ نے خوش ہو کر اللہ اکبر فرمایا تھا اور پھر شاید مضمون کی مناسبت سے بقیہ سورتوں میں تکبیر فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ

اس سورت کا موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہے اور اس میں چار مضامین بیان ہوئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے۔ آپ کے مخالفین اگر حسد اور دشمنی کی بناء پر ایسی باتیں کرتے ہیں تو قطعاً جھوٹ بولتے ہیں۔

آپ کو دو عظیم بشارتیں سنائی گئی ہیں پہلی یہ کہ آپ کا مستقبل حالِ موجود سے بہتر ہوگا یا یہ کہ آپ کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی اور یہ کہ اللہ آپ کو دنیا اور آخرت میں اتنا عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

پھر اللہ نے اپنے تین احسانات یاد دلائے ہیں' آپ یتیم تھے ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا' آپ دین سے بے خبر تھے ہم نے آپ کو اس کا راستہ دکھایا' آپ تنگدست تھے ہم نے آپ کو غنی کر دیا۔

ان تین نعمتوں کے مقابلے میں آپ کو تین وصیتوں کی صورت میں' گویا شکر کی تلقین کی گئی ہے یعنی یتیم پر سختی نہ کیجئے' سائل کو جھڑکیے نہیں اور اپنے رب کی نعمتوں کا تذکرہ کیا کریں۔

سورۃ الضحیٰ کی خاصیت

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس مبارک سورۃ کی ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ گم ہوئی چیز کے واسطے اس سورۃ کو سات بار پڑھے اور شہادت کی انگلی کے سرے کو اپنے سر کے اردگرد پھراتا جاوے اور اس کے بعد **اصبحت فی امان اللہ و امسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ و اصبحت فی جوار اللہ** پڑھ کر دستک دیوے تو گم شدہ چیز پھر مل جاوے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاحِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَھِیَ ثَمَانِیْ اٰیَاتٍ 4

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ۝۲ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ ۝۳

کیا ہم نے آپکی خاطر آپکا سینہ کشادہ نہیں کردیا۔اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اُتار دیا۔جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝۴

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔

اَلَمْ کیا نہیں	نَشْرَحْ کھول دیا	لَکَ آپ کیلئے	صَدْرَکَ آپ کا سینہ	وَوَضَعْنَا اور ہم نے اتار دیا	عَنْکَ آپ سے	وِزْرَکَ آپ کا بوجھ	
	اَلَّذِیْ جو۔جس	اَنْقَضَ توڑ دی	ظَھْرَکَ آپ کی پشت	وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا	لَکَ آپ کیلئے	ذِکْرَکَ آپ کا ذکر	

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی ابتدا یوں ہوئی ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کیلئے نہیں کھول دیا۔تو علامت کے طور پر جن الفاظ سے یہ سورۃ شروع ہوئی ہے یعنی الم نشرح وہی اس کا نام مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور سورۃ الضحٰی جس کا بیان گذشتہ درسوں میں ہوا اُس کے بعد ہی نازل ہوئی ہے اور گذشتہ سورۃ سے اس کا خاص تعلق بھی ہے۔

سورۃ کا موضوع

اس سورۃ میں بھی اور گذشتہ سورۃ الضحٰی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نعمتیں حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھیں اُن کا ذکر فرمایا گیا۔اب جو نعمتیں حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی ہیں وہ دو قسم ہیں۔ایک ظاہری یعنی وہ نعمتیں جو آپ میں ظاہر میں پائی جاتی تھیں اور سب عام وخاص ان کو جانتے تھے اور دیکھتے تھے۔دوسری قسم کی باطنی نعمتیں تھیں کہ جو عوام بلکہ خواص کی نظر سے بھی پوشیدہ تھیں۔یعنی پہلی قسم آپؐ کے ظاہر سے تعلق رکھتی تھیں جو سورۃ الضحٰی میں بیان فرمائی گئیں اور دوسری قسم جو آپؐ کے باطن سے تعلق رکھتی تھیں وہ اس سورہ الم نشرح میں بیان فرمائی گئیں اس لئے اس کا نزول بھی سورۃ الضحٰی کے بعد میں بیان فرمایا گیا ہے۔

سبب نزول

اس کے سبب نزول میں بعض مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خُلّت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ کو کلیم کی خِلعت سے نوازا اور حضرت داؤدؑ کو لوہا اور پہاڑوں کو تابع دار کر کے ممتاز کیا اور حضرت سلیمانؑ کو جنات و انسانوں پر سلطنت دے کر ہوا کو فرماں بردار کر کے سرفراز فرمایا۔ میرے واسطے اے الہ العالمین آپ نے کیا چیز خاص کی؟ اِس سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اِس طرح یہ سورۃ بھی مکی دور کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین خصوصی انعامات

ان آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین کمالات وانعامات الٰہیہ کا ذکر فرمایا ہے جو حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائے۔سب سے اول شرح صدر۔اس کے لفظی معنی ہیں سینہ کھول دینا۔سینہ کشادہ کردینا۔یہ باطن میں نہایت بلند مرتبہ ہے۔اِسی شرح صدر کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی نے بھی بارگاہ ایزدی میں التجا کی تھی رب اشرح لی صدری جیسا کہ سولھویں پارہ سورۂ طٰہٰ

میں بیان فرمایا گیا کہ اے میرے پروردگار میرا سینہ کشادہ کردے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کبریٰ کیلئے یہ مرتبہ اور کمال ضروری تھا۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کمال کے حاصل ہونیکی اطلاع دی گئی اور اسکا اظہار اسطرح فرمایا گیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ علم وحلم سے کشادہ نہیں کردیا؟ یہ استفہام تقریری ہے یعنی ضرور ایسا کردیا۔علم بھی نہایت وسیع عطا فرمایا اور چونکہ تبلیغ احکام خداوندی میں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا ہونا تھا اس لئے آپ کی طبیعت کو بھی نہایت متحمل اور بردبار بنادیا۔سینہ مبارک میں علوم ومعارف کے سمندر اتاردیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت اور احکام الٰہیہ کی تبلیغ کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بے شمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پادیں۔یہ تو ہوا شرح صدر معنوی۔

شرح صدر جسمانی اور اس کے اسرار

شرح صدر حسی کا ذکر احادیث صحیحہ اور کتب سیر میں یوں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک فرشتوں نے چاک کر کے قلب مبارک کو نورانی طشت میں آب قدس سے دھویا۔یہ شق صدر کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عمر شریف میں چار مرتبہ پیش آیا۔اول بار زمانہ طفولیت میں پیش آیا جب کہ آپ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی پرورش میں تھے اور ایک روز آپ جنگل میں تھے جب کہ آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل بکریاں چرانے جانے لگے تھے کہ دو فرشتے حضرت جبرائیل ومیکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے اور آپ کا سینہ مبارک چاک کر کے قلب مطہر کو نکالا۔پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا یہ شیطان کا حصہ ہے پھر سینہ اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگادی۔یہ پہلی مرتبہ کا شق صدر جس میں قلب چاک کر کے جو ایک سیاہ نقطہ نکالا گیا وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا جس سے آپ کا قلب مطہر پاک کردیا گیا اور پھر قلب مبارک اس لئے دھویا گیا کہ مادہ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لئے دھویا گیا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے اس لئے مادہ معصیت بجھانے کے لئے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارت عصیان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔دوسری بار شق صدر آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا اور وہ اس لئے کیا گیا کہ قلب مبارک لہو ولعب سے پاک ہوجائے اس لئے کہ لہو ولعب خدا سے غافل بنادیتا ہے۔تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا اور اس وقت سینہ مبارک جو چاک کیا گیا وہ اس لئے کہ قلب مبارک اسرار وحی اور علوم الٰہیہ کا تحمل کرسکے۔چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا اور اس وقت سینہ مبارک اس لئے چاک کیا گیا تاکہ قلب مبارک ملکوت کی سیر اور تجلیات الٰہیہ اور آیات ربانیہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کے بے چون وچگون کلام کا تحمل کرسکے۔غرض یہ کہ بار بار شق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شق صدر میں جداگانہ حکمت ہے اور مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر کی طہارت و نورانیت انتہا کو پہنچ جائے۔غرض کہ پہلا انعام الٰہیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سورۃ میں بیان فرمایا گیا وہ شرح صدر تھا۔اور یہ اسی ''شرح صدر'' نے علوم کے سمندر اور معرفت الٰہیہ کے خزائن آپ کے قلب میں اتاردیئے۔

ذمہ داری کی تکمیل کا انعام

اس کے بعد دوسرے انعام الٰہیہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ اتاردیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔اب یہ بوجھ گرانبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا جس کو اتاردیا گیا؟ اس کی تشریح مفسرین نے کئی طرح کی ہے۔مگر بظاہر وہ بار صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ قبل نبوت آپ کو اپنی قوم کی بگڑی ہوئی حالت پر تاسف اور حسرت اور ان کی اصلاح کی فکر اس کا توڑ تو یوں ہوا کہ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ پر راہ ہدایت پوری تفصیلات کے ساتھ واضح کردی گئی اور آپ کے سپرد خلق کی رہنمائی

کردی گئی۔ اور شریعت اسلامیہ سے نوازا گیا۔ اب بعد نبوت سب سے بڑی فکر آپ کو تبلیغ احکام الٰہیہ اور اس کے نتائج کی رہی لیکن قرآن کریم نے اس غم سے بھی آپ کو یہ کہہ کر سبکدوش کردیا کہ آپ پر کسی کے ایمان لانے نہ لانے کی ذمہ داری نہیں۔ بس آپ کا کام تو احکام پہنچا دینا ہے۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

عظمت وشان کی رفعت کا انعام

آگے تیسرے انعام الٰہیہ کا ذکر فرمایا گیا وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ذکر کو کس طرح بلند کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے ذکر کو حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ کیا۔ اذان میں تکبیر میں' التحیات میں' خطبہ میں' کلمہ طیبہ میں اور کلمہ شہادت میں اور تابع داری کے کام میں جیسے ارشاد ہے۔ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ اور گناہ کی حرمت میں جیسے فرمایا۔ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا تو حق تعالیٰ نے عالم بالا و پست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو وہ بلندی اور رفعت عطا فرمائی کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر چنانچہ دن رات میں پانچ وقت اذان میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام مبارک بھی پکارا جاتا ہے۔ کلمہ جو ایمان کی بنیاد ہے اس کے اندر بھی آپ کا ذکر ہے چنانچہ جب کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ یعنی لآالٰہ الا اللہ کے ساتھ آپ کی رسالت کا بھی اقرار کرتا ہے اور محمد رسول اللّٰہ بھی لازماً کہتا ہے۔ اسی طرح خطبہ۔ نماز تشہد اور اقامت وغیرہ میں جہاں حق سبحانہ کا ذکر ہے وہیں آپ کا بھی ذکر ہے۔ اس سے بڑھ کر رفعت شان اور بلندی مراتب اور کیا ہوسکتی ہے۔ پھر دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں کہ جہاں آپ کا نام لیوا اور عزت واحترام کے ساتھ آپ پر پروانہ وار نثار ہونے والے موجود نہ ہوں۔ زمین پر بے شمار انسان آپ پر درود وسلام بھیجتے رہیں گے۔ اور آسمان میں فرشتوں کی مجلسوں میں آپ کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔ عالم غیب میں بھی آپ سلطان ہیں کوئی جگہ اور محل نہیں جہاں آپ کا ذکر خیر نہ ہو۔ قبر میں بھی حشر میں بھی ملائکہ یہی پوچھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع تھا یا نافرمان آپ پر بھی ایمان لایا تھا یا نہیں۔ جنت کے دروازے اور عرش کے کنگروں پر بھی اسم گرامی مکتوب ہے۔ الغرض کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ کا ذکر نہ ہو اس سے بڑھ کر اور کیا رفعت ہوگی۔

اب چونکہ شہر مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین مومنین طرح طرح کی تکالیف اور شدائد میں گرفتا تھے اس لئے آگے ان کے ازالہ کا وعدہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت دور کردی اس طرح دنیوی راحت میں بھی اللہ کے فضل وکرام کا امیدوار رہنا چاہئے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہر لحہ اور ہر آن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ میں مزید ترقی اور رفعت عطا فرما اور ہم کو شب وروز اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾

سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے تو آپ جب فارغ ہوجایا کریں تو محنت کیا کیجئے۔

وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے۔

فَاِنَّ پس بیشک	مَعَ ساتھ	الْعُسْرِ دشواری	یُسْرًا آسانی	اِنَّ بیشک	مَعَ الْعُسْرِ ساتھ دشواری	یُسْرًا آسانی	فَاِذَا پس جب	
	فَرَغْتَ آپ فارغ ہوں	فَانْصَبْ محنت کریں	وَاِلٰی اور طرف	رَبِّکَ اپنا رب	فَارْغَبْ رغبت کریں			

آسانی کا وعدہ اور اس کی تکمیل

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین باطنی کمالات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب چونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین اہل اسلام طرح طرح کی تکالیف اور شدائد میں گرفتار تھے۔ اس لئے آگے ان آیات میں ان دنیوی تکالیف کے ازالہ کا وعدہ بھی فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ عنقریب آسانی ہونے والی ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت دور کر دی تو اس دنیوی محنت رنج ومشکل میں بھی آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بے شک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی ہونے والی ہے اور چونکہ یہ مشکلات مختلف انواع کی تھیں اور تعداد میں بھی کثیر تھیں اس لئے مکرر بطور تاکید فرما دیا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ضرور موجودہ سختی کے بعد آسانی ہو کر رہے گی۔ اس لئے آپ اطمینان رکھیں چنانچہ کتب احادیث وسیر سے ثابت ہے کہ آخرکار تمام تکالیف کے بادل ایک ایک کر کے چھٹ گئے اور ہر ایک سختی اپنے بعد کئی کئی آسانیاں لے کر آئی۔ اب بھی اللہ کی عادت یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے آس توڑ کر اسی سے لو لگائے اسی کے فضل ورحمت کا امیدوار رہے تو ضرور حق تعالیٰ اس کے حق میں آسانی فرمائیں گے ایک طرح کی نہیں بلکہ کئی طرح کی۔

امت مسلمہ کیلئے عظیم سبق

ان دو آیات فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا میں امت مسلمہ کے لئے عظیم الشان درس عبرت ہے۔ عارضی مصائب وشدائد کی وجہ سے پریشان خاطر نہ ہونا چاہئے خدائے تعالیٰ کا دائمی وعدہ ہے کہ ہر تکلیف کے بعد راحت کا آنا یقینی ہے۔ ظلمت کے بعد نور۔ اور تاریکی کے بعد طلوع سحر ہوا کرتا ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ مومن آسانیوں اور مشکلات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تائید یا ناپسندی کا فیصلہ نہ کرے۔ دنیا کی زندگی میں اگر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت پھر گئی ہے اور اگر آسانیاں ہی آسانیاں میسر آ جائیں تو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی تائید اور پسندیدگی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید ہمیشہ حق کے ساتھ رہتی ہے۔ انسان کا کام یہ ہے کہ وہ پوری سمجھ داری اور ہوش وفکر کے ساتھ حق اور ناحق کو پہچانے اور حق کا ساتھ دے۔ اور ناحق سے بچے اور علیحدہ رہے۔ راہ حق کے مسافر کو مشکلات کے مقابلہ میں کبھی مایوس نہ ہونا چاہئے راہ حق پر جمنے اور صبر کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کا پھل یہی ہے کہ دیر یا سویر اللہ کی مدد آتی ہے اور آسانیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور اس کی شہادت اکثر وبیشتر اہل اللہ کی زندگی کے حالات دیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

اس موقع پر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ جن کا

زمانہ حیات ۴۷۱ھ تا ۵۶۱ھ بے مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ حضرت غوث اعظم وہ مشہور و معروف بزرگ ہستی ہیں جن کا احترام تمام دنیائے اسلام متواتر کرتی چلی آ رہی ہے مگر اب تھوڑے ہی ایسے ہوں گے کہ جو آپ کے زندگی مبارک کے طالب علمی کے دور سے اور زمانہ طالب علمی کے مصائب وشدائد سے واقف ہوں اور یہ زمانہ کچھ دو چار ماہ یا ایک آدھ سال کا نہیں پورے سات سالہ مدت کا زمانہ تھا۔ یعنی ۴۸۸ھ سے ۴۹۶ھ تک۔ اس سات سالہ مدت طالب علمی میں آپ نے بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں۔ آپ حصول علم کے لئے ۱۷ سال کی عمر میں ایک یتیم کی حیثیت سے اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر دور دراز شہر بغداد میں پہنچتے ہیں جہاں نہ اپنا کوئی عزیز و اقارب ہے اور نہ یگانہ اور رفیق۔ اس غریب الوطنی کے عالم میں وطن سے سینکڑوں میل دور آپ فاقہ کشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے۔ کوئی ظاہری وسیلہ اور سہارا تو تھا ہی نہیں اور نہ آپ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتے تھے۔

جب بھوک بہت پریشان کرتی اور حالت غیر ہونے لگتی تو مجبوراً جنگل کی طرف نکل جاتے اور جو گھاس پات نظر آتی اسے کھا کر پیٹ کی آگ بجھاتے۔ برسوں آپ نے دریائے دجلہ کے کنارہ کی جڑی بوٹیوں اور پتوں پر زندگی بسر کی ہے۔ خود حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس طالب علمانہ زندگی میں وہ مصائب گزرے کہ اگر پہاڑ پر بھی پڑتے تو پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا۔ جب تکالیف اور مصائب کا ہجوم زیادہ ہو جاتا تو آپ زمین پر چت لیٹ جاتے اور قرآن کریم کی یہی آیات فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا وردِ زبان کرتے۔ بے شک مصائب و شدائد کے ساتھ سہولت اور آسانیاں بھی ہیں۔ اور بلاشبہ تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ چنانچہ اس کے ورد سے تمام افکار دور ہو جاتے اور طبیعت میں گونہ شگفتگی پیدا ہو جاتی۔ افسوس کہ ہم اب اپنے اکابر سلف صالحین کے کارنامے ان کے حالات زندگی ان کے مخصوص اوصاف و کمالات ان کی ریاضت اور مجاہدوں کے تفصیلی واقعات سے تو بے بہرہ اور لاعلم ہوتے جاتے ہیں کہ جن کے مطالعہ سے امت مسلمہ میں دینی بیداری اور جانی و مالی قربانی کے بلند جذبات پیدا ہوتے۔ دینی ترقی کا سبب اور دینی امور کی طرف رغبت پیدا ہوتی۔ اب تو ہماری نوجوان نسل کو افسانے، ڈرامہ، ٹی وی، ریڈیو، سینما، فلمیں وغیرہ جیسی تباہ کن چیزوں سے فرصت ہی نہیں۔ انہیں کیا خبر کہ ہمارے اسلاف کی زندگیاں ہمارے لئے کیا درس نصیحت ہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ یہ مضمون۔

حق تعالیٰ کے ساتھ کمال محویت رکھنے کی تاکید

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں جن کا ذکر شروع سورۃ میں ہوا تو آپ جب رسالت کے کام مثلاً تبلیغ احکام، وعظ و نصیحت اور تدابیر امور وغیرہ سے فارغ ہو جایا کریں تو شکر کے طور پر دوسری عبادات جو خاص آپ کی ذات سے متعلق ہیں ان میں مشغول ہو جایا کریں۔ آخری آیات فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ میں اسی طرف ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جب آپ خلق کے سمجھانے اور تبلیغ احکام کے پہنچانے سے فراغت پائیں تو خلوت میں اپنے رب کی طرف بلاواسطہ متوجہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کو سمجھانا اور دین کو پہنچانا اور نصیحت کرنا آپ کی اعلیٰ ترین عبادت ہی تھی لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا اور مطلوب یہ تھا کہ بلاواسطہ بھی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے تاکہ ہر کار و ہر شان اور ہر حال میں اسی محبوب حقیقی کی طرف نظر رہے۔ اسی کا شوق اور اسی کا جذبہ محبت آپ کے دل میں جوش زن رہے تاکہ کمال محویت حق تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہو۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمالات اور باطنی انعامات کو بیان فرما کر تعلیم دی گئی کہ آپ جب نبوت کے فرائض یعنی تبلیغ و دعوت وغیرہ سے فراغت پایا کریں تو حق سبحانہ کی عبادت میں لگ جایا کریں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توجہ فرمایا کریں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس ارشاد ربانی فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ کا کیسا حق ادا فرمایا کہ رات کی تنہائی میں آپ اکثر نوافل میں مشغول رہتے اور کبھی اتنا لمبا قیام فرماتے کہ قدم مبارک ورم کر آتے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں

مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آپ پر اگلی پچھلی سب خطاؤں کے معاف کی بشارت نازل ہو چکی ہے تو پھر آپ اس درجہ مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً یعنی جب حق تعالیٰ جل شانہٗ نے مجھ پر اتنے انعام فرمائے تو کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

دعوت اور تبلیغ کے ساتھ ذکر و دعا اور استغفار بھی ضروری ہے

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ اور خلق خدا کو راستہ دکھانا۔ ان کی اصلاح و ہدایت کی فکر یہ آپ کی سب سے بڑی عبادت تھی مگر یہ عبادت بواسطہ مخلوق ہے کہ ان کی اصلاح پر توجہ دیں اور اس کی تدبیر کریں۔ ان آیات کا مقصود یہ ہے کہ صرف اس عبادت بالواسطہ پر آپ قناعت نہ کریں بلکہ جب اس سے فرصت ملے تو بلاواسطہ خلوت میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور نماز ذکر اللہ اور دعا و استغفار میں لگ جائیں کہ اصل مقصود جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ ذکر اللہ اور عبادت بلاواسطہ ہی ہے اور شاید اسی لئے پہلی قسم یعنی عبادت سے فراغت کا ذکر فرمایا کہ وہ کام ایک ضرورت کے لئے ہے اس سے فراغت ہو سکتی ہے اور دوسرا کام یعنی توجہ الی اللہ ایسی چیز ہے کہ اس سے فراغت مومن کو کبھی نہیں ہو سکتی بلکہ اپنی ساری عمر اور توانائی کو اس میں صرف کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علماء جو تعلیم و تبلیغ اور اصلاح خلق کا کام کرنے والے ہیں ان کو اس سے غفلت نہ ہونا چاہئے کہ ان کا کچھ وقت خلوت میں توجہ الی اللہ اور ذکر اللہ کے لئے بھی مخصوص ہونا چاہئے جیسا کہ علمائے سلف کی سیرتیں اس پر شاہد ہیں۔ اس کے بغیر تعلیم و تبلیغ بھی موثر نہیں ہوتی ان میں نور و برکت نہیں ہوتی۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ میں لفظ فانصب نصب سے مشتق ہے جس کے اصلی معنیٰ تعب اور تکان کے ہیں اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ عبادت اور ذکر اللہ اس حد تک جاری رکھا جائے کہ مشقت اور تکان محسوس ہونے لگے۔ صرف نفس کی راحت اور خوشی ہی پر اس کا مدار نہ رہے اور کسی وظیفہ اور معمول کی پابندی خود ایک مشقت اور تعب ہے خواہ کام مختصر ہی ہو"۔ (معارف القرآن جلد ۸)

خلاصہ

اس سورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت آپ کی عظمت اور مقام کا بیان ہے۔ اس سورت میں چار مضمون بیان ہوئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کے تین احسانات۔ شرح صدر یعنی اللہ نے آپ کے دل کو حکمت و نور سے بھر دیا اور ہر قسم کے گناہوں اور گندگی سے پاک کر دیا۔ آپ سے اس بوجھ کو ہٹا دیا جس نے آپ کی کمر کو بوجھل کر رکھا تھا یعنی نبوت اور رسالت کا بوجھ اور اس کے واجبات اور ذمہ داریوں کی ادائیگی۔ آپ کے ذکر کو بلند کر دیا کہ جہاں جہاں اللہ کا ذکر وہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چاہے اذان ہو یا اقامت، تشہد ہو یا خطبہ

اللہ نے مشکلات کو آسان کرنے اور پریشانیوں کو دور کرنے کا وعدہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ تبلیغ و دعوت کی ذمہ داری ادا کرنے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے اس کی عبادت میں لگ جائیں اور اس میں اپنے آپ کو تھکا دیں۔ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ پر توکل کریں اور تمام معاملات میں اسی کی طرف رغبت کریں۔

سورۃ الانشرح کے خواص

۱- اگر کسی کا دل تنگی اور گھٹن میں ہو تو اس کے سینہ پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کیا جائے، انشاء اللہ تکلیف جاتی رہے گی۔

۲- اگر کسی کے دل میں درد ہو تو بھی اس آدمی کے سینہ پر دل کی جانب میں یہ سورۃ پڑھ کر دم کرنے سے راحت ہو جائے گی۔

۳- اگر کسی کو پتھری ہو یا مثانے میں کوئی اور تکلیف ہو تو یہ سورۃ پانی پر دم کر کے وہ پانی پیئے یا کاغذ میں لکھے اور پانی میں دھولے اور پھر وہ پانی پی جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہو اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی۔

	وَالتِّيْنِ قسم ہے انجیر کی	وَالزَّيْتُوْنِ اور زیتون کی	وَطُوْرِ + سِيْنِيْنَ اور طور سینا کی	وَهٰذَا اور اس	الْبَلَدِ شہر	الْاَمِيْنِ امن والا	

سورۃ کی وجہ تسمیہ زمانۂ نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ والتین سے ہوئی ہے۔تین عربی زبان میں انجیر کو کہتے ہیں۔اِسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔یہ بھی مکی سورۃ ہے اور ابتدائی دور میں مکہ میں اس کا نزول بیان کیا گیا ہے۔

انجیر، زیتون، طور سینا اور شہر مکہ کی قسم

اس سورۃ کی ابتدا بھی گذشتہ چند سورتوں کی طرح قسمیہ کلام سے فرمائی گئی ہے۔یہاں سورۃ کی ابتدا میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے پہلی قسم فرمائی گئی وَالتِّيْنِ یعنی قسم ہے انجیر کی۔دوسری قسم ہے وَالزَّيْتُوْنِ قسم ہے زیتون کی وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ قسم ہے اس شہر امین کی ان چاروں قسموں میں طور سینا اور بلد امین تو مفسرین کے نزدیک بالاتفاق دو متعین جگہ ہیں۔یعنی طور سینا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام باری تعالیٰ حاصل ہوا۔اور بلد امین یعنی محفوظ یا امانت دار شہر مکہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی اور آخری امانت قرآن کریم اول اسی شہر میں اتاری گئی۔جاہلیت میں بھی یہ شہر امن کا شہر رہا ہے۔اسلام سے پہلے عرب میں باوجودیکہ ہر جگہ جنگ وجدل۔مار دھاڑ۔لوٹ کھسوٹ ہوتی رہتی تھی مگر مکہ میں کوئی اپنے دشمن کے درپے نہ ہوتا تھا۔اور اسلام میں بھی اس کی یہی حرمت تا قیامت باقی رہی۔مگر تین اور زیتون میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں تاہم اکثر علمائے محققین کا قول یہی ہے کہ تین سے انجیر کا پھل اور زیتون سے بھی زیتون کا پھل مراد ہے۔

انجیر کی خصوصیات وفوائد

اب سوال ہوتا ہے کہ ان دو پھلوں میں کیا شرف ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اُن کی قسم کھائی؟ اس کے جواب میں علماء نے لکھا ہے کہ انجیر کا پھل بھی عجیب اور خصوصیات کا حامل ہے کہ جس میں نہ گٹھلی نہ پوست۔پھر غذا بھی ہے۔دوا بھی ہے اور میوہ بھی ہے۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے انجیر کے بہت سے فوائد تحریر فرمائے ہیں۔منجملہ اُن فوائد کے لکھا ہے کہ انجیر کو اور میووں سے ایک خصوصیت ظاہر اور ایک خصوصیت باطنی ہے جو ظاہری خصوصیات ہیں وہ یہ ہیں کہ سریع الہضم۔اور ملین طبع ہے۔گندے اور سڑے ہوئے مواد کو بدن کے اندر سے پسینہ کی راہ نکال دیتا ہے اسی واسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہے۔بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور گردہ اور مثانہ کو ریگ سے پاک کردیتا ہے۔بدن کو فربہ کرتا ہے اور مسام کو کھول دیتا ہے اور کبد (جگر) اور طحال (تلی) کے مسامات کھولتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ظاہر و باطن میں ان چاروں چیزوں کو فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کو بھی درست فرمادے اور ظاہر کے ساتھ باطن کی نورانیت ہم کو عطا فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ

کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے۔ لیکن جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝

ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کیلئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے

غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ۝

بارہ میں منکر بنارہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا البتہ ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	فِیْ میں	اَحْسَنِ بہترین	تَقْوِیْمٍ سانچہ	ثُمَّ پھر	رَدَدْنٰهُ ہم نے اسے لوٹا دیا	اَسْفَلَ سب سے نیچا	
سٰفِلِیْنَ نیچوں والا	اِلَّا سوائے	الَّذِیْنَ جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	فَلَهُمْ تو ان کیلئے	اَجْرٌ اجر	غَیْرُ نہ
مَمْنُوْنٍ ختم ہونے والا	فَمَا یُكَذِّبُكَ پس کیوں تو جھٹلاتا ہے	بَعْدُ اسکے بعد	بِالدِّیْنِ دین (روز جزا)	اَلَیْسَ کیا نہیں	اللّٰهُ اللہ			
بِاَحْكَمِ سب سے بڑا حاکم	الْحٰكِمِیْنَ تمام حاکم							

چار قسموں اور انکے جواب کے درمیان مناسبت

گذشتہ ابتدائی آیات میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی تھی۔ انجیر' زیتون' طور سینا اور امن والے شہر کی۔ ان چار چیزوں کی قسم کھانے کے بعد فرمایا جاتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بہترین اور نہایت عمدہ حالت اور انداز پر پیدا کیا ہے۔ تو پہلی قسم جو انجیر کی کھائی گئی اُس سے مناسبت جواب قسم کو یہ ہے کہ جس طرح یہ پھل باوجود مختصر جسامت ہونے کے بے شمار فوائد کا مجموعہ ہے اسی طرح وجود انسانی بھی جسم میں چھوٹا ہے لیکن مختلف قوتوں کا پُتلا ہے اور گوناگوں جذبات و اسرار کا مخزن ہے۔ اسی طرح انسان مٹھی بھر ہڈیوں میں اللہ نے ایسی صلاحیت بھر دی ہے کہ جو پہاڑوں اور سمندروں کو مسخر کر سکتی ہے۔ دوسری قسم زیتون کی کھائی گئی۔ زیتون کا پھل بھی فوائد کا مجموعہ ہے اور جس طرح زیتون میں روغن موجود ہے اس طرح انسانی جسم میں روح پوشیدہ موجود ہے اور جس طرح زیتون کے تیل سے چراغ روشن کئے جاتے ہیں جو تاریکی میں اردگرد کی چیزوں کو منور کر دیتے ہیں اسی طرح اگر روح انسانی کو پاک صاف کرایا جائے تو اس سے بہت سے ظلماتی قلوب منور ہو سکتے ہیں۔ تیسری قسم طور سینا کی کھائی گئی جو وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی بخشا گیا۔ توراۃ عطا کی گئی اور تجلّی الٰہی سے سرفراز فرمایا گیا۔ گویا طور سینا کو بطور شاہد پیش کیا گیا کہ دیکھو انسان میں کس قدر ترقی کا مادہ رکھا ہے اور اس میں کیسی کیسی قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں کہ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے۔ سب سے اخیر میں الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی گئی جہاں سارے عالم کے سردار۔ اشرف الانبیاء والمرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی آخری امانت قرآن کریم ابتداً اسی شہر میں نازل کی گئی اور جہاں خانہ کعبہ کی تعمیر سے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام جیسی اولوالعزم اور برگزیدہ ہستیوں کا تعلق وابستہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا مرتبہ حاصل ہوا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ کا لقب ملا کہ جنہوں نے قربانی کیلئے اپنے آپ کو حاضر کر دیا۔ تو یہ مکہ کی سرزمین اور کعبۂ مکرمہ اس امر پر شاہد ہیں کہ انسانی روح جوشِ محبت اور عشق الٰہی میں کہاں تک ترقی کر سکتی ہے۔

انسانی حسن

الغرض ان چاروں قسموں کے بعد فرمایا گیا لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ بے شک ہم نے انسان کی ساخت اچھی سے اچھی بنائی اور انسان کو بڑے عمدہ انداز اور شان میں پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظاہری خوبصورتی بھی عطا کی اور باطنی محاسن سے بھی مالا مال کیا۔ یہ تو سب مانتے ہیں کہ تمام جانداروں میں انسان کو جو بہترین صلاحیتیں اور عقل وفہم کی قوتیں عطا کی گئی ہیں وہ کسی کو نہیں دی گئیں۔ اللہ نے اپنی اس مخلوق انسان کو انتہائی اعلیٰ درجہ کی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور ان صلاحیتوں سے کام لینے کیلئے انسان کو بہترین ساخت اور انتہائی موزونیت کا جسم عطا کیا گیا ہے۔ انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کی ظاہری خوبیاں اور کمالات کیا کیا ہیں؟ اس کی تفصیلات تو اتنی زیادہ ہیں کہ باوجود انسانی علم نے جواب تک ترقی کی ہے۔ اور انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کی ساخت کے بارہ میں اسے اب تک جو کچھ معلوم ہوسکا ہے وہی اتنا زیادہ ہے کہ اگر اُسے کوئی قلم بند کرنا چاہے تو دفتر کے دفتر سیاہ کردینے کے بعد بھی تشریح و تفصیل کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ موجودہ سائنسی ترقی نے جو انسانی جسم پر تحقیق اور ریسرچ جدید ترین آلات کی مدد سے کی ہے اور انسان کی آنکھ۔ کان۔ ناک۔ ہاتھ پیر۔ معدہ۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ گردہ۔ نس۔ پٹھے۔ اعصاب وغیرہ کی موزونیت اور ساخت پر جو کچھ انکشافات کئے ہیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ تاہم اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تشریح کا حق ادا نہیں ہوا۔

عجیب واقعہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلوی نے امام شافعیؒ کے زمانہ کی ایک حکایت نقل کی ہے کہ امام شافعیؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تھا کہ ان لم تکونی احسن من القمر فانت طلاق۔ اگر تو چاند سے اچھی نہ ہوگی تو تجھ کو میں نے طلاق دی۔ اسپر سب علماء اس وقت کے حیران ہوئے اور طلاق پڑنے کا حکم دیا جب یہ استفتاء امام شافعیؒ کے پاس پہنچا تو فرمایا طلاق واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ اسکی عورت انسان ہے اور انسان کیلئے حق جل وعلا نے فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا فرمایا ہے۔ اگر چاند کی صورت اس سے اچھی ہوتی تو احسن تقویم انسان کی تعریف میں کیوں فرماتا۔

معنوی انسان کی صلاحیتیں

اس بہترین ساخت کے جسم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین فطرت سے بھی نوازا ہے۔ اسے اچھائی برائی کی تمیز بخشی ہے۔ اسے اختیار اور ارادے کی آزادی عطا فرمائی ہے۔ اگر انسان نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے تو اونچا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ دنیا میں ہر بچہ فطرت سلیمہ یعنی فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

گویا وہ نیکی کا مادہ لے کر دنیا میں آتا ہے اور گویا وہ نیکی ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اکیسویں پارہ سورۂ روم میں ارشاد ہے فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فطرت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کرسکے۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ نے ایسی ہی بنائی ہے لیکن گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر ہوکر فطرت الٰہیہ کو خراب اور ضائع کردیتا ہے جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کو تم اپنے اختیار اور ارادے سے بدل کر خراب نہ کرو۔ اور احادیث صحیحہ میں بھی تصریح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعدہٗ ماں باپ اسے یہودی۔ نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حُنَفَاءَ" پیدا کیا پھر شیاطین نے پھسلا کر انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ غرض کہ انسان کے جسم کی ظاہری بناوٹ کو دیکھئے یا اس کے اندر رکھی ہوئی صلاحیتوں پر نظر کیجئے ہر اعتبار

سے غور کرنے کے بعد یہی ماننا پڑتا ہے کہ واقعی انسان کی ساخت اچھی سے اچھی بنائی گئی اور بہترین صلاحیتوں سے اسے نوازا گیا۔ اور اسی کی طرف لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ میں اشارہ فرمایا گیا۔

انسانی ذمہ داریوں کی نزاکت

اب اس بہترین جسمانی ساخت اور اندرونی صلاحیتوں سے کام لینے کی انسانوں کیلئے دو صورتیں ممکن ہیں اور انسانوں کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ وہ ان صورتوں میں سے جسے چاہے اپنے ارادہ سے اختیار کرے۔ وہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے اور کوئی مخلوق اس کی ہم سری نہ کر سکے اور چاہے تو برائی کی طرف بھی بڑھ سکتا ہے اور نیچے سے نیچے درجہ تک گر کر بدترین نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ اسی کو فرمایا گیا ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ پھر ہم نے اس کے اعمال بد کی وجہ سے اس کو نیچے کے درجہ میں پھینک دیا۔ تو جس نے دنیا میں آ کر اپنی فطری نیکی کی حفاظت نہ کی اور خدا کی دی ہوئی صلاحیتوں اور بہترین جسمانی ساخت کی قدر نہ کی اور اپنی قوتوں کو غلط راستوں پر لگایا جس کے نتیجہ میں وہ اتنا گرا کہ جانوروں کو بھی مات کر دیا۔ اور انتہائی پستی تک گرتا چلا گیا۔ البتہ انسانوں کے جس گروہ نے بھلائی کا رخ اختیار کیا۔ خدا کی دی ہوئی عقل وفہم سے کام لے کر کائنات کے خالق اور مالک کو پہچانا اور اس کی بھیجی ہوئی ہدایات پر کان دھرا۔ اُس کے احکام کے پیروی کی اور قانون الٰہی کے آگے قولاً اور فعلاً سر تسلیم خم رکھا اور وہ تمام کام کئے جو اُس کے آقا اور مالک کو پسند تھے اور ان تمام کاموں سے بچا جو آقا کو ناپسند تھے تو ایسے ہی لوگ اپنی اصلی فطرت پر قائم رہے اور یہی گروہ انسانیت کا اصل سرمایہ ہے اور انہی کے بارہ میں یہ اعلان کیا گیا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو اُن کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی ایسی عنایات سے آخرت میں نوازے گا جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

انکار آخرت کی گنجائش نہیں

یہ بیان فرما کر اب اخیر میں ایسے منکر انسان سے جو نہ آخرت کو مانتا ہے نہ جزا وسزا کا قائل ہے خطاب ہوتا ہے فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ اے انسان! پھر کونسی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے یعنی اے انسان! ان دلائل و براہین کے ہوتے ہوئے وہ کونسی دلیل ہے جس کی بنا پر تو قیامت و آخرت کا انکار کر رہا ہے؟ غور تو کر کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بہترین شکل وصورت۔ ساخت و بناوٹ میں پیدا کیا اور اس میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے۔ کوئی مخلوق اس کی ہم سری نہ کر سکے لیکن انسان خود اپنی بدتمیزی۔ بدعملی اور کج روی سے ذلت اور ہلاک کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے۔ کسی ایمان دار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا بلکہ اس کے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزا وسزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے۔ ہاں ایک ہی صورت انکار و تکذیب کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سرا کارخانہ فرض کر لیا جائے جس پر نہ کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین وقانون جاری ہو۔ نہ کسی بھلے بُرے پر کوئی گرفت کر سکے تو اس کا جواب یہ ہے اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں یعنی اس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔ عقل کی رو سے انصاف کا بھی یہ تقاضا ہے کہ اچھائی کا اچھا اور برائی کا برا بدلہ ملے تو پھر کیا وجہ ہے کہ انسان آخرت میں ملنے والی جزا وسزا کی خبر سن کر انکار کرے؟ عدل وانصاف خدا کی صفت ہے اور وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی یہ صفات ظاہر نہ ہوں؟ اور ایک ایسا وقت نہ آئے کہ جب وہ پورے حق وانصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

مسئلہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی سورۃ التین پڑھے اور اس آیت پر پہنچے اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟ تو چاہیے کہ کہے بلی وانا علی ذلک من الشاهدین۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ

کرحاکم ہے اور ہم اس پر گواہ ہیں مگر یہاں یہ مسئلہ سمجھ لیا جائے کہ اگر نماز میں امام سے یہ سورت سنے تو یہ جملہ بلی وانا علی ذالک من الشاھدین زبان سے نہ کہے صرف دل میں کہے اور بیرون نماز سنے تو زبان سے کہے یہ احناف کے نزدیک مسئلہ ہے اور دوسرے ائمہ ہر جگہ نماز میں سنے یا غیر نماز میں جواب زبان سے دینے کا حکم دیتے ہیں۔

خلاصہ

اس میں تین امور بیان ہوئے ہیں جن کا انسان سے اور اس کے عقیدے سے تعلق ہے: نوع انسانی کی تکریم اس کی تکریم کے مختلف پہلو ہیں یہاں ان میں سے ایک پہلو کا بیان ہے وہ یہ کہ انسان کو بہت خوبصورت پیدا کیا گیا ہے یہ خوبصورتی جسمانی اور ظاہری شکل کے اعتبار سے بھی ہے اور عقلی وروحانی کمالات کے اعتبار سے بھی۔

جب انسان انسانیت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اور ناشکرا پن کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اسے نیچوں سے بھی نیچے گرادیا جاتا ہے حیوانی اور شہوانی زندگی کو اپنا مقصد بنا کر وہ حیوانوں سے بھی زیادہ پستی میں جا گرتا ہے۔ البتہ ایمان وعمل صالح والے اس پستی سے بچے رہتے ہیں۔

وہ اللہ جو پانی کے ایک قطرے سے ایسا خوبصورت انسان پیدا کرسکتا ہے وہ انسان کو دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے ویسے بھی دوبارہ پیدا کرنا اور حساب وجزا اس کے حاکم اور عادل ہونے کا تقاضا ہے۔

سورۃ التین کے خواص

۱..... اگر مسافر سفر میں کوئی خطرہ محسوس کرتا ہو تو اپنے ساتھ سورۃ التین رکھے۔ سفر سے لوٹنے تک وہ ہر قسم کے امن میں رہے گا۔

۲..... کھیتی اور باغ کے پھل پھول میں برکت اور حفاظت مطلوب ہو تو سفید شیشہ کے پاک برتن میں سورۃ التین لکھے اور اسے بارش کے پانی سے دھو کر کھیتی اور باغ میں چھڑکے، ان شاء اللہ کھیتی اور باغ خوب پھلے پھولے گا اور ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

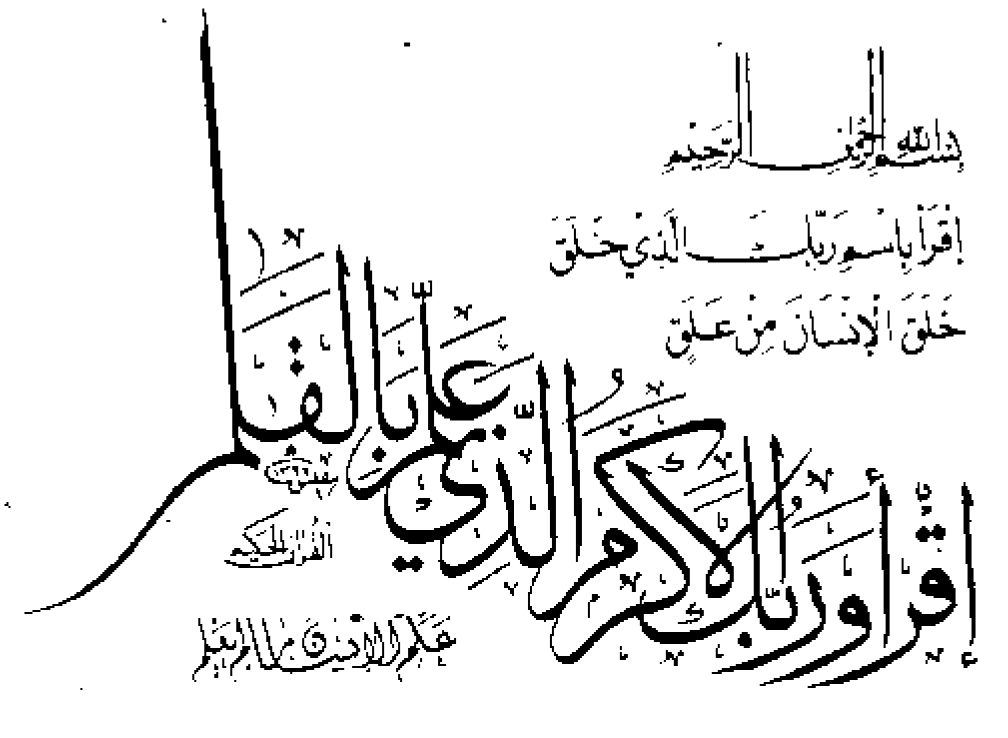
حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر اسلام وایمان کی دولت عطا فرمائی۔

یَا اَللّٰہُ ہمیں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور قیامت وآخرت کے یقین کے ساتھ اس کی تیاری کی بھی توفیق عطا فرما۔ اور اُس انصاف اور جزا وسزا کے دن میں یا اللہ اپنی رحمت سے ہم کو نواز دیجئے اور اپنے اُن بندوں کے ساتھ ہم کو شامل فرما دیجئے کہ جن کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ آمین

یَا اَللّٰہُ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

یَا اَللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرمادیں گے اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ (۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ (۲) اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ (۳)

اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجیے اور آپکا رب بڑا کریم ہے۔

الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ (۴) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۗ (۵)

جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو اُن چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

اِقْرَاْ آپ پڑھیے	بِاسْمِ نام سے	رَبِّكَ اپنا رب	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	عَلَقٍ جما ہوا خون
اِقْرَاْ پڑھیے	وَرَبُّكَ اور آپ کا رب	الْاَكْرَمُ بڑا کریم	الَّذِيْ وہ جس نے	عَلَّمَ سکھایا	بِالْقَلَمِ قلم سے	عَلَّمَ سکھایا	
الْاِنْسَانَ انسان	مَا لَمْ جونہ	يَعْلَمْ وہ جانتا تھا					

وجہ تسمیہ: علق جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ اسی سے سورۃ کا نام علق ماخوذ ہے۔ اس سورۃ کو سورۃ اقراء بھی کہتے ہیں جس لفظ سے کہ اس سورۃ کی ابتدا ہوئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا نزول

اس سورۃ کی یہ ابتدائی پانچ آیات زیر تفسیر اکثر و بیشتر مفسرین کے نزدیک سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ گویا قرآن پاک کی وحی کی ابتداء انہی آیات سے شروع ہوئی۔ انبیاء و مرسلین اگرچہ نبوت و رسالت سے پہلے نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر ولی اور صدیق ضرور ہوتے ہیں اور ان کی ولایت ایسی کامل اور اتم ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے ولی اور صدیق کی ولایت کو انکی ولایت سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جو قطرہ کو دریا کے ساتھ یا ذرہ کو آفتاب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابتدا ہی سے شرک اور بت پرستی اور تمام مراسم شرک سے بالکل پاک اور منزہ رہے۔

ابتداہی سے ان حضرات کے قلب مطہر توحید وتفرید۔خشیت و معرفت سے لبریز ہوتے ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جو حضرات عنقریب کفروشرک کے مٹانے کیلئے اور ہر فحشاء ومنکرات سے بچانے کیلئے اور خیر کی طرف دعوت دینے کیلئے منجانب اللہ مبعوث ہونے والے ہیں اور خدا کے مجتبیٰ اور مصطفیٰ برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ بننے والے ہیں وہ خود ہی معاذ اللہ منصب نبوت ورسالت کی سرفرازی سے پیشتر کفروشرک کی نجاست میں ملوث اور فواحش ومنکرات کی گندگی سے آلودہ ہوں۔حاشاثم حاشا۔مطلقاً ناممکن اور محال ہے۔

الغرض جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۴۰ سال ہوگئی تو آپ کو خلوت محبوب ہوگئی اور آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے جو مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اب اس پہاڑ کا نام جبل نُور ہے۔اور آپ وہاں کئی کئی روز رہ کر عبادت الٰہی میں تنہا مستغرق رہتے اور نبوت سے چھ ماہ پہلے سے آپ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے۔کہ ایک دفعہ اچانک دوشنبہ کے دن۔ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دوشنبہ کے دن ۱۷ رمضان المبارک غار حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور پہلی وحی یعنی اسی سورۃ اِقراء کی ابتدائی ۵ آیات لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرف بہ نبوت ہوگئے۔فرشتہ آپ کے سامنے آیا اور اُس نے کہا ''اقراء''یعنی پڑھیے۔آپ نے فرمایا ما انا بقاری ءمیں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس جواب پر فرشتہ نے مجھے پکڑا اور سینہ سے لگا کر زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہونے لگی تو چھوڑ دیا اور پھر کہا''اقراء''یعنی پڑھیے۔میں نے وہی جملہ اب بھی کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں کہ اس جواب پر مجھے پھر اس نے پکڑا اور دوبارہ زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہونے لگی تو چھوڑ دیا اور پھر کہا پڑھئے میں نے پھر وہی کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے اس دفعہ بھی پکڑا اور سہ بارہ زور سے دبایا پھر چھوڑ کر کہا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو تین بار خوب زور سے سینہ سے لگا کر دبانا بغرض تقویت استعداد تھا کہ وحی بار گراں آسان ہوجائے۔الغرض یہ پانچ آیتیں وہ ہیں کہ جن سے وحی کی ابتدا ہوئی۔بقیہ آیات مکہ ہی میں کسی دوسرے موقع پر نازل ہوئی ہیں جو اس سورۃ میں شامل کردی گئیں۔

تلاوت سے پہلے تعوذ وتسمیہ کا حکم

جیسا کہ اوپر ان آیت کے شان نزول کے بارہ میں بتلایا گیا۔ یہی وہ پانچ آیات ہیں جو بالکل پہلی وحی کی صورت میں اُس وقت اتریں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت خداوندی کیلئے تشریف فرما تھے کہ دفعۃً جبرئیل علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے اور کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تک یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر جو قرآن نازل ہوا ہے یا آئندہ ہوا کرے گا وہ آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے یعنی جب پڑھنے لگیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔کہہ لیا کریں۔بعض روایات میں اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہونا بھی آیا ہے۔اور پھر بعد میں قرآن پاک کی دوسری آیت فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (سورہ نحل) میں اعوذ پڑھنے کا بھی حکم آیا اور ان دونوں امر سے مقصود توکل اور استعانت باللہ ہے۔

جسمانی تربیت

لفظ میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جس رب نے ولادت سے لے کر اس وقت تک آپ کی ایک عجیب اور نرالی شان سے تربیت فرمائی وہی اب بھی آپ کی کمال روحانی تربیت فرمائے گا اور نبوت کے تمام اعلیٰ درجات تک آپ کو پہنچائے گا۔اس کے بعد رب کی صفت بیان کی کہ وہ رب ایسا ہے الَّذِيْ خَلَقَ کہ جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور سب کی تربیت فرمائی بالخصوص خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کر کے آسمان ترقی پر پہنچا دیا۔ انسانی جوہر یعنی نطفہ جب عورت کے رحم میں پہنچتا ہے تو اللہ کے حکم سے اس میں تغیر اور تبدل شروع ہوتا ہے وہی نطفہ کچھ دنوں بعد خون بستہ ہوجاتا ہے اور پھر کچھ دنوں بعد ترقی کر کے خون کا لوتھڑا بن جاتا

ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس میں مختلف اجزا ہاتھ۔ پاؤں۔ سر۔ دل و دماغ پیدا ہوجاتے ہیں۔ پھر اسکے بعد اس میں جان ڈالی گئی پھر رحم کے اندر ہی غذا بھی مہیا کی۔ پھر جیتا جاگتا انسان ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ میں اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کا اظہار فرمارہے ہیں کہ کس طرح ایک خون بستہ کو تغیر وتبدل دے کر اس انسان کو پیدا کیا اور پھر اس کے پیدا ہونے بعد ربوبیت کا یہ سامان فرمایا کہ ماں کے پستانوں میں دودھ پیدا کیا اور بچہ کو دودھ پینا اور چوسنا سکھایا۔ پھر جب بچہ کے جسم میں دوسری غذا کے لئے قابلیت پیدا ہوگئی اور دانت نکل آئے معدہ میں قوت آگئی تو دوسری غذائیں کھانے کی قابلیت اور ان کے ہضم کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔ تو ربوبیت کا یہ سلسلہ دنیاوی ترقی ہی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسرے عالم تک چلا جاتا ہے جس کو عالم روحانی کہتے ہیں۔

تعلیم وتبلیغ کے وسائل

اس کے بعد دوبارہ بغرض تاکید فرمایا اقراء آپ قرآن پڑھا کیجئے کیونکہ تبلیغ کا ذریعہ بھی قراءت قرآن ہے اور چوں کہ تبلیغ احکام خداوندی ایک اہم اور مشکل فریضہ ہے جس میں آپ کو غیبی امداد کی بھی ضرورت تھی اس لئے آگے تسلی کیلئے فرمایا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑا کریم ہے اس لئے وہ آپ کے اس کام میں دستگیری فرمائے گا اور یہ اُس کریم کی کریمی ہی ہے کہ جو اس نے انسان کو قلم کے ذریعہ لکھنا پڑھنا سکھایا۔ تا کہ جو مطالب ذہن میں ہوں وہ کاغذ پر ثبت ہوسکیں۔ اس پر وہ خود بھی بھولی ہوئی بات کو یاد کرسکتا ہے اور آئندہ نسلوں کیلئے بھی وہ مضامین محفوظ ہوجاتے ہیں۔ قلم پر نہ صرف حکومت وسلطنت۔ تجارت۔ لین دین صنعت وحرفت ہی کا دارومدار ہے بلکہ علوم دینیہ اور کتاب اللہ کی حفاظت اور آئندہ نسلوں تک انکو پہنچانا اسی پر منحصر ہے لہٰذا تعلیم وتعلم کا اہم ذریعہ یہی قلم ہے۔ تو انسانوں کو قلم کے ذریعہ سے لکھنا لکھانا اور اس کا پڑھنا پڑھانا یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان وکرم ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ انسان کو اُن چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔ صدہا علوم سکھائے۔ دنیاوی انتظام کے قوانین سے واقف کاربنایا۔ مخلوقات کے ایسے ایسے اسرار وحکم پر متنبہ کیا جن کی بدولت ہزاروں حیرت انگیز ایجادات و اختراعات ظہور میں آئیں۔ الغرض تعلیم وتعلم صرف کتابت ہی میں منحصر نہیں دوسرے اسباب سے بھی تعلیم دی جاسکتی ہے۔ اس لئے اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گو آپ ظاہراً لکھنا پڑھنا نہیں جانتے مگر جب اللہ نے آپ کو قراءت کا امر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اور ذرائع سے آپ کو قراءت وحفظ علوم وحی پر قدرت عطا فرمائیں گے۔ ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تعلیم الٰہی کے دو طریقہ ہیں ایک تعلیم قلم یعنی کتابی تعلیم دوسرے تعلیم روحانی یا لدنی جو وحی والہام کے ذریعہ سے انبیاء اور اولیائے کاملین کو ہوتی ہے۔

زندگی کا سب سے اہم کام

ان آیات کے تحت بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس پہلی وحی میں سب سے پہلے جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ اِقرا ہے یعنی ''پڑھو'' اس پہلے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ انسان کیلئے اس زندگی کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ صحیح علم حاصل کرے۔ وہ علم جو اُس کے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ کیونکہ پڑھنا ایک ایسا فعل ہے جس سے ایک شخص دوسرے کے خیالات کو جانتا ہے اور جو باتیں اُسے نہیں معلوم ہوتیں اُس فعل سے اُسے وہ باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اور اسلام نصیب فرمایا اور قرآن پر ایمان عطا فرمایا اور اپنی بے شمار نعمتوں سے ہم کو نوازا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا حقیقی شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ﴿٦﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿٧﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿٨﴾

سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے۔ اے مخاطب تیرے رب کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا۔

كَلَّآ ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَيَطْغٰى سرکشی کرتا ہے	اَنْ رَّاٰهُ اگر اپنے تئیں دیکھے	اسْتَغْنٰى بے پروا	اِنَّ بیشک	اِلٰى طرف	رَبِّكَ اپنا رب	الرُّجْعٰى لوٹنا ہے

قرآن کریم کی ترتیب نزولی

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اس سورۃ اقراء کی ابتدائی ۵ آیات پہلی وحی کی صورت میں مکہ معظمہ میں غار حرا میں نازل ہوئی تھیں۔ مزید یہ آیات بعد میں مکہ ہی میں نازل ہوئیں اور اس سورۃ میں شامل کر دی گئیں۔

انسان کی ناشکری وسرکشی

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خلاقیت اور ربوبیت کا ذکر فرمایا تھا اور انسانوں پر اپنے احسانات جتلائے تھے۔ توان احسانات کا مقتضی تو یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا مرہون منت ہوتا اور اس کا شکر گزار اور تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنتا مگر انسان جس سے یہاں مراد کافر انسان ہے کیسا ناشکرا ہے کہ بجائے مرہون منت ہونے کے الٹی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور حد انسانیت سے تجاوز کر جاتا ہے اسی کو فرمایا گیا كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى سچ مچ بے شک انسان حد سے باہر نکل جاتا ہے یعنی اس انسان کی اصل تو اتنی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور جاہل محض تھا۔ خدا نے علم دیا مگر وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا۔ دنیا کی زندگی اور مال دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے۔

شان نزول

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں اشارہ ابوجہل ملعون کی طرف ہے اور یہاں اِنَّ الْاِنْسَانَ سے مراد ابوجہل ہے۔ اور سبب نزول ان آیات کا یہ لکھا ہے کہ ایک بار ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا میں تم کو بارہا منع کر چکا ہوں۔ آپؐ نے اس کو جھڑک دیا تو کہنے لگا کہ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر اب کی بار نماز پڑھتے دیکھوں گا تو (نعوذ باللہ) آپ کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا۔ چنانچہ ایک بار وہ اسی قصد سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھ کو ایک خندق آگ کی حائل معلوم ہوئی اور اس میں کچھ پردار چیزیں نظر آئیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے اگر اور آگے آتا تو فرشتے اس کو بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالتے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ ابوجہل کفر میں اور اللہ کے مقابل غرور میں حد سے بڑھ رہا ہے۔

انسان کی سرکشی کا سبب

اس کی وجہ یہ ہے اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اس لئے کہ وہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے یعنی اپنے آپ کو منعم حقیقی کا دست نگر نہیں سمجھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پرواہ ہی نہیں۔ اگر عام معنی آیت کے لئے جائیں تو یہ ہوں گے کہ سرکش انسان اپنے آپ کو اس منعم کا محتاج نہیں سمجھتا اور خیال کرتا ہے کہ مجھے کیا پرواہ ہے۔ مجھ میں زور و قوت ہے میرے پاس مال دولت ہے۔ مجھے علم و ہنر حاصل ہے اور اگر اس چودھویں صدی کے سرکش دہریئے اور نیچری اور سائنسی انسان کو لیا جائے تو وہ علاوہ مال واسباب جاہ و حشمت تخت و تاج، لشکر وخدم کے یہ بھی سمجھتا ہے کہ عناصر اربعہ یعنی آگ، پانی ہوا، مٹی۔ میرے خدمت گار ہیں۔ میں بجلی کی طاقت کو بس میں لا کر تار کے ذریعہ سے پل بھر میں سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنا پیام بھیج سکتا ہوں میرا الہام بھی کچھ کم نہیں۔ کہربائی طاقتوں سے وہ حیرت انگیز کام کر سکتا ہوں جو کوئی اور نہیں کر سکتا۔ بھاپ کو بس میں کر کے کیسی کیسی مشین چلا سکتا ہوں۔ بھاپ کے زور سے ہزاروں من کھینچنے والی تیز رفتار ریل بنا سکتا ہوں۔ سمندر کے سفر کے لئے میں نے اپنے علم و عقل سے وہ سامان بہم پہنچائے کہ سمندر پر میری حکومت ہوگئی۔ اب میں دنیا کو چھوڑ کر چاند پر پہنچنے لگا ہوں۔ میں نے وہ دوربینیں ایجاد کی ہیں کہ لاکھوں کوس کے ستارے

میرے سامنے آ جاتے ہیں۔ میں نے معاش میں ایسی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں اور ایسے ایسے پر لطف مسکن بنانے جانتا ہوں کہ کوئی کیا بنائے گا۔ الغرض جن جن نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے تھا یہ انسان انہی پر اکڑنے لگا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و سرکشی کرنے لگا۔ کوئی زور و قوت پر کوئی حسن و جمال پر کوئی حسب و نسب پر کوئی مال و جاہ پر کوئی حکومت و سلطنت پر کوئی علم و ہنر پر کوئی اپنی ایجادات و مصنوعات پر کوئی اختراعات و تحقیقات پر یہاں یہ جتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا احسان مند اور شکر گزار اور فرمانبردار بندہ بنتا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا اور اس سے سرکشی برتتا اور اپنے کو منعم حقیقی کا محتاج اور دست نگر نہیں سمجھتا اور اس مالک حقیقی سے بے پروائی اور استغناء کا اظہار کرتا ہے۔ ایسے انسان سے مراد ابوجہل بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا شان نزول سے معلوم ہوا۔ مکہ کے کافر اور مشرک بھی ہو سکتے ہیں اور ہر زمانہ اور آج کل کے دہریے۔ کافر و مشرک' نیچری' فلسفی اور سائنس دان بھی ہو سکتے ہیں۔ اور یہ سرکشی اور ناشکر گزاری علی قدر مراتب ہمیشہ سے انسان میں چلی آتی ہے۔

انسانی سرکشی کا رد

اس اظہار کے بعد اس انسانی سرکشی کا رد فرمایا جاتا ہے اور آگے بتلایا جاتا ہے۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی یعنی اے انسان تجھ کو اول بھی اللہ ہی نے پیدا کیا اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت اس تکبر اور احسان فراموشی کی حقیقت کھلے گی کیوں کہ موت سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔ بڑے بڑے فلسفی حکیم و دانا اور سائنس دان بھی اپنی صحت و زندگی کی بقا کی کوئی تدبیر نہ کر سکے۔ آخر ایک روز یہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والا سرکش انسان بھی اس دنیا سے چل دیتا ہے اور بے حس و حرکت ہو کر گر پڑتا ہے۔ اب اس کی روح اس عالم دنیا سے دوسرے عالم کو منتقل ہو جاتی ہے۔ اور وہاں اس کی روح اپنے کئے کا بدلہ پاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور حق تعالیٰ نے ہم پر جو بے انتہا احسانات فرمائے ہیں ان کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

یَا اللّٰہُ! میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں' میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے' سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا۔ اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴿١٠﴾ أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ﴿١١﴾ 4

اے مخاطب بھلا اُس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو

أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ﴿١٢﴾ أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٣﴾ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِن

یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو۔ کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں

لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾

اگر یہ شخص باز نہ آوے گا تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پیشانی ہے گھسیٹیں گے۔ سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلالے۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ﴿١٩﴾ (السجدة)

ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے۔ ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانیے اور آپ نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے۔

أَرَأَيْتَ کیا آپ نے دیکھا	الَّذِي وہ جو	يَنْهَىٰ روکتا ہے	عَبْدًا ایک بندہ	إِذَا جب	صَلَّىٰ وہ نماز پڑھے	أَرَأَيْتَ بھلا دیکھو	إِن اگر
كَانَ ہوتا	عَلَى پر	الْهُدَىٰ ہدایت	أَوْ أَمَرَ یا حکم دیتا	بِالتَّقْوَىٰ پرہیزگاری کا	أَرَأَيْتَ بھلا دیکھیں	إِن اگر	كَذَّبَ اس نے جھٹلایا
وَتَوَلَّىٰ اور منہ موڑا	أَلَمْ يَعْلَم کیا نہ جانا	بِأَنَّ کہ	اللَّهَ اللہ	يَرَىٰ دیکھ رہا ہے	كَلَّا ہرگز نہیں	لَئِن اگر	لَّمْ يَنتَهِ نہ باز آیا
لَنَسْفَعًا ہم ضرور گھسیٹیں گے	بِالنَّاصِيَةِ پیشانی کے بالوں سے	نَاصِيَةٍ پیشانی	كَاذِبَةٍ جھوٹی	خَاطِئَةٍ گنہگار	فَلْيَدْعُ تو وہ بلا لے		
نَادِيَهُ اپنی مجلس	سَنَدْعُ ہم بلاتے ہیں	الزَّبَانِيَةَ پیادے	كَلَّا نہیں نہیں	لَا تُطِعْهُ اسکی بات نہ مان	وَاسْجُدْ اور سجدہ کرتو	وَاقْتَرِب اور نزدیک ہو	

شان نزول: ان آیات میں ایسے سرکش و نافرمان کافر انسان کی سرکشی کی بعض مثالیں بیان فرمائی جاتی ہیں اور گو ان آیات کا مضمون عام ہے مگر ان آیات سے متعلق ایک خاص شان نزول اور واقعہ بھی متعلق ہے جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا گیا اور وہ یہ کہ ایک بار ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبۃ اللہ میں نماز پڑھتے دیکھا اور کہنے لگا کہ میں تم کو بارہا اس سے منع کر چکا ہوں مگر تم اس سے باز نہیں آتے۔ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے۔ اگر پھر کبھی نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر توڑ ڈالوں گا (نعوذ باللہ) چنانچہ ایک بار اس قصد سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھ کو آگے آگ کی ایک خندق حائل معلوم ہوئی اور اس میں کچھ پردار چیزیں نظر آئیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اور آگے آتا تو فرشتے اس کے جسم کا گوشت نوچ کر پارہ پارہ کر ڈالتے۔ تو ان آیات میں اس ابوجہل کے واقعہ خاص کی طرف بھی اشارہ ہے اور عام مضمون بھی ہے۔

ایک سرکش انسان کا کردار

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ وہ کیسا بدراہ آدمی ہے جو ہمارے بندہ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے یعنی اس کی سرکشی اور تمرد کو تو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سربسجود ہوتا ہے تو اسے بھی نہیں دیکھ سکتا اور نماز اور سجدہ سے منع کرتا ہے۔ تو اس کا یہ فعل نہایت قبیح اور قابل ملامت و سرزنش ہے اور عبادت سے روکنا کس درجہ شقاوت و خباثت کا ثبوت دیتا ہے۔ خصوصاً ارءیت ان کان علی الھدیٰ او امر بالتقویٰ یعنی جبکہ وہ عابد بندہ ہدایت اور حق پر ہو اور دوسروں کو تقویٰ اور

پرہیزگاری کا حکم دیتا ہو تو ایسی حالت میں روکنے کا نتیجہ کتنا سخت برا ہو گا۔ تو یہاں بندہ سے اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہونا بالکل ظاہر ہے اور روکنے والے سے مراد ابوجہل سے لی گئی ہے۔

نماز سے روکنا ابوجہل کا کام ہے

اگرچہ یہ آیت اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی اس لعین ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی لیکن اب بھی جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے روکے اور نماز سے منع کرے وہ بھی اس وعید اور برائی میں شامل ہے لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو مقتضائے شرعی کی وجہ سے نماز سے روکا جائے تو وہ اس وعید میں نہیں آتا۔ مثلاً کسی کو غصب کی زمین پر نماز پڑھنے سے منع کیا جائے یا مکروہ وقت میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے یا فرائض وسنن کے علاوہ زیادہ نوافل میں باندی غلام نوکر یا بیوی مصروف ہو کر کام کا حرج کرے تو بھی مالک یا شوہر روک سکتا ہے اور نماز سے ان قسموں کا روکنا اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ ان مواقع پر نماز سے روکنا کسی دوسری مصلحت کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو یہ حقیقت میں نماز سے روکنا نہیں۔ یہاں جو وعید ہے وہ اس روکنے پر ہے جو عبادت الٰہی اور رجوع الی اللہ کا مخالف بن کر روکے جیسا کہ ابوجہل کا فعل تھا۔

نماز سے روکنے والے کے لئے وعیدیں

ایسے بدبخت ملعون کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے۔ اَرَءَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی یعنی دیکھو تو سہی اس بدبخت نے ارشاد الٰہی کو یا دین حق کو یا پیغمبر داعی حق کو جو اس کی بہتری اور بھلائی کے لئے تھا ان کو بجائے تصدیق کرنے کے جھٹلایا اور سچی راہ چلنے سے منہ موڑ لیا تو کیا اس شخص کو خبر نہیں۔ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کہ اللہ تعالیٰ اس ملعون کی سرکشی اور شرارتوں کو دیکھ رہا ہے آگے ارشاد ہے۔ کلا یعنی ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے اور اس کو وعید سنائی جاتی ہے۔ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃِ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ یعنی اگر اس کا یہ رویہ رہا اور وہ ان حرکات بد سے باز نہ آیا تو ہم اس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح سر کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ جس سر پر یہ بالوں کی چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اس کا جھوٹ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے۔

ابوجہل ذلت کی موت مارا گیا

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں بھی ابوجہل ذلت کی موت مارا گیا۔ جنگ بدر میں بری طرح زخمی ہو کر زمین پر گرا پڑا تھا لیکن جان ابھی باقی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ہے کوئی ابوجہل کی خبر لائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جا کر لاشوں میں تلاش کیا تو دیکھا کہ ابھی اس میں جان باقی ہے۔ ابن اسحاق اور حاکم کی روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے ابوجہل کی گردن پر پیر رکھ کر یہ کہا اے اللہ کے دشمن تجھے اللہ نے ذلیل اور رسوا کیا اور بعد ازاں اس کا سر کاٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر لا کر ڈال دیا اور یہ عرض کیا یہ سر ہے اللہ کے دشمن ابوجہل کا اور ایک روایت میں جو خود حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں ابوجہل کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ ابوجہل نے آنکھیں کھولیں اور کہا اے بکریوں کے چرانے والے تو بے شک بہت اونچے مقام پر چڑھ بیٹھا ہے میں نے کہا شکر اللہ کا کہ جس نے مجھ کو یہ قدرت دی۔ پھر ابوجہل نے پوچھا کس کو فتح اور غلبہ نصیب ہوا میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ پھر کہا کہ تیرا کیا ارادہ ہے۔ میں نے کہا تیرا سر قلم کرنے کا کہا اچھا یہ میری تلوار ہے اس سے میرا سر کاٹ یہ بہت تیز ہے تیری مراد اور مدعا کو جلد پورا کرے گی اور دیکھو میرا سر شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کی نظروں میں مہیب و ہیبت ناک معلوم ہو اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف واپس ہو تو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میرے دل میں بہ نسبت گذشتہ کے آج کے دن تمہاری عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے اس کا سر قلم کیا اور لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے اور اس کا

پیام پہنچایا۔ آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا جس کا شر اور فتنہ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے شر اور فتنہ سے کہیں بڑھ کر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون نے مرتے وقت تو ایمان کا کلمہ پڑھا مگر اس امت کے فرعون نے مرتے وقت بھی کفر اور تکبر ہی کے کلمات کہے۔ اور ابو جہل کی تلوار حضرت ابن مسعودؓ کو عطا فرمائی۔ الغرض حضرت ابن مسعودؓ نے اس کے کان میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لائے اور ایک گڑھے میں لا کر ڈال دیا۔ دنیا میں بھی اس کی پر از نخوت جھوٹی اور خطا کار پیشانی کس ذلت سے میدان بدر میں گھسیٹی گئی باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب جہنم کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔ یہی وعید اس کو كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ میں سنائی گئی تھی کہ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کو چوٹی سے پکڑ کر جو دروغ اور خطا میں آلودہ ہے گھسیٹیں گے۔

عذاب الٰہی سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا

پھر ابو جہل ملعون نے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نماز سے روکنا چاہا اور آپؐ نے سختی سے جواب دیا تو کہنے لگا کہ جانتے نہیں کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ اس کی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے فرمایا گیا فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ پس وہ اپنے ہم مجلس اور اعوان و انصار کو بلائے۔ دیکھیں کون آ کر خدا کے مقابلہ میں اس کو بچاتا ہے۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلائیں گے تا کہ اس کو پوری پوری سزا دیں جن کے مقابلہ کی کسی کو بھی طاقت نہیں۔ اور نہ وہ کسی کے ٹالے ٹل سکتے ہیں۔

سرکش کی پروانہ کریں عبادت میں لگے رہیں

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی اے نبی آپ اس نالائق کی ہرگز پروانہ کیجئے اور اس کی کسی بات پر کان نہ دھریئے۔ جہاں چاہیں شوق سے اللہ کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش خدا کا قرب حاصل کرتے رہیں۔ سجدہ افضل عبادت ہے اسی لئے اس میں تقرب بھی زیادہ ہے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے (رواہ مسلم) اسی لئے غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہو گیا بلکہ جو جھکنا سجدہ سے مشابہت رکھے اس کو بھی فقہاء نے حرام لکھا ہے۔

سجدۂ تلاوت

اس سورۃ کی آخری آیت پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ قرآن کے مواقع سجود میں آخری موقع ہے۔ اس لئے سب قارئین وسامعین دعا کے بعد ایک سجدۂ تلاوت کر لیں۔

خلاصہ

اہل علم کہتے ہیں کہ سورۂ علق سے لے کر آخر تک جو چھوٹی چھوٹی سورتیں آئی ہیں ان میں قرآنی تعلیمات کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اس سورت کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

انسان کی تخلیق میں اللہ کی حکمت اس نے قراءت اور کتابت کے ذریعے سے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔

مال و دولت کی وجہ سے اللہ کے حکموں کے سامنے سرکشی اس کی نعمتوں کا انکار اور غفلت۔ انسان کے غرور اور سرکشی کی ایک اہم وجہ مال و دولت بھی ہے جب پیٹ اور خزانہ بھرا ہوا ہو تو وہ نہ انسان کو انسان سمجھتا ہے اور نہ خدا کو معبود اور مسجود!

اس امت کے فرعون ابو جہل کا قصہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا دھمکاتا تھا اور اللہ کی عبادت سے روکتا تھا اختتام پذیر ہوا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۭ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ڏ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۭ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے۔شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اِنَّ بیشک	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے یہ اتارا	فِیْ میں	لَیْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر عزت والی رات	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ آپ نے	مَا کیا	لَیْلَةُ الْقَدْرِ لیلۃ القدر
خَیْرٌ بہتر	مِّنْ سے	اَلْفِ شَهْرٍ ہزار مہینے					

وجہ تسمیہ اور سبب نزول

چونکہ اس سورۃ میں شب قدر کا ذکر فرمایا گیا ہے اسی بناء پر اس سورۃ کا نام القدر مقرر ہوا۔قدر کے معنی تعظیم کے ہیں چونکہ اس شب میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔اس سورۃ کے سبب نزول میں کئی روایات مروی ہیں بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت ہوئی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں۔اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن ہے۔اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا تو اس کی تلافی میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور یہ رات یعنی لیلۃ القدر مرحمت فرمائی گئی اور اس کی فضیلت اور بزرگی میں بتلایا گیا کہ ایک شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جو اجر وثواب ہوتا اس سے زیادہ ایک شب قدر میں عبادت کرنے کا اجر وثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کتنا زیادہ ہے۔اسی طرح اگر کسی خوش نصیب کو زندگی میں دس راتیں بھی میسر ہوگئیں اور ان کو عبادت میں گزار دیا تو گویا ۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گزار دیا۔سبب نزول بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں عبادت کرتا رہا۔صحابہ کو اس پر رشک آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کس طرح ایسے شخص کے ثواب کو پہنچ سکیں گے کہ ہماری عمریں ۶۰، ۷۰ برس ہیں اس میں بھی ایک تہائی تو سونے میں جاتی ہے اور کچھ معاش کی تلاش میں اور دوسری حاجتوں میں صرف ہوتی ہے اور کچھ اس میں سے مرض اور سستی میں ضائع ہوتی ہے۔پھر عبادت کے واسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کو سن کر کچھ دلگیر اور غمگین ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے دفع ملال کے لئے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات انبیاء کا ذکر فرمایا کہ ۸۰،۸۰ برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اس پر صحابہ کرام کو حسرت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں اور اس قسم کے اختلافات روایات کی اکثر وجہ یہ ہوئی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت یا سورۃ نازل ہوتی ہے تو سبب نزول کی ہر واقعہ کی طرف نسبت ہوسکتی ہے۔بہر حال سبب نزول جو کچھ بھی ہوا ہو لیکن امت محمدیہ کے لئے اللہ جل شانہ کا یہ بہت ہی بڑا انعام ہے اور یہ رات اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ جل شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے۔پہلی امتوں کو نہیں ملی۔الغرض اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کی فلاح وسعادت دارین کے لئے قرآن حکیم نازل کیا اور اس کو شب قدر میں نازل کیا جس کی یہ فضیلت وبرکت ہے کہ ایک لیلۃ القدر اجر وثواب میں ہزار مہینوں کی عبادت کے اجر وثواب سے بھی بہتر ہے اس شب میں حضرت جبرائیل

علیہ السلام اور فرشتوں کا دنیا میں نزول ہوتا ہے اور صبح ہونے تک یہ شب سراپا سلامتی و امن ہوتی ہے۔

عظمت قرآن

سورۃ کی ابتداء قرآن کریم کی تعظیم اور عظمت شان کے اظہار سے فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے اسکو یعنی قرآن کو اتارا گویا ایک تو اظہار عظمت کیلئے اتارنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ جس قرآن کا چرچا ہو رہا ہے اور مکہ میں ہر خاص و عام میں غلغلہ مچا ہوا ہے اس کو کسی اور نے نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے اتارا ہے اور اس کلام میں تاکید اور قوت پیدا کرنے کیلئے پہلے انا ذکر کر دیا یعنی بے شک بلاشبہ ہم ہی نے اس کو اتارا۔ پھر قرآن کی مزید عظمت ظاہر کرنے کیلئے فرمایا فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ یعنی قرآن کا وقت نزول بھی عظیم الشان ہے یہ کسی ایسے وقت نازل نہیں کیا بلکہ اس کا نزول خاص وقت یعنی لیلۃ القدر میں ہوا۔

نزول قرآن کی تاریخ

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید بالاتفاق مورخین و محدثین و مفسرین قریب ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے پھر یہ کس طرح صحیح ہوا کہ قرآن مجید کو ہم نے شب قدر میں نازل کیا ہے؟ اس کا جواب مفسرین نے لکھا ہے کہ انزال اور تنزیل میں فرق ہے۔ انزال کے معنی ایک بار نازل کرنا ہے اور تنزیل کے معنی تھوڑا تھوڑا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تنزیل یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا یہ ۲۳ برس میں ہوا مگر اس آیت اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ میں انزال کا ذکر ہے نہ کہ تنزیل کا چنانچہ پورا قرآن شریف اسی ترتیب سے جو آج موجود ہے عرش بریں پر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر یک دم نازل فرمایا گیا اور پھر وہاں سے حسب حاجت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بحکم الٰہی تھوڑا تھوڑا لاتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر کلام وحی کو اس کے اصلی موقع پر جمع کرا دیتے تھے۔ تو اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ سے مراد یہ ہوئی کہ پورا قرآن کریم "لوح محفوظ" سے آسمان دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا۔

شب قدر کونسی رات ہے؟

اب یہ کہ شب قدر کونسی رات ہے؟ اس میں علمائے عظام کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شب قدر سال میں ایک مرتبہ آتی ہے اور مہینہ کا کوئی تعین نہیں۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ ماہ رمضان میں یہ رات ہوتی ہے پھر اکثر اس پر متفق ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں بالخصوص طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض نے خاص رمضان کی ۲۷ ویں شب پر زور دیا ہے۔ احادیث بھی بکثرت اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے بہرحال یقین کے ساتھ شب قدر کے تعین میں بہت اختلاف ہے اور حکمت اس اختلاف میں یہی ہے کہ اس کا طالب سال بھر عبادت میں گزارے اور گناہوں سے بچے ورنہ کم از کم رمضان شریف اور خصوصاً اس کے اخیر عشرہ میں تو ضرور ہی کوشش کرے۔ الغرض قرآن پاک جو رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو نازل کرنے کے لئے اسی بابرکت رات کو منتخب فرمایا۔

شب قدر کا مقام و مرتبہ

اب آگے حق سبحانہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی فضیلت اور مراتب بیان فرماتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی اس کا جواب مرحمت فرمایا جاتا ہے۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اب اس رات کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا کیا معنی؟ مرشدنا حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں کہ ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینہ تک نیکی کرتا رہا بلکہ اس سے بھی زائد۔

یَا اللّٰہ جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں' باعث مانع خیر و برکت ہوں' باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۧ

اس رات میں فرشتے اور رُوح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر اُترتے ہیں۔ سراپا سلام ہے وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے۔

تَنَزَّلُ اُترتے ہیں	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	وَالرُّوْحُ اور روح	فِيْهَا اس میں	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهِمْ ان کا رب	مِّنْ سے	كُلِّ ہر	اَمْرٍ کام	سَلٰمٌ سلامتی
هِيَ وہ	حَتّٰى جب تک	مَطْلَعِ طلوع ہونا	الْفَجْرِ فجر						

شب قدر میں برکات کا نزول

گزشتہ ابتدائی آیات میں شب قدر کی فضیلت بیان فرمائی گئی کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینے تک عبادت کرنے کا جتنا اجر وثواب ہے اس سے زیادہ اجر وثواب ایک شب قدر میں عبادت کرنے کا ہوتا ہے۔ اب آگے شب قدر کی دوسری فضیلتیں بیان فرمائیں جاتی ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ یعنی اس رات میں ملائکہ رحمت اور روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں تا کہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اس طرح اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔ حدیث میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی فوج کے ساتھ اترتے ہیں اس وقت جو شخص کھڑا یا بیٹھا اللہ کی یاد کر رہا ہوتا ہے اس کے لئے دعا رحمت کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سلامتی کی دعاء کرتے ہیں علامہ ابن کثیرؒ نے اس سورۃ کی تفسیر کے تحت بعض آثار صحابہ سے ایک بڑی لمبی روایت نقل کی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں سورج غروب ہوتے ہی سدرۃ المنتہیٰ کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر اترتے ہیں۔ یہ کل کے کل فرشتے رافت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کے لئے رحم کے جذبات موج زن ہیں۔ یہ ہر ہر جگہ پھیل جاتے ہیں اور مومن مردوں وعورتوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں البتہ گرجا گھر مندر، آتشکدہ، بت خانہ جہاں خدا کے سوا اوروں کی پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جہاں گندی چیزیں ڈالی جاتی ہیں نہیں جاتے اور اس گھر میں بھی جہاں نشہ والا ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو یا جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں۔ باقی جگہ جگہ پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعائیں مانگنے میں گزارتے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ رونگٹے جسم پر کھڑے ہو جائیں۔ دل نرم پڑ جائے اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ اس وقت مومن کو سمجھ لینا چاہئے کہ میرا ہاتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے۔ غرض کہ صبح ہونے تک فرشتے اس طرح دنیا میں رہتے ہیں۔ پھر سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام عالم بالا پر چڑھتے ہیں اور بہت اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں بالخصوص دو سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے۔ یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعائیں جاتی رہتی ہیں۔ پھر ایک ایک فرشتہ کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں پس فرشتوں کا نور اور جبرئیل علیہ السلام کے پروں کا نور سورج کو ماند کر دیتا ہے۔

رحمت و برکت سے محروم رہنے والے گھر

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے فضائل رمضان میں شب قدر کے بیان میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے اس شب قدر میں متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی

ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو۔ اس کو نقل کر کے شیخ الحدیث صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمت ورحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا کوئی ایک ہی ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم کرتا ہے۔ احقر کہتا ہے کہ افسوس اب تو اس قوم اور ملک ہی کی محرومی کی داستان اتنی طویل ہے کہ کس کس محرومی کو روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس ملک پر اس قوم پر رحم وکرم فرمائیں اور ہمارے اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمائیں۔

طلوع فجر تک رحمتوں اور برکتوں کا نزول رہتا ہے

آگے فرمایا جاتا ہے۔ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ یہ رات سراپا سلام ہے یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے دوسری جاتی ہے یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے جس میں اللہ والے عجیب وغریب طمانیت چین وسکون اور لذت وحلاوت اپنی عبادت میں محسوس کرتے ہیں اور وہ رات ان ہی برکات کے ساتھ تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی حصہ میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے سبحان اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اس نعمت عظمٰی کی قدر دانی کی توفیق بخشیں اور اس رات کی برکات زندگی میں بار بار نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تمام پچھلے گناہ معاف

(۱) بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لئے کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

شب قدر کی علامات

ایک حدیث میں شب قدر کی کچھ علامات بیان کی گئی ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمک دار ہوتی ہے صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل گویا اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔ نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے۔ ایسا کہ بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا۔ بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے۔

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہو **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی** یعنی اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو پس معاف فرمادے مجھے بھی۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل

ہم جیسے کم ہمتوں کے لئے ایک بڑے کام کا مسئلہ حدیث کی روشنی میں اس سورۃ کی تفسیر کے اخیر میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتیؒ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ جس نے شب قدر کی عشاء اور فجر کی نماز مسجد میں جماعت سے پڑھ لی اس کو شب قدر کا ثواب مل گیا اور جو اس سے زیادہ عبادت کرے اللہ اس کے ثواب میں اضافہ کردے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی اس نے گویا نصف شب کا قیام کیا اور جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز بھی پڑھی اس نے گویا پوری رات عبادت کی۔ (مسلم) یعنی باجماعت

عشاء کی نماز کے بعد باجماعت فجر کی نماز بھی پڑھی گئی تو گویا پوری رات نماز پڑھی۔ ہر نماز نصف شب کی عبادت کے قائم مقام ہوئی رات کی یہی دو فرض نمازیں ہیں ایک ابتدائی دوسری انتہائی۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں انسانوں پر اللہ کے عظیم احسان کا ذکر ہے جو کہ کتابِ مبین کو نازل کرنے کی صورت میں ہوا' اسی طرح اس سورت میں لیلۃ القدر کی فضیلت بیان ہوئی ہے' اس کی پہلی فضیلت یہ ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے' دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں غروبِ آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر تک فرشتے امن وسلامتی اور رحمت وبرکت کا پیغام لے کر نازل ہوتے رہتے ہیں۔

واضح رہے کہ لیلۃ القدر میں نزولِ قرآن کا معنٰی یہ ہے کہ اس رات میں اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔

سورۃ القدر کے خواص

۱.....نظر کی تیزی، آنکھوں میں نور اور دل میں یقین کی پختگی کے لئے اس سورۃ کو لکھے اور پانی سے دھولے، پھر وہی پانی پیئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے امت مسلمہ کو شب قدر جیسی بے بہا دولت عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدر دانی اور اس کی سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگیوں میں شب قدر کی برکات وفضائل بار بار نصیب فرمائیں اور ہم میں سے کسی کو اس نعمت عظمٰی سے محروم نہ فرمائیں۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کی میں نے تعریف کی ہو یا کینہ کی طرح دل میں چھپایا ہو یا دل میں عزم مصمم کرلیا ہو کہ یہ گناہ کروں گا یا زبان سے اظہار بھی کردیا ہو یا وہ گناہ جو میں نے اپنے قلم سے لکھا ہو یا اعضاء سے اس کا ارتکاب کرلیا ہو یا اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس گناہ کے کرنے پر آمادہ کرلیا ہو ایسے سب گناہوں کو معاف فرمادیجئے۔

یَااَللّٰہُ میں نے گناہ رات کو بھی کیے دن کو بھی کیے۔ لیکن آپ نے اپنے حلم سے پردہ پوشی فرمائی کہ کسی مخلوق کو اس کا علم نہ ہونے دیا' میں نے آپ کی اس ستاری فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا۔ میرے نفس نے اس گناہ کو پھر مزین کرکے پیش کیا اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے پھر کر گزرا۔ میں بار بار ایسا ہی کرتا رہا۔ الٰہ العالمین! میرے اس حال کو خوب جانتے ہیں آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ سے توفیق مانگتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ الٰہی! معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے۔جب تک اُن کے پاس واضح دلیل نہ آتی۔

الْبَيِّنَةُ ۝١ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣ وَمَا تَفَرَّقَ

ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سناوے۔جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝٤ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا

اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہوگئے ۔حالانکہ اُن لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت

اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝٥

کو اُسی کیلئے خالص رکھیں۔یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے اُن درست مضامین کا۔

لَمْ يَكُنْ وہ نہ تھے	اَلَّذِيْنَ وہ جو	كَفَرُوْا کفر کیا	مِنْ سے	اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک (جمع)	مُنْفَكِّيْنَ باز آنیوالے	
حَتّٰى یہاں تک کہ	تَاْتِيَهُمُ آئے انکے پاس	الْبَيِّنَةُ کھلی دلیل	رَسُوْلٌ رسول	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے	يَتْلُوْا پڑھتا ہوا	صُحُفًا صحیفے	مُّطَهَّرَةً پاکیزہ
فِيْهَا اس میں	كُتُبٌ قَيِّمَةٌ لکھے ہوئے مضبوط	وَمَا اور نہ	تَفَرَّقَ فرقہ فرقہ ہوئے	الَّذِيْنَ + اُوْتُوا الْكِتٰبَ وہ جو کہ کتاب دیئے گئے + اہل کتاب			
اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا جَآءَتْهُمُ جب انکے پاس آگئی	الْبَيِّنَةُ کھلی دلیل	وَمَا اور نہ	اُمِرُوْٓا حکم دیا گیا	اِلَّا مگر	
لِيَعْبُدُوا یہ کہ عبادت کریں	اللّٰهَ اللہ	مُخْلِصِيْنَ خاص کرتے ہوئے	لَهُ اس کیلئے	الدِّيْنَ دین	حُنَفَآءَ یک رُخ	وَيُقِيْمُوا اور قائم کریں	
الصَّلٰوةَ نماز	وَيُؤْتُوا اور ادا کریں	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَذٰلِكَ اور یہ	دِيْنُ دین	الْقَيِّمَةِ نہایت مضبوط		

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی پہلی آیت میں لفظ البینہ آیا ہے جس کے معنی ہیں کھلی ہوئی دلیل، روشن دلیل؛ جس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ جو بجائے خود رسالت کی ایک روشن اور واضح دلیل ہے۔ اسی لفظ الْبَيِّنَةُ کو سورۃ کا علامتی نام قرار دیا گیا۔اس سورۃ کے مقام نزول کے متعلق بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ مکی سورۃ ہے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض نے اسے مدنی قرار دیا ہے۔بعض علماء نے لکھا ہے کہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ کا کچھ حصہ تو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوا اور کچھ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں۔ جمہور مفسرین نے اس کو مدنی سورۃ کی فہرست میں رکھا ہے۔

نور ہدایت کا طلوع

ظہور اسلام سے پہلے دنیا اتنی شدید جہالت اور ضلالت اور کفر و شرک میں مبتلا تھی کہ بغیر اس کے کہ ایک مصلح اعظم آئے اور اپنے ہمراہ ایک مکمل ہدایت نامہ لائے کوئی صورت لوگوں کی اصلاح کی نہ تھی۔ چنانچہ مشیت الٰہی نے دنیا والوں پر اپنی حجت کو واضح طور پر پورا کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے ساتھ

مبعوث فرمایا۔ اس سورۃ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اقوام دنیا کو دو ہی گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا تھا ایک ''اہل کتاب'' دوسرے ''مشرکین'' اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اگرچہ آسمانی ہدایت کے قائل تھے اور توحید و نبوت کے بنیادی خیالات سے واقف تھے۔ لیکن ایک عرصہ کے بگڑے ہوئے ماحول کے نتیجہ میں وہ بھی اپنے دین کی اصل تعلیمات سے بہت دور جا پڑے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی سیدھی اور صاف راہ سے بے خبر ہو چکے تھے۔ رہا دوسرا گروہ یعنی مشرکین کا تو وہ بت پرستی اور آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھے۔ اور سرے سے کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس نہ تھی۔ یہ گروہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارہ میں انتہائی غلط فہمیوں کا شکار تھا۔ ایسی حالت میں دنیا والوں کو دین کی صحیح حقیقت سے باخبر کرنے اور راہ ہدایت پر لانے کے لئے اس بات کی سخت ضرورت تھی اور اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کا عظیم القدر رسول آئے اور کھلی ہوئی واضح دلیلوں کے ساتھ اپنی تعلیمات و ہدایات ان کے سامنے رکھے اور اپنی زبردست تعلیم و ہمت اور عزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ کردے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دنیا سے کفر وشرک کے پھیلے ہوئے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک واضح دلیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنی ہدایت کا نور اپنے بندوں تک پہنچانے کے لئے منتخب فرمالیا اور آپ پر اپنی کتاب قرآن کریم نازل فرمائی جس میں نہایت عمدہ، درست و راست اور صحیح مضامین صاف صاف انداز میں بیان فرمائے گئے۔

اہل کتاب کا تعصب

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ذی شان رسول آئے جن کی زندگی میں دنیا والوں کے لئے بہترین دستور العمل اور نور ہدایت ملتا ہے۔ جن کا علم، حسن معاشرت، اخلاق کریمانہ جن کی صداقت دیانت و امانت جن کی سیرت و صورت غرض کہ آپ کی زندگی کی ہر ساعت اور ہر گھڑی حقانیت کی ایک روشن دلیل ہے اور جب آپؐ ایسی روشن اور عظیم الشان کتاب لائے جو مادی و روحانی ترقی کی شاہ راہ پر لا کر کھڑا کر دینے والی ہے تو ان اہل کتاب کو چاہیے تھا ایسے رسول اور ایسی کتاب کے آنے پر کسی شک وشبہ میں نہ رہتے اور ان پر ایمان لے آتے اور ان کی ہدایات کو قبول کرتے۔ اپنے اختلافات کو ختم کر کے سب ایک راستہ پر پڑ لیتے مگر ان اہل کتاب نے جو علم وفہم کے مدعی تھے اور آسمانی ہدایت کے بھی معتقد تھے وہ بھی دلیل واضح آنے کے بعد مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے اور انہوں نے دین حق سے اختلاف کیا اور جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا ان کے پاس پہلے سے بھی کوئی علم سماوی نہ تھا حالانکہ ان اہل کتاب کو کتب سابقہ میں یہی حکم ہوا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کیا کریں۔ کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ ٹھہرائیں۔ نیت بھی خالص اطاعت الٰہی کی ہو۔ ریاکاری ہرگز مقصود نہ ہو۔ ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہو کر خالص خدائے واحد کی بندگی کریں۔ یہ چیزیں ہر دین میں پسندیدہ رہی ہیں اور یہ پیغمبر اور قرآن بھی ان ہی امور کی تعلیم کرتے ہیں پھر ایسی پاکیزہ تعلیم سے کیوں وحشت کھاتے ہیں اور قرآن کو نہیں مانتے جس سے ان کی اپنی کتب کی بھی مخالفت لازم آتی ہے۔ قرآن چونکہ کتب سابقہ کی تصدیق وتائید کرتا ہے اس لئے وہ طریق ہدایت اور صراط مستقیم جو یہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اس کے مستحکم و درست ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ واضح دلائل کے بعد بھی جو نہ مانے تو پھر وہ لازماً مستوجب سزا ہے۔

حاصل یہ کہ ان اہل کتاب کو ایمان بالقرآن اور بالرسول لے آنا چاہئے تھا۔ چنانچہ جو ایمان لے آئے وہ کس جزا اور انعام وصلہ کے مستحق بنے اور جو ایمان نہ لائے اور کفر وشرک پر قائم رہے وہ کس سزا کے مستحق بنے۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔

دُعا کیجئے: یا اللہ دین حق میں اختلاف اور افتراق سے ہمیں کامل طور پر بچایئے اور دین حق اور صراط مستقیم پر پوری طرح استقامت نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

بدترین خلائق ہیں۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

اُن کا صلہ اُن کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

اللہ تعالیٰ اُن سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اُس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	مِنْ سے	اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	وَالْمُشْرِكِیْنَ اور مشرکین	فِیْ میں	نَارِ آگ	جَهَنَّمَ جہنم	
خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِیْهَآ اس میں	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	شَرُّ بدترین	الْبَرِیَّةِ مخلوق	اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	
وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	خَیْرُ بہتر	الْبَرِیَّةِ مخلوق	جَزَآؤُهُمْ ان کی جزا	عِنْدَ پاس	
رَبِّهِمْ ان کا رب	جَنّٰتُ باغ	عَدْنٍ ہمیشہ رہنے والے	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے سے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہیں گے		
فِیْهَآ اس میں	اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ	رَضِیَ راضی ہوا	اللّٰهُ اللہ	عَنْهُمْ اُن سے	وَرَضُوْا اور وہ راضی	عَنْهُ اس سے	ذٰلِكَ یہ	لِمَنْ اس کیلئے جو
خَشِیَ ڈرے	رَبَّهٗ اپنا رب							

انکار حق کی سزا بھگتنی پڑے گی

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی حقانیت بتلا کر فرمایا گیا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول بنا کر دنیا والوں کی طرف بھیجا گیا اور قرآن کریم آپؐ پر نازل فرمایا گیا۔

ان آیات میں پہلے یہی بتلایا گیا ہے کہ دین حق سے انکار کرنے والے خواہ اہل کتاب ہوں یا کفار مشرکین۔ جو کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں اس انکار کی سزا یقیناً بھگتنا پڑے گی۔ اور ان کی سزا یہ ہوگی کہ آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا آگ کا گھر' جسے جہنم کہتے ہیں ہوگا جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ گویا آخرت میں کفر کی سزا دائمی جہنم کی آگ اور عذاب ہے۔ کیونکہ کفار و مشرکین دنیا میں جیتے جی ہمیشہ کفر پر قائم رہے اس لئے آخرت میں ان کی سزا بھی یہی ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں۔

غیر مسلم متعصبین کے اعتراض کا جواب

بعض غیر مسلم از روئے عناد و تعصب اسلام و قرآن پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کافر کو دائمی عذاب ایک طرح کا ظلم ہے۔ اس کے ہمارے علمائے محققین نے کئی نہایت کافی و شافی جواب دیئے ہیں۔

مرشدنا حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے اپنے مواعظ میں اس الزام اور شبہ کے نہایت مدلل جوابات بیان فرمائے ہیں۔ ایک جواب تو اپنے وعظ میں یہ فرمایا کہ کافر کو جو ابدی عذاب ہے اس میں کوئی ظلم نہیں کیونکہ کافر اللہ تعالیٰ کی ہر ہر صفت کے حقوق ضائع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات لامتناہی ہیں اور خود ہر صفت کے حقوق بھی غیر متناہی ہیں۔ تو چاہیے تو یہ تھا کہ ہر صفت کے انکار پر لامتناہی سزا ہوتی اور پھر

ہر صفت کے حقوق پر اسی طرح غیر متناہی سزا ہوتی۔ پھر زیادتی کہاں ہوئی۔ بلکہ ایک معنیٰ کے کمی ہے۔ بغاوت کی سزا قید دائمی ہی ہوتی ہے جس کا دوام حکام ظاہری کے اختیار میں ہے یعنی تاحیات وہ اپنے باغیوں کے لئے سزا مقرر کرتے ہیں اور جس قسم کا دوام احکم الحکمین کے اختیار میں ہے وہ اپنے باغیوں کے واسطے تجویز فرمائیں گے۔ اس میں ظلم وزیادتی کچھ بھی نہیں بلکہ عین عدل ہے۔ (مجادلات معدلت ۲)

بدترین مخلوق

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ معاملہ کفر میں خواہ اہل کتاب ہوں۔ یا مشرکین بت پرست و آتش پرست یا دوسرے لوگ سب برابر ہیں۔ اور ان کی سزا ہمیشہ کے لئے نار جہنم ہے۔ آگے ان کفار کے متعلق بتلایا گیا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ یعنی یہ لوگ اللہ کی نظر میں اس کی ساری مخلوقات میں بدترین مخلوق ہیں۔ یوں تو مخلوق ہونے کے اعتبار سے انسان کا درجہ بہت اونچا ہے لیکن اگر یہ انسان اس عقل وفہم اور سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوت سے کام نہ لے جو اس کو عطا کی گئی ہے اور اپنی آزادی اور اختیار کا غلط استعمال کر کے اللہ کے حکموں کو نہ مانے اور ان کے مقابلہ میں بغاوت، سرکشی اور انکار کی روش اختیار کرے اسی کا دیا ہوا کھائے اور اسی کے آگے اکڑے تو یقیناً اس کا مقام کیڑے مکوڑے اور بے سمجھ جانوروں سے بھی زیادہ نیچا ہونا چاہیے۔ ارے سور اور کتے بھی اپنے آقا و مالک کو پہچانتے ہیں اور اپنے آقاؤں کی نمک حرامی اور ان سے بے وفائی نہیں کرتے تو یہ کفار ان جانوروں سے بھی بدتر ہیں کہ عقل وفہم اور ادراک کے باوجود اپنے خالق، رازق اور مالک کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس کے احکام کو نہیں مانتے۔

بہترین خلائق

یہ تو کفار انسانوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔ اب رہے ان کے مقابلہ میں وہ لوگ جو اللہ کی دی ہوئی سمجھ بوجھ سے کام لیں اور احکام الٰہیہ پر ایمان لائیں اور رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم رکھیں اور جن باتوں کے ماننے اور کرنے کا مطالبہ ان سے کیا گیا ہے انہیں مانیں اور کریں اور جن باتوں کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے باز رہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۔ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ یعنی یہ لوگ یقیناً بہترین مخلوقات ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اس آنے والی زندگی میں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں۔ خدائے مہربان ان کو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔ ان کو باغات عنایت ہوں گے جن میں وہ راحت ومسرت سے زندگی بسر کریں گے۔ ان باغات میں نہریں بھی جاری ہوں گی چونکہ وہ تازیست ایمان اور اعمال صالحہ پر قائم رہے اس لئے وہ بھی ان آخرت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دنیا میں اطاعت وفرمانبرداری پر ان سے خوش ہوگا اور اپنے انعامات واکرامات سے اتنا نوازے گا کہ ان کی مسرت کی بھی انتہا نہ ہوگی۔ اخیر میں پھر یہ بتلا کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا کہ یہ آخرت کا عیش وآرام اور یہ کامیابی اور مسرت اور یہ انعامات واکرامات انہیں کو عنایت ہوں گے جو دنیا میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہوگا۔ اپنے رب کی ناخوشی سے بچتا ہوگا اور اپنے رب سے ڈر کر کوئی کام ایسا نہ کرتا ہوگا کہ جو اس کے رب کو ناپسند ہو۔

خشیت الٰہیہ اور اس کے ثمرات

یہاں سورۃ کے اخیر میں جو **ذلک لمن خشی ربہ** فرمایا یعنی آخرت میں جنت کی ابدالآباد والی نعمتیں اور راحتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اس شخص کیلئے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہو۔ تو اس جملہ سے معلوم ہوا کہ تمام کمالات دینی اور آخرت کی نعمتوں کا دارومدار خشیت اللہ پر ہے۔ اور خشیت اس خوف وڈر کو نہیں کہا جاتا جو کسی دشمن یا درندے شیر و بھیڑیے یا موذی جانور سانپ، بچھو سے طبعاً ہوتا ہے بلکہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی انتہائی عظمت وجلال و بزرگی و بڑائی کی وجہ سے پیدا ہو جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر کام ہر حال اور ہر آن میں اس کی خوشنودی اور رضا جوئی کی فکر کرتا ہے اور ناراضگی اور خفگی کے شبہ اور وہم وگمان سے بھی بچتا ہے۔ یہی خشیت وہ چیز ہے جو انسان کو حق تعالیٰ کا عبد کامل اور مقبول بنانے والی ہے۔ حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرمائیں کہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز رہیں اور

مولائے کریم کی رضا جوئی کی ہمیشہ فکر میں رہیں۔آمین۔

سورۃ البینۃ کی فضیلت

یہ سورۃ اپنے مضامین کے اعتبار سے نہایت ہی بلند پایہ ہے اور اس سورۃ سے متعلق امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم شریف میں ایک باب یہ قائم کیا ہے ''افضل کا اپنے سے کم مرتبہ والے کے سامنے قرآن کریم پڑھنے کا استحباب'' اور اس باب میں ایک حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پڑھوں۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔تو حضرت ابی بن کعبؓ یہ سن کر رونے لگے۔اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ سن کر حضرت ابی بن کعبؓ پر بے قراری کے ساتھ گریہ طاری ہوگیا اور زبان سے یہ کلمات نکلے۔ وقد ذکرت عند رب العلمین (اچھا میرا نام لیا گیا اور ذکر ہوا رب العالمین کی بارگاہ میں) اس روایت سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ حق تعالیٰ جل وعلیٰ کی بارگاہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی محبوبیت اور مقبولیت کس درجہ تھی۔

خلاصہ

اس سورت میں تین امور سے بحث کی گئی ہے:

اہل کتاب کا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں موقف، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ آخری نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا لیکن جب ایسا نہ ہوا تو انہوں نے آپ کی نبوت کو جھٹلا دیا اس سورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بینہ اور واضح حجت اور دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اس میں شک ہی کیا ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی خود ایک بہت بڑا معجزہ اور حق وصداقت کی واضح دلیل تھی، زنا، شراب نوشی، قتل وغارت گری، بت پرستی اور ڈاکہ زنی کے ماحول میں چالیس سال گذارے، کسی جنگل اور خلوت خانہ میں نہیں، گلی کوچوں اور سوسائٹی میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے گذارے لیکن سیرت کے دامن پر نجاست کا کوئی خفیف ترین دھبہ بھی نہ تھا، کسی بدترین دشمن کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے کردار پر انگلی اٹھا سکتا۔

یہ سورت دین وایمان کی بنیاد کی نشاندہی کرتی ہے اور وہ ہے اخلاص، کوئی عمل بغیر ایمان کے اور ایمان بغیر اخلاص کے معتبر نہیں، ہر نبی نے اپنی امت کو اس بنیاد کی دعوت دی۔

یہ سورت اشقیاء اور سعداء یعنی کافروں اور مؤمنوں دونوں کا انجام بیان کرتی ہے۔

سورۃ البینہ کے خواص

۱.....اگر کسی کو یرقان کا مرض ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے۔ان شاءاللہ صحت ہو جائے گی۔

۲.....اگر کسی کا جسم پورا متورم ہو جائے یا کوئی ایک حصہ پر ورم ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے، ان شاءاللہ ورم اتر جائے گی۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے کہ آپ ہم سے راضی ہو جائیں اور اپنے کرم سے ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے کہ جو آخرت میں آپ کے انعامات واکرامات سے نوازے جائیں گے۔ اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں جن کا ٹھکانہ ہوگا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا ۚ

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی ۔اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۗ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ

اُس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی ۔اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا۔اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر واپس ہوں گے

اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۗ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۗ وَمَنْ يَّعْمَلْ

تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔اور جو شخص

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۚ

ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

اِذَا جب	زُلْزِلَتِ ہلا ڈالی جائے	الْاَرْضُ زمین	زِلْزَالَهَا اس کا زلزلہ	وَاَخْرَجَتِ اور باہر نکال ڈالے	الْاَرْضُ زمین	اَثْقَالَهَا اپنے بوجھ	
وَقَالَ اور کہے گا	الْاِنْسَانُ انسان	مَالَهَا اسے کیا ہوگیا؟	يَوْمَئِذٍ اس دن	تُحَدِّثُ بیان کریگی	اَخْبَارَهَا اپنی خبریں حالات	بِاَنَّ کیونکہ	
رَبَّكَ تیرا رب	اَوْحٰى حکم بھیجا	لَهَا اسکو	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَّصْدُرُ باہر نکلیں گے	النَّاسُ لوگ	اَشْتَاتًا گروہ در گروہ	لِّيُرَوْا تا کہ دکھائے
اَعْمَالَهُمْ انکے عمل (جمع)	فَمَنْ پس جس	يَّعْمَلْ کی ہوگی	مِثْقَالَ برابر	ذَرَّةٍ ایک ذرہ	خَيْرًا نیکی	يَّرَهٗ اسکو دیکھے گا	وَمَنْ اور جس
يَّعْمَلْ کی ہوگی	مِثْقَالَ برابر	ذَرَّةٍ ایک ذرہ	شَرًّا برائی	يَّرَهٗ اس کو دیکھے گا			

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ کی ابتداء اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا سے ہوئی ہے یعنی جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی۔اسی سے سورۃ کا نام زلزلت یا زلزال ہے جس میں قیامت کے دن میں زلزلہ عظیم واقع ہونے کی خبر ہے۔اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔

سورۃ کی فضیلت

ترمذی کی ایک حدیث میں حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا زُلْزِلَتِ نصف قرآن کے برابر ہے۔اور قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایھا الکفرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور ترمذی کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اذا زلزلت چوتھائی قرآن ہے۔امام جزریؒ نے لکھا ہے کہ چوتھائی قرآن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں چار چیزیں ہیں یعنی چار چیزوں کا بیان ہے۔زندگی' موت' حشر حساب اور اس سورۃ میں صرف حساب کا بیان ہے اور اس کو نصف قرآن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں احوال دنیا کا بھی بیان ہے اور احوال آخرت کا بھی اور اس سورۃ میں صرف احوال آخرت کا بیان ہے۔لہذا یہ سورۃ ایک حیثیت سے نصف قرآن ہے اور دوسری حیثیت سے چہارم قرآن' ایک روایت میں ہے کہ منکرین قیامت پوچھتے تھے کہ قیامت آخر کب آئے گی۔

اس سوال کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اور ایک پہر رات گزری تھی کہ اس کا نزول ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کا انتظار نہ فرمایا اسی وقت گھر سے باہر تشریف لائے اور اس کی تعلیم فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کی آخری آیات گویا پورے کلام اللہ کا خلاصہ اور تمام احکام شریعت کی جامع ہیں۔

قیامت کا زلزلہ

اس سورۃ میں قیامت کے تہلکہ خیز زلزلہ کا ذکر فرما کر آخرت میں ملنے والی جزا و سزا کا حال بتلایا گیا ہے۔ قیامت کی اصل حقیقت کیا ہوگی؟ اس کا ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا تو اس لئے ممکن نہیں کہ اب تک انسانی تجربہ میں ایسا کوئی واقعہ آیا ہی نہیں ہے۔ جس کو مثال بنا کر وہ اس ہونے والے واقعہ کو سمجھ سکے۔ اس لئے اس واقعہ کو سمجھانے کے لئے ان باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے انسان واقف ہے چنانچہ قیامت کے کتنے ہی مناظر قرآن پاک میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شکل وہ بھی ہے جسے ہم ایک شدید زلزلہ سے سمجھ سکتے ہیں۔ جس میں زمین اچانک ہلنے لگتی ہے اور اس کی وجہ سے طرح طرح کی تباہی آتی ہے۔ مکان گرتے ہیں۔ زمین پھٹ جاتی ہے پہاڑ گرنے لگتے ہیں اس سورۃ میں اسی شکل کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جب زمین ایک سخت زلزلہ سے ہلا دی جائے گی یہ کیفیت پہلا صور پھونکنے کے وقت ہوگی۔ ہر جان دار ہلاک ہو جائے گا اور معلوم نہیں کب تک دنیا اسی حالت میں رہے گی۔ اس کے بعد پھر دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا حکم ہوگا جب کہ تمام انسان زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اسی کو فرمایا گیا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ یعنی زمین کے طبقات میں جس قدر بھی بوجھل چیزیں ہیں۔ مثلاً خزانے، سونے چاندی یا ہیرے جواہرات کی کانیں۔ اور مردے وغیرہ سب کچھ باہر نکل پڑے گا۔

انسان کی حیرت

اس وقت زندہ ہو کر کھڑا ہونے والا انسان متعجب اور متحیر ہو کر کہے گا۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا کہ زمین کو کیا ہو گیا؟ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں انسان سے کافر انسان مراد ہے چونکہ اس کو قبروں سے اٹھنے کی امید ہی نہ ہوگی اس لئے قبر سے اٹھنے کے وقت وہ یہ بات کہے گا اور مومن کہے گا یہ وہی ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔ الغرض زندہ ہونے والا انسان حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہو گیا کہ اس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں یکدم باہر نکال پھینکیں۔

زمین سب حالات بیان کرے گی

آگے بتلایا گیا یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی جو اس پر گزرے ہوں گے۔ یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام اس کے اوپر کئے تھے سب ظاہر کر دے گی۔ مثلاً زمین کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی فلاں نے چوری کی تھی۔ فلاں نے خون ناحق کیا تھا وغیر ذلک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کئے جاتے ہیں زمین میں ان سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ اس طرح انسان کی تمام حرکتوں کا ایک مکمل ریکارڈ پیش کر دیا جائے گا۔

زمین کیسے بولے گی؟

رہی یہ بات کہ زمین یہ کام کس طرح کرے گی؟ تو اس کا جواب بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا میں دے دیا گیا۔ یعنی اس زمین کو اس کے رب کی طرف سے یہی حکم ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کا اس کو یہ حکم ہوگا کہ وہ اپنی سرگزشت بیان کرے تو یقیناً ایسا کرے گی۔ جو اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور سب کچھ کر سکنے والا تسلیم کرتے ہیں انہیں تو اس میں کوئی اشکال پیدا ہی نہیں ہو سکتا مگر جو عقل کے پجاری ہیں وہ سمجھیں کہ انسان کی زبان جو گویائی کا آلہ ہے ایک گوشت کا ٹکڑا ہے خدا تعالیٰ نے اس میں قوت گویائی رکھ دی جس کے لئے چاہا اور جس کے لئے نہ چاہا وہ باوجود زبان کے گونگا رہا۔ اسی طرح اگر خدا چاہے تو یہی قوت گویائی انسان کے کسی دوسرے حصہ میں رکھ دے تو وہ بھی اسی طرح بولنے لگے۔ دیکھنے کی قوت آنکھ میں رکھ دی ہے۔ سونگھنے کی ناک میں اور ٹٹولنے کی تمام جسم میں۔ اگر وہ چاہے تو ایک قوت کو دوسری جگہ رکھ دے یا تمام بدن کو کل قوتوں کا محل بنا دے اور ہر جگہ سے دیکھنے سننے اور ٹٹولنے لگے۔ چنانچہ قیامت کے دن جسم انسانی کے سب اعضاء کو قوت گویائی عطا ہوگی۔ اسی طرح قیامت میں زمین کو بھی قوت گویائی عطا

ہوگی۔ یہ کوئی مشکل یا عجیب یا خلاف عقل بات نہیں اور اب آج کل کے سائنسی دور میں جب کہ ایسی ایسی اختراعات اور ایجادات ہو رہی ہیں جن کا امکان کچھ عرصہ قبل بالکل خلاف عقل سمجھا جاتا تھا مگر اب وہ بالکل معمولی باتیں خیال کی جاتی ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ عقل انسانی نے ان کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ لہٰذا کسی شے کا عدم مشاہدہ اس کے عدم وجود پر دلالت نہیں کرسکتا۔ آج کل کے سائنس دان یہ بات کہتے ہیں کہ انسان جو کچھ بولتا ہے اور وہ جو کچھ حرکات کرتا ہے اس کا اثر لہروں کی شکل میں فضا میں باقی رہتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہم کسی وقت ان لہروں کو پھر آواز کی شکل میں تبدیل کرلیں اور اپنے کانوں سے اسے سن سکیں۔

آگے اسی یوم قیامت کے بارہ میں بتلایا جاتا ہے۔ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کے ثمرات کو دیکھ لیں یعنی اس روز لوگ مختلف حالات میں دربار عدالت خداوندی سے حساب وکتاب سے فارغ ہوکر لوٹیں گے۔ کوئی تو خوشی خوشی جنت کی راہ لیں گے اور ہمیشہ کے لئے آرام و راحت کے مزے لیں گے اور کوئی واصل جہنم ہوں گے تاکہ اپنے معاصی کی سزا بھگتیں۔

عمل کا ذرہ ذرہ سامنے آئے گا

اس حقیقت کو بیان کردینے کے بعد آخر میں تنبیہ کے طور پر انسان کو یہ بات بتا دی گئی۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞ سو جو شخص دنیا میں ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو وہاں بچشم خود دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ذرا برابر بھی بدی کرے گا وہ بھی اُس کو وہاں بچشم خود دیکھ لے گا یعنی اے انسان تو اس دھوکہ میں مت رہنا کہ تو اس دنیا میں جیسی چاہے من مانی زندگی گزارے اس کا کوئی اثر تمہاری آئندہ زندگی پر نہیں پڑنا ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے چھوٹے سے چھوٹے کام بھی تمہارے لئے اچھے یا برے نتیجوں کا سبب بنتے ہیں۔ ہر شخص کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اس کا کوئی کام اکارت نہیں جائے گا۔ ذرہ برابر نیکی کا پھل بھی اس کے سامنے آئے گا اور ذرہ برابر برائی کا نتیجہ بھی اسے بھگتنا پڑے گا۔

خلاصہ: یہ سورت دو مقاصد پر مشتمل ہے۔

اس میں اس زلزلے کی خبر دی گئی ہے جو قیامت سے پہلے واقع ہوگا اور سارے انسان اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور زمین انسان کے اعمال پر گواہی دے گی۔

لوگ حساب وکتاب کیلئے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے پھر ان کے اعمال کے مطابق انہیں دو قسموں میں تقسیم کیا جائے گا بعض شقی ہوں گے اور بعض سعید اور ان میں سے ہر ایک اپنے چھوٹے بڑے اعمال کی جزا دیکھ لے گا۔

سورۃ الزلزال کے خواص

١..... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو اس سورۃ کو اپنی نماز میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے زمین کے خزانوں کو کھول دیں گے۔

٢..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی اپنی نمازوں میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ہر خوف سے امن عطا فرمائینگے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ قیامت و آخرت پر ہم کو ایسا یقین کامل نصیب فرمائیں کہ جو ہم آخرت سے کبھی غافل نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں ان تمام نیکیوں کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں ہمارے کام آئیں۔ اور ان تمام برائیوں سے ہمیں بچالیں کہ جو آخرت میں پکڑ و سزا کا باعث ہوں۔ ہم سے جو برائیاں اب تک صادر ہو چکی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف کردیں اور ہمارے اعمالنامہ سے ان کو محو فرمادیں تاکہ ہم کو انہیں قیامت میں دیکھنا نہ پڑے اور جو نیکیاں ہم سے اللہ کی توفیق و تائید سے ہوگئی ہیں ان کو تا قیامت ہمارے اعمال نامہ میں ثبت فرمادیں۔ اور آخرت میں باعث اجر و ثواب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ

پھر اس وقت جماعت میں جا گھستے ہیں۔ بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر گزار ہے۔ اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے۔ اور وہ

لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾

مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔ کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مُردے قبروں میں ہیں۔ اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی	ضَبْحًا ہانپنے والے	فَالْمُوْرِيٰتِ چنگاریاں اڑانے والے	قَدْحًا سُم جھاڑ کر	فَالْمُغِيْرٰتِ غارت گری کرنیوالے					
صُبْحًا صبح کو	فَاَثَرْنَ پھر اڑائیں	بِهٖ اس سے	نَقْعًا گرد اڑاتے	فَوَسَطْنَ پھر جا گھسیں	بِهٖ اس وقت	جَمْعًا جماعت (فوج)	اِنَّ بیشک		
الْاِنْسَانَ انسان	لِرَبِّهٖ اپنے رب کا	لَكَنُوْدٌ ناشکرا	وَ اور	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى پر	ذٰلِكَ اس	لَشَهِيْدٌ گواہ	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	لِحُبِّ محبت میں
الْخَيْرِ مال و دولت	لَشَدِيْدٌ البتہ سخت	اَفَلَا پس کیا نہیں	يَعْلَمُ وہ جانتا	اِذَا جب	بُعْثِرَ اٹھائے جائینگے	مَا جو	فِى میں	الْقُبُوْرِ قبروں	
وَحُصِّلَ اور سامنے آجائے گا	مَا جو	فِى میں	الصُّدُوْرِ سینے دل	اِنَّ بیشک	رَبَّهُمْ انکا رب	بِهِمْ ان سے	يَوْمَئِذٍ اس دن	لَخَبِيْرٌ خوب باخبر	

وجہ تسمیہ، مقام نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتداہی وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا سے ہوئی ہے۔ عٰدیٰت جمع ہے۔ عادیة کی جس کے معنیٰ ہیں تیز دوڑنے والے گھوڑے۔ چونکہ اس سورۃ میں عادیات یعنی جنگ کے تیز دوڑنے والے گھوڑے کی وفاداری اور جانثاری کا ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے اسی لفظ عادیات کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

مجاہدین کے گھوڑوں کی پانچ صفات کی قسمیں

اس سورۃ کی ابتداء بھی قسمیہ کلام سے فرمائی جاتی ہے۔ عرب چونکہ لڑائی اور جنگ کے دلدادہ تھے اس لئے عربوں کی زندگی میں

نزول قرآن کے وقت گھوڑے کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے انہیں بات سمجھانے کے لئے جنگی گھوڑوں کی مثال سے کام لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے جانوروں میں ایسی خصلت رکھ دی ہے جو انسان کے لئے بھی پسندیدہ خصلت مانی جاتی ہے۔ تو یہاں گھوڑے کی پانچ صفات کا ذکر کیا گیا اور ان کی قسم کھائی گئی۔

پہلی صفت فرمائی وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں یعنی گھوڑا اپنے مالک کا کیسا وفادار خادم ہوتا ہے کہ اس کے اشارہ پر بے تحاشا دوڑتا ہے اور دوڑتے ہوئے ان کے پیٹوں سے ہانپنے کی آواز آتی ہے۔

دوسری صفت فرمائی۔ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو

پتھروں پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔یعنی یہ گھوڑے اس قدر قوی اور تیز رو ہیں کہ جب پتھر یلی زمین پر دوڑتے ہیں تو پتھروں پر ان کے ٹاپ اس زور سے پڑتے ہیں کہ ان سے آگ نکلتی ہے۔گھوڑے کے سموں میں جو آہنی نعل لگے ہوتے ہیں تو پہاڑوں اور پتھر یلی زمین میں دوڑنے سے ان کے نعل جو زمین میں لگتے ہیں تو شعلہ یا چنگاریاں نکلتی ہیں۔

تیسری صفت فرمائی فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی کہ غارت کرتے ہیں صبح کے وقت۔عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت حملہ کرنے کی تھی۔رات کو چل کر صبح ہی صبح جبکہ اعداء خواب غفلت میں پڑے ہوتے دفعۃً حملہ کرتے اور مال و اسباب ان کا لوٹ لیتے۔

چوتھی صفت فرمائی فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو اس وقت غبار اڑاتے ہیں یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جب کہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے گرد و غبار دبا رہتا ہے۔ان کی ٹاپوں سے اس وقت بھی گرد و غبار اڑتا ہے اور وہ دشمنوں کی صفوں میں جا گھستے ہیں۔

پانچویں صفت فرمائی فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو اس وقت دشمنوں کی جماعت میں جا گھستے ہیں۔یعنی اس وقت بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔

ناشکرا انسان اور اس کی صفات

ان پانچ قسموں کے بعد بطور جواب قسم جو بات فرمائی گئی وہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ہے (بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے) یہاں انسان سے مراد کافر انسان ہے جس کی توجہ ان گھوڑوں کی طرف دلائی جاتی ہے۔جو اپنے مالک کے کس قدر مطیع ہوتے ہیں۔خاص کر میدان جنگ میں تو اپنے آقا کی خاطر جان پر کھیل جاتے ہیں۔اپنے مالک سوار کے اشارہ پر چلتا ہے۔دوڑتا ہے ہانپتا ہوا۔ٹاپیں مارتا اور غبار اڑاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔تلواروں اور نیزوں اور برچھوں کے سامنے پڑ کر منہ نہیں پھیرتا بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ایک گھوڑا جس کا مالک گھاس و چارہ اور تھوڑا سا دانہ پانی کھلاتا پلاتا ہے وہ اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے اور کس قدر فرض شناسی سے کام لیتا ہے مگر یہ کافر انسان جس کو اس کے مالک حقیقی نے بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا۔جو اس مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی دن رات کھاتا پیتا ہے۔جس کی راحت و آرام کے لئے طرح طرح کے سامان اس کے منعم و محسن حقیقی نے مہیا کئے۔جس کو اس کے مالک حقیقی نے فہم و فراست علم و عقل اور نیک و بد میں تمیز کا مادہ عنایت فرمایا لیکن پھر بھی وہ اپنے مالک حقیقی کی اطاعت سے گریز کرتا ہے۔اپنے فرض منصبی کو فراموش کئے ہوئے ہے۔اپنے منعم حقیقی کی ناشکر گزاری کرتا ہے۔بیشک یہ کافر انسان بڑا ناشکرا اور بڑا نالائق ہے۔کہ ایک جانور گھوڑے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔اس کی حالت تو حیوانوں سے بھی بدرجہا بدتر ہے۔

اسی کافر انسان کے متعلق آگے فرمایا گیا وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے یعنی انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔اگر یہ اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکرا ہے۔ایسے ناشکرے انسان کی حالت آگے بتلائی گئی۔وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے یعنی لالچ، حرص و طمع، بخل و امساک نے جو اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔دنیا کے زر و مال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا اور نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

قبر و حشر کو سامنے رکھو

سورۃ کے اخیر میں ایسے احسان فراموش اور ناشکر گزار انسان کو جتلایا گیا اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ یعنی وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ جب قیامت کے دن سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور مردہ جسم قبروں سے نکل کر زندہ کھڑے کئے جاویں گے اور دلوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائیں گی۔اس وقت ان اعمال بد اور عقائد فاسدہ کی سزا دی جائے گی اس وقت دیکھیں یہ مال

کہاں تک کام دے گا اور نالائق ناشکرا انسان کہاں چھوٹ کر جائے گا اور ہر چند کہ اللہ کا علم ہروقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے اور بندہ کی ہر حرکت و سکون سے ہروقت آگاہ ہے لیکن اس روز اس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا اور کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے گی۔

خلاصہ

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور اس کے ناشکرا ہونے پر خود اس کے اعمال گواہ ہیں۔ گھوڑا اپنے مالک کا وفادار ثابت ہوتا ہے اسے خوش کرنے کیلئے تیروں کی بارش اور کوندتی تلواروں میں گھس جاتا ہے مگر ہائے رے انسان کہ یہ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اپنے مالکِ حقیقی سے بے وفائی کرتا ہے۔

انسان کی فطرت اور طبیعت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے اس کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو دوسری تلاش کرتا ہے اور دوسری ہو تو تیسری تلاش کرتا ہے اور اس کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

انسان کو ان اعمال صالح پر برانگیختہ کیا گیا ہے جو اسے اس وقت فائدہ دیں گے جب اسے حساب و جزا کیلئے پیش کیا جائے گا اور بندوں کے سینوں میں جو راز ہیں' آشکارا کر دیئے جائیں گے۔

سورۃ العادیات کا خلاصہ

١...... جو آدمی اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ ہر خوف سے محفوظ رہے گا۔

٢...... جو آدمی اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس کے لئے رزق آسان ہو جائے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنایا اور پھر انسان بنا کر اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ قیامت و آخرت کا یقین کامل ہی ہم کو معصیت اور گناہوں سے روک سکتا ہے آج ہم جو نافرمانی میں بے باک ہو گئے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ آخرت کی جزا و سزا کا خیال دل سے نکل گیا ہے۔ یا اللہ ہمیں آخرت کی ایسی یاد اور دھیان عطا فرما دے جو ہمیں آپ کا فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ میں نے عجب کیا ہو' ریاکاری کی ہو' کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو' کینہ' حسد' تکبر' اسراف' کذب' غیبت' خیانت' چوری' اپنے اوپر اترانا' دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت و عصبیت میں آ کر بے جا سخاوت' ظلم' لہو و لعب' چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آ گیا ہوں' الٰہی! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۭ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔کیسی ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔جس روز آدمی پریشان پروانوں

الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۭ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ

کی طرح ہوجاویں گے۔اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجاویں گے۔پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا۔وہ تو

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۭ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ وَمَآ اَدْرٰىكَ

خاطر خواہ آرام میں رہیں گے۔اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا۔ اُس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔اور آپ کو کچھ معلوم ہے

مَا هِيَهْ ۭ نَارٌ حَامِيَةٌ ۧ

کہ وہ کیا چیز ہے۔ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

اَلْقَارِعَةُ کھڑکھڑانے والی	مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ تم سمجھے	مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی	يَوْمَ جس دن		
يَكُوْنُ ہوں گے	النَّاسُ لوگ	كَالْفَرَاشِ پروانوں کی طرح	الْمَبْثُوْثِ بکھرے ہوئے	وَتَكُوْنُ اور ہوں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	كَالْعِهْنِ رنگین اون کی مانند	
الْمَنْفُوْشِ دھنکی ہوئی	فَاَمَّا پس جو	مَنْ جو	ثَقُلَتْ بھاری ہوئے	مَوَازِيْنُهٗ اس کے وزن	فَهُوَ سو وہ	فِيْ میں	عِيْشَةٍ عیش و آرام
رَّاضِيَةٍ پسندیدہ	وَاَمَّا اور جو	مَنْ جو	خَفَّتْ ہلکے ہوئے	مَوَازِيْنُهٗ ان کے وزن	فَاُمُّهٗ تو اس کا ٹھکانہ	هَاوِيَةٌ ہاویہ	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم کیا سمجھے
مَا هِيَهْ کیا ہے وہ؟	نَارٌ آگ	حَامِيَةٌ دہکتی ہوئی					

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ اَلْقَارِعَةُ سے ہوئی ہے۔قارعۃ کے معنیٰ ہیں اچانک آ جانے والی مصیبت۔کھڑکھڑانے والا حادثہ۔ یہاں القارعۃ سے مراد حادثۂ قیامت ہے چونکہ قیامت بھی اچانک اور ناگہاں آ جانے والی مصیبت اور حادثۂ عظیم ہے اسی لئے اس کو القارعۃ کہا گیا۔اور اسی لفظ سے سورۃ کو موسوم کیا گیا۔یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

تمہیں معلوم ہے قیامت کیا ہے؟

قرآن کریم کا ایک انداز بیان یہ بھی ہے کہ جب کسی بات پر زور دینا ہوتا ہے تو اسے پہلے سوالیہ انداز میں سامنے رکھا جاتا ہے اور پھر خود ہی جواب دے دیا جاتا ہے۔اس طرح ایک سادہ جملہ کے مقابلہ میں بات کہیں زیادہ موثر ہو جاتی ہے۔اور پڑھنے والے یا سننے والے کے ذہن پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔قیامت جو ایک انتہائی ہولناک وقت ہوگا اس کے بارہ میں ابتدائی تین آیات اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ میں یہی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔وہ کھڑکھڑانے والی چیز؟ وہ کھڑکھڑانے والی کیسی ہے اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز مراد قیامت ہے جو قلوب کو سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو نہایت ہولناک آوازوں سے کھڑکھڑا دے گی۔مطلب یہ ہے کہ حادثۂ قیامت کے اس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو بس اس کے بعض آثار آگے بیان کر دیئے

جاتے ہیں جن سے اس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہوسکتا ہے۔

میدان حشر کا ایک منظر

آگے قیامت میں میدان حشر کا ایک منظر بتلایا گیا یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ جس دن لوگ میدان حشر میں پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ یعنی جیسے برسات کے دنوں میں پتنگے اور کیڑے مکوڑے ڈھیر کے ڈھیر نکل پڑتے ہیں اور دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سارے میدان میں یہی بکھرے ہوئے ہیں۔ بس اسی منظر سے ملتا جلتا وہ منظر ہوگا جب تمام انسان دوبارہ جی اٹھیں گے اور ہر طرف ان کے غول کے غول دکھائی دیں گے اور میدان حشر میں پروانوں اور پتنگوں کی طرح حیران و پریشان بکھرے پڑے ہوں گے۔ بے قراری اور بے تابی میں ادھر ادھر مارے پھریں گے۔ گویا پروانوں کے ساتھ تشبیہ ضعف' کثرت بے تابی اور حیرانی و پریشانی میں ہوئی۔

ایک دوسرا منظر

آگے قیامت کا ایک دوسرا منظر بیان فرمایا وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ یعنی پہاڑ اپنے وزن اور اپنی جسامت کے لحاظ سے انسانی ذہن پر اپنی عظمت اور ہیبت کا ایک اثر ڈالتے ہیں تو یہ بھاری بھرکم وجود بھی قیامت کی ٹوٹ پھوٹ کے اثر سے فضا میں اس طرح اڑتے پھریں گے جیسے دھنی ہوئی اون یا جیسے روئی کو دھنک کر ایک ایک پھاہا کر کے اڑا دیتا ہے۔ اور رنگین اون سے اس لئے تشبیہ دی کہ دنیا میں مختلف رنگوں کے پہاڑ ہیں جیسے سنگ مرمر کے پہاڑ سفید ہوتے ہیں اور سنگ سرخ کے پہاڑ سرخ اور سنگ سیاہ کے پہاڑ سیاہ۔ یہ پے در پے زلزلہ وغیرہ سے چورا چورا ہو کر فضا میں اڑتے پھریں گے۔ انسانوں کو یقیناً قیامت کی ہولناکی اور شدت کا اندازہ اس منظر سے بھی ہوسکتا ہے۔

آخرت کی راحت وعذاب کا مدار

قیامت کی ہولناکی اور آخرت کے انجام کا ذکر جو بار بار قرآن میں آتا ہے اس کی غرض یہی ہے کہ انسان کسی وقت یہ نہ بھولنے پائے کہ اس دنیا کی زندگی کا ایک انجام بھی ہے۔ اسے مر کر پھر ایک بار زندہ ہونا ہے اور پھر وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اور اس زندگی کی کامیابی کا مدار صرف اس بات پر ہے کہ انسان دنیا کی زندگی میں کیا کما کر ساتھ لے گیا۔ یہی بات اخیر کی آیتوں میں دہرائی گئی ہے۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔ یعنی جس نے دنیا کی زندگی ایمان اور عمل صالح کے ساتھ گزاری ہوگی اور قانون خداوندی کو خضر راہ بنایا ہوگا تو پھر اس کی تول بھاری نکلے گی۔ اول تو ایمان کی تول ہی وزن میں بھاری ہوگی پھر نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' صدقات' خیرات کی گراں باری ہوگی۔ پھر شہوات ولذات سے صبر' اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت یہ حسنات کے پلے کو اور بھی بھاری بنا دے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے لوگ دل پسند زندگانی حیات جاودانی اور ہر طرح کامرانی میں ہوں گے۔ یہ جملہ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ بڑا وسیع المعنی جملہ ہے۔ آخرت کی تمام نعمتیں جنت اور اس کی راحتیں اور وہاں کی خوشی وسرور اور دیدار الٰہی کی نعمت من مانے عیش اور خاطر خواہ آرام سب عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ میں شامل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی ان بندوں میں شامل فرمالیں جن کو عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ نصیب ہوگا۔ آمین۔

تو یہ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ یعنی من مانا عیش ان کے لئے ہوگا جن کے اعمال ایمان واخلاص کی وجہ سے وزنی ہوں گے اور جن کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ باقی رہے وہ جن کا ایمان کا پلہ ہلکا ہوگا۔ جنہوں نے اپنی دنیاوی زندگی اپنی خواہشات میں اور لذات وشہوات میں گزاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے قوانین سے بغاوت اور نافرمانی کی ہوگی۔ جو اپنے کفر ومعاصی پر اڑے رہے اور دنیا پر فریفتہ رہے اور اسی عشق دنیا میں بڑی ثابت قدمی دکھلائی تو آخرت میں ان کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔ ہاویہ کے لفظی معنی گڑھے کے ہیں یہاں مراد جہنم کا گڑھا ہے آگے ھاویہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ ہاویہ کیا چیز ہے۔ وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔ یعنی جو عذاب شدید اس طبقہ میں

ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ وہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہئے۔ اللھم اعاذنا اللہ منھا ۔اے اللہ آپ اپنے کرم وفضل سے اس ہاویہ کے قرب ہونے سے بھی ہم سب کو بچائیے گا۔

اس سورۃ میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

''وہ کھڑ کھڑانے والی چیز۔کیسی ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز؟ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز مراد قیامت ہے۔جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جاویں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے پہاڑ اڑتے پھریں گے پھر وزن اعمال کے بعد جس شخص کا پلہ ایمان کا بھاری ہوگا یعنی وہ مومن ہوگا تو وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا۔یعنی ناجی ہوگا اور جس شخص کا پلہ ایمان کا ہلکا ہوگا یعنی وہ کافر ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ ہاویہ کیا چیز ہے وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔''

آخرت میں اعتقاد واعمال کے لحاظ سے تین گروہ

یہاں ان آیات فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا ان میں مومن اور کافر کا بیان فرمایا گیا ہے۔اور دونوں کا انجام بھی بتلایا گیا ہے قیامت میں پہلے کافر و مومن میں امتیاز کر دیا جائے گا۔کافر تو ابدالآباد کے لئے واصل جہنم ہوں گے پھر مومنین کے حسنات وسیئات کا وزن کیا جائے گا۔اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور اگر سیئات غالب ہوئے تو اس کا معاملہ مشیت الٰہی پر موقوف ہوگا۔یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو سزا کے لئے دوزخ میں داخل کر دیں گے اور پھر سزا کے بعد مغفرت ہو جائے گی۔یا چاہیں گے تو بغیر سزا گناہ بخش دیں گے اور جنت میں بھیج دیں گے۔اپنی مخصوص رحمت کے سبب یا بوجہ شفاعت۔

یہاں پر ایک تیسرے فریق کا ذکر نہیں کیا گیا اور وہ وہ ہوں گے جن کے نیکی اور بدی کا وزن برابر ہوگا۔یہ اعراف والوں میں سے ہوں گے اور بالآخر وہ بھی جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔اصحاب اعراف کا ذکر آٹھویں پارہ سورۃ اعراف میں بیان ہوا ہے۔

اعمال کا وزن ہوگا گنتی نہیں

ان آیات فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ کے تحت علمائے مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان آیات میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آخرت میں انسانوں کے اعمال وزن کئے جائیں گے اور تولے جائیں گے۔ان اعمال کا شمار اور گنتی نہیں کی جائے گی اور نصیحت وہدایت یہاں یہ فرمائی ہے کہ اعمال کا وزن بقدر اخلاص اور مطابقت سنت کے بڑھتا ہے۔چنانچہ جس مومن کے عمل میں اخلاص بھی کامل ہو اور سنت کی مطابقت بھی ہو تو اگر چہ اس کے اعمال تعداد وشمار میں کم ہوں لیکن ان کا وزن اس شخص کے اعمال سے بڑھ جائے گا جس نے تعداد میں نماز روزے صدقہ خیرات حج عمرے وغیرہ تو بہت کئے مگر اخلاص میں کمی رہی یا سنت کی مطابقت میں کمی رہی۔تو معلوم ہوا کہ اعمال میں وزن پیدا کرنے والی دو چیزیں ہیں ایک اخلاص یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کا ہونا اور دوسری چیز سنت کے موافق اور مطابق عمل کا ہونا۔اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے اعمال میں اخلاص اور سنت کی موافقت ومطابقت نصیب فرمائیں۔

خلاصہ

اس سورت میں قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا ہے جب قیامت قائم ہوگی تو نظام کائنات میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوں گی جو انسان کو حیران اور ششدر کر دیں گی۔سورت کے اختتام پر بتلایا گیا کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال کا وزن ہوگا کسی کی حسنات زیادہ ہوں گی اور کسی کی سیئات اور انہیں کے اعتبار سے انسان کے انجام کا تعین ہوگا۔

سورۃ القارعۃ کے خواص

۱...جس آدمی کا روزگار تنگی کا شکار ہو تو وہ سورۃ القارعہ کو لکھ کر گلے میں پہنے، رزق فراخ ہو جائے گا۔

۲...جو آدمی روزانہ سورۃ القارعہ کی قرأت کا معمول رکھے وہ امن میں رہیگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾

فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴿۷﴾

ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے۔ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر واللہ تم لوگ ضرور اُس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے۔

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾

پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی۔

اَلْهٰكُمْ تمہیں غفلت میں رکھا	التَّكَاثُرُ کثرت کی خواہش	حَتّٰى یہاں تک کہ	زُرْتُمُ تم نے زیارت کی	الْمَقَابِرَ قبریں	كَلَّا ہرگز نہیں	سَوْفَ عنقریب	
تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	ثُمَّ پھر	كَلَّا ہرگز نہیں	سَوْفَ جلد	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	كَلَّا ہرگز نہیں	لَوْ تَعْلَمُوْنَ کاش تم جانتے	عِلْمَ الْيَقِيْنِ علم یقین
لَتَرَوُنَّ تم ضرور دیکھوگے	الْجَحِيْمَ جہنم	ثُمَّ پھر	لَتَرَوُنَّهَا ضرور اسے دیکھوگے	عَيْنَ الْيَقِيْنِ یقین کی آنکھ	ثُمَّ پھر	لَتُسْـَٔلُنَّ تم ضرور پوچھے جاؤگے	
يَوْمَئِذٍ اس دن	عَنِ سے بابت	النَّعِيْمِ نعمتیں					

سورۃ کی وجہ تسمیہ اور فضیلت وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ سے ہوئی ہے۔ اسی سے سورۃ کا نام التکاثر ماخوذ ہے۔ اس سورۃ کی فضیلت ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی میں طاقت نہیں کہ ہزار آیات روز پڑھ لیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہزار آیات روز کون پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا کیا تم میں سے کوئی روز اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ تنہا اس سورۃ کی تلاوت گویا ایک ہزار آیات کی تلاوت کے برابر ہے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

شان نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث ومفسر دہلویؒ نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ قریش کے قبائل بنی عبدمناف اور بنی سہم میں سے ہر قبیلہ نے کہا کہ ہم میں سردار اور عزت مند آدمی تم سے زیادہ ہیں اور ہماری تعداد بھی تم سے زیادہ ہے لہذا سرداری ہمارا حق ہے۔ گنتی کی تو بنی عبدمناف زیادہ نکلے۔ پھر کہنے لگے کہ اب ہم اپنے مردوں کو شمار کریں گے چنانچہ قبرستان میں جا کر مردوں کو شمار کیا تو بنی سہم کی تعداد بڑھ گئی کیونکہ دور جاہلیت میں ان کی تعداد زیادہ تھی۔ غرض اس بیہودہ تفاخر کی برائی پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس میں متنبہ کیا گیا کہ کثرت مال و دولت' جاہ وحشمت' عزت ومرتبت پر نازاں نہ ہونا چاہئے۔ یہ چیزیں قابل فخر نہیں۔

دنیاوی حرص ہلاکت ہے

اس سورۃ کا مضمون ہر اس شخص کے بارہ میں ٹھیک ہو سکتا ہے جو دنیا کی طلب میں سرگرداں ہو اور ہر آن اسی دھن میں لگا ہو کہ دنیا کا سازوسامان عزت وجاہت' مال و دولت زیادہ سے زیادہ حاصل کیا جائے چنانچہ سورۃ کی ابتداء اس طرح فرمائی گئی اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ تکاثر یعنی دنیوی سازوسامان پر فخر کرنا تم کو آخرت

سے غافل کئے رکھتا ہے۔ یعنی مال واولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ اپنے مالک اور خالق کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو اور میرا کنبہ قبیلہ اور جتھا سب سے غالب رہے۔ اور یہ پردۂ غفلت نہیں اٹھتا یہاں تک کہ آدمی کو موت آ جاتی ہے۔ جب قبر میں پہنچتا ہے تو پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑا ہوا تھا۔ یہ دنیا کی چہل پہل محض چند روزہ تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان تھے۔ مسلم و ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن الشخیرؓ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں پہنچا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ رہے تھے پھر فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال، تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا خیرات کر دی اور جاری کر دیا۔ اور دوسری روایت میں جاری کر دیا کے بجائے ذخیرہ کر لیا کے الفاظ ہیں۔

عنقریب حقیقت کھلنے والی ہے

سورۃ میں آگے فرمایا جاتا ہے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جاوے گا۔ یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا یہ خیال صحیح نہیں کہ مال دولت و اولاد اور دنیوی ساز و سامان کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے۔ عنقریب مرتے ہی اور قبر میں جاتے ہی تم معلوم کر لو گے کہ یہ زائل اور فانی دنیوی ساز و سامان ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھا۔ پھر سمجھ لو کہ تم کو قبر سے نکلتے ہی حشر میں معلوم ہو جاوے گا کہ آخرت ایسی چیز نہیں کہ جس سے انکار کیا جائے یا غفلت برتی جائے۔ اور تم کو بہت جلد حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ اصل زندگی اور عیش تو آخرت کا ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائیگی۔

کاش تم یقین کر لیتے!

آگے فرمایا جاتا ہے۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے یعنی پھر تم کو اے لوگو متوجہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ دنیا کے ساز و سامان اور چیزیں قابل فخر و توجہ کے اور آخرت قابل غفلت و انکار کے نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس فخر و غفلت میں نہ پڑتے۔ اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے وہ تم کو دیکھنا پڑے گا اول تو اس کا کچھ اثر مرنے کے بعد برزخ ہی میں نظر آ جائے گا پھر آخرت میں تو پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔ اسی کو فرمایا گیا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے۔

کسب مال کی حدود

مگر یہاں ایک ضروری بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ بقدر حاجت ضروریات دنیا کا مال حاصل کرنے کی کوشش کرنا نہ کوئی بری بات ہے اور نہ اس کی مذمت ہے بلکہ عین ثواب اور داخل عبادت ہے اگر نیت اور عمل صحیح ہو اور بہت سے کار خیر اور آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ کسی دوسرے کا دست نگر رہنا، یا سوال کر کے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا یہ شریعت اسلامیہ میں نہایت ناپسندیدہ ہے ہاں حصول دنیا میں غرق ہو جانا آتش حرص کا ہر وقت شعلہ زن رہنا۔ بے کار اور لغو باتوں میں ہمہ تن مستغرق ہو جانا۔ سعادت اخرویہ سے بالکل غافل یا منکر رہنا یہ سراپا حماقت و جہالت ہے اور ایسی ہی دنیا طلبی کی مذمت کی گئی ہے اس لئے دنیا کے کاموں کی مشغولیت اور دنیا سے جو تمتع فکر آخرت کے تحت ہو اور آخرت کا راستہ اس سے کھوٹا نہ ہوتا ہو وہ مذموم اور ممنوع نہیں بلکہ وہ تو جنت تک پہنچنے کا زینہ ہے۔

نعمتوں کا جواب دینا ہوگا

آخیر میں فرمایا جاتا ہے۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

پھر اس دن تم سے ساری نعمتوں کی پوچھ ہوگی۔ یعنی آج جن نعمتوں پر پھولے ہوئے ہو اور ان کے ازدیاد کی حرص میں لگے ہوئے ہو آخرت سے غافل اور مالک حقیقی کے ناشکرے بنے ہوئے ہو قیامت میں ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا حق تم نے کیا ادا کیا اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی نعمتوں میں ہم ہیں جو کی روٹی وہ بھی آدھی بھوک ملتی ہے۔ پیٹ بھر کر نہیں ملتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ ان سے فرمائیں کیا تم جوتے نہیں پہنتے (جو گرمی کی تکلیف سے بچاتا ہے) ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں۔

عجیب واقعہ

اس آیت کی تفسیر کے تحت حضرت علامہ عبدالحق دہلویؒ نے اپنی تفسیر حقانی میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ کوئی مفلس شخص افلاس اور غربت سے تنگ آ کر خدا تعالیٰ کا شاکی ہوا اور سفر کو گیا وہاں ایک جگہ اس کو اس قدر مال و زر حاصل ہوا کہ تین خچر لاد کر گھر کی طرف واپس چلا۔ راستہ میں کہیں پانی نہ ملا اور گرمی سے ہلاکت کی نوبت پہنچی تب ایک شخص نمودار ہوا جس کے پاس ٹھنڈا پانی تھا۔ اس سے پانی کا سوال کیا۔ اس نے کہا کہ ایک خچر مال کا دے تو دیتا ہوں۔ ناچار ہو کر دینا پڑا ورنہ پیاس سے موت سامنے نظر آتی تھی۔ پانی پی کر جان بچائی اور دو خچر لے کر چلا۔ اب بھوک لگی اور سخت بے تابی ہوئی۔ ہلاکت کی نوبت آ گئی۔ تب ایک شخص ملا جس کے پاس کھانا تھا۔ اس سے سوال کیا اس نے کہا کہ اگر ان دو خچروں میں سے ایک دے تو دیتا ہوں ورنہ بھوک سے مرے گا اور دونوں خچر یہیں رہ جائیں گے۔ مجبوراً ایک خچر دے کر روٹی لی اور پیٹ بھر کر کھایا۔ آگے چل کر اس کے پیٹ میں پاخانہ پیشاب بند ہو جانے سے شدت کا درد ہوا کہ ہلاکت کی نوبت آ گئی۔ ایک شخص طبیب نمودار ہوا اور اس نے کہا کہ یہ خچر مجھے دے تو ابھی آرام ہوتا ہے۔ آخر جان عزیز تھی وہ بھی دے دیا تو درد سے نجات ملی۔ تب ہاتف غیب سے آواز آئی کہ روٹی اور ٹھنڈا پانی اور درد سے سلامتی اس قدر مال دے کر لی ہے۔ اس سے پہلے تجھے خدا ہمیشہ مفت دیتا رہا اس پر بھی تو اس کا شاکی ہوا۔ یہ کیا انصاف ہے؟ وہ شخص بہت رویا اور تائب ہوا۔

خلاصہ

اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو صرف دنیا کی زندگی کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں اور دنیا کا ایندھن جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں، ان کے انہماک کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ انہیں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے لیکن پھر اچانک موت آ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور انہیں قصر سے قبر کی طرف منتقل ہونا پڑتا ہے، ان لوگوں کو ڈرایا گیا کہ قیامت کے دن تمام اعمال کے بارے میں سوال ہوگا۔ پھر تم جہنم کو ضرور دیکھو گے اور تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ امن، صحت، فراغت، اکل و شرب، مسکن، علم اور مال و دولت جیسی نعمتوں کو کہاں استعمال کیا؟

خواص سورۃ التکاثر

۱- اگر کسی آدمی کو سر درد ہو، یا آدھے سر میں درد ہوتا ہو تو اس پر عصر کی نماز کے بعد یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا جائے، ان شاء اللہ درد ختم ہو جائیگا۔

۲- جو آدمی بارش کا پانی اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے جمع کرے اور پھر اس پانی کو کسی مشروب میں ملا لے تو اس مشروب کی افادیت اور نفع بہت بڑھ جائے گا۔

۳- جو آدمی روزانہ اس سورۃ کی تلاوت کا معمول رکھے وہ خوشحال ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوۡرَةُ الۡعَصۡرِ مَكِّيَّةٌ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالۡعَصۡرِۙ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِىۡ خُسۡرٍۙ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا

قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے

بِالۡحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ

کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

وَالۡعَصۡرِ قسم زمانہ کی	اِنَّ بیشک	الۡاِنۡسَانَ انسان	لَفِىۡ میں	خُسۡرٍ خسارہ	اِلَّا سوائے	الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا جو لوگ ایمان لائے	وَ اور	
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے عمل کئے نیک	وَتَوَاصَوۡا اور انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی	بِالۡحَقِّ حق کی	وَتَوَاصَوۡا اور وصیت کی	بِالصَّبۡرِ صبر کی				

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَالۡعَصۡرِ سے فرمائی گئی ہے یعنی قسم ہے زمانے کی۔ ''عصر'' عربی زبان میں زمانہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے سورۃ کا نام العصر ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ابوالاسد ایک کافر تھا اور زمانہ جاہلیت میں وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دوست تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لے آئے تو یہ ابوالاسد کافران سے کہنے لگا کہ اے ابوبکر تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے۔ تم نے تو اپنی ہوشیاری اور ذکاوت سے تجارت میں بہتیرا مال پیدا کیا اور کبھی تم نے نقصان نہیں اٹھایا۔ اب یکلخت ایسے گھاٹے میں پڑے کہ آبائی دین چھوڑ کر لات وعزیٰ کی عبادت سے محروم اور ان کی شفاعت سے مایوس ہو گئے۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اے بے وقوف جو اللہ اور اللہ کے رسول کا تابعدار بنتا ہے اور دین حق کو قبول کرتا ہے وہ کبھی نقصان میں نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں حضرت صدیقؓ کے کلام کا حسن ظاہر فرمایا اور اس کافر کے خیال باطل کی بدلائل وشواہد تردید فرمائی اور قسمیہ کلام کے ساتھ اس سورۃ میں فرمایا گیا کہ انسان آخر میں ٹوٹا اور خسارہ اٹھائے گا سوائے ان لوگوں کے کہ جو زندگی میں ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

سورۃ العصر کا مقام ومرتبہ

فی الحقیقت یہ اگرچہ ایک چھوٹی سی سورۃ ہے لیکن سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ اس سورۃ کے بارہ میں امام شافعیؒ کا قول مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن کریم میں سے صرف یہی سورۃ نازل کر دی جاتی تو سمجھدار بندوں کی ہدایت کے لئے کافی تھی۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کا دستور تھا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے تو جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورۃ سنایا کرتے تھے۔ ایک پڑھتا تو دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

عصر کی قسم

اس سورۃ کی ابتداء بھی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی ہے اور حق تعالیٰ شانہ نے عصر کی قسم کھائی۔ وَالۡعَصۡرِ عصر زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی کہ جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے۔ دوسرے معنیٰ مفسرین نے والعصر سے مراد یہ لئے ہیں کہ قسم ہے نماز عصر کے وقت کی کہ جو

کاروباری دنیا میں خاص مشغولیت اور شرعی نقطہ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار لٹ گیا۔ تیسری مراد یہاں والعصر سے بعض مفسرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کو لیا ہے یعنی قسم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کی جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا۔ لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے یعنی حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھائی کہ جس میں رنج وخسران واقع ہوتا ہے۔

انسان نقصان میں ہے

بطور جواب قسم کے فرمایا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے اور اس سے بڑھ کر ٹوٹا اور خسارہ کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دکان دار کی طرح ہر لحظہ اور ہر گھڑی اس کی عمر عزیز دم بدم کم ہوتی جارہی ہے اور جو لمحہ گزر رہا وہ پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ اگر اس کی عمر رواروی میں کوئی ایسا کام نہ کرلیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کار آمد بن جائے تو پھر خسارہ اور نقصان کی کوئی انتہا نہیں۔ انسان گذشتہ کے حالات و تاریخ کو دیکھے اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرے تو ادنیٰ غور و فکر سے ثابت ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پروا ہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کس طرح ناکام ونامراد بلکہ تباہ وبرباد ہو کر رہے۔ انسان کو چاہیے کہ وقت کی قدر پہچانے اور اس عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت یا شرارت یا لہو ولعب میں نہ گنوائے۔ اگر غفلت اور نسیان میں گزار دیئے گئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔

فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں فرمایا جاتا ہے۔ یعنی انسان کو خسارہ اور نقصان سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے اگر یہ چار باتیں دنیا میں اختیار نہ کیں تو ہرگز ہرگز خسارہ سے نہیں بچ سکتا اور اگر یہ چار اوصاف اختیار کر لئے تو پھر خسارہ نام کو بھی نہیں۔ اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

ایک اٰمَنُوْا دوسرے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تیسرے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ چوتھے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی اول خدا اور رسول پر ایمان لائے۔

جن کا عقیدہ درست ہو

یعنی اس کے تمام عقیدے درست ہوں۔ خدا تعالیٰ کے بارہ میں اس کی ذات وصفات کے بارہ میں۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے بارہ میں۔ اللہ کی کتاب کے بارہ میں۔ آخرت، ملائکہ، تقدیر، قبر، حشر، نشر، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ کے بارہ میں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے ان پر پورا یقین اور اعتماد رکھے۔

عمل صالح ہو

دوسری بات یہ کہ ایمان ویقین کا اثر محض ان کے قلب ودماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو اور اللہ ورسول کے احکام اور اوامر پر عمل پیرا ہو اور منہیات سے مجتنب ہو۔ ہر وہ کام جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو اس پر عامل ہو اور اس عمل سے مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ یہی وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہے۔

اجتماعی صلاح وفلاح کا درد ہو

تیسرے تواصی بالحق کی صفت یعنی محض اپنی انفرادی صلاح وفلاح پر قناعت نہ کرے اور اسے کافی نہ سمجھے کہ وہ خود سیدھے راستہ پر آ گیا ہے بلکہ قوم وملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے اور اپنے کو اس بات کا ذمہ دار سمجھے کہ اسے دوسرے لوگوں کو بھی حق کی تلقین کرنا ہے اور انہیں سیدھے راستہ پر لانے کی کوشش کرتے رہنا ہے۔ گویا ایک مسلمان کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو اپنے قول وفعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ تواصی بالحق یعنی حق پر قائم رہنے کی تاکید وسیع المعنیٰ الفاظ ہیں۔ تواصی بالحق دین پر قائم رہنے کو بھی شامل ہے۔ راست بازی اور نفع خلائق کی ہدایت کو بھی شامل ہے۔ پھر دین میں عبادات

سے لے کر اعتقادات صحیحہ اور اخلاق کریمانہ اور خیرات وصدقات کی تعلیمات کو بھی شامل ہے۔ بنائے مساجد و مدارس اور اسلام کے قیام و استحکام تبلیغ و اشاعت اور اعلائے کلمۃ الحق کی بابت تدابیر اور عمدہ تصانیف اور تعلیم علوم وغیرہ سب تواصی بالحق میں شامل ہیں۔

صبر واستقامت کا پیکر ہو

چوتھے تواصی بالصبر کی صفت ہے یعنی حق کی راہ چلنے میں چاہے جتنی مشکلات پیش آئیں انہیں خود بھی برداشت کرے اور دوسروں کو بھی تاکید و نصیحت کرتا رہے۔ کہ دیکھو سچائی اور دین حق کی راہ میں اگرچہ کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے لیکن تمہیں کسی حال میں سچائی اور دین حق کا دامن نہ چھوڑنا چاہئے پوری ہمت کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرتے رہو اور حق پر قائم رہو۔ تواصی بالصبر کا لفظ بھی بڑا جامع المعنیٰ ہے اس میں مخالفوں کی ایذا اور بدگوئی کی برداشت بھی صبر ہے۔ نفس بد کا مقابلہ اور پھر مقابلہ میں ثابت قدمی بھی صبر ہے
میں مشقتوں کی برداشت بھی صبر ہے مصائب ارضی وسماوی پر
ی صبر ہے۔ خلاف طبع امور کا تحمل کرنا اور پورے استقامت
ا بھی صبر ہے۔ نیکی کے راستہ پر جمے رہنا اور راہ حق سے قدم نہ
ڈ ی صبر ہے۔ اسی طرح جملہ اخلاق میں نفسانی خواہش روکنے
میر ، قدمی بھی صبر ہے۔ اسی طرح صف جنگ میں دشمنان دین کا
مقا ،مقابلہ میں استقلال وثابت قدمی بھی صبر ہے۔
غرض اس سورۂ مبارکہ میں چار چیزوں کی تعلیم ہے

(۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) تواصی بالحق (۴) تواصی بالصبر

یہ چار خوبیاں جن کا ذکر چھوٹے چھوٹے لفظوں میں اس سورۃ میں کیا گیا ہے اپنے معنیٰ اور تفصیل کے لحاظ سے اتنی بڑی خوبیاں ہیں کہ اس کے بعد کسی اور خوبی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ

سورۂ عصر مکی ہے اس میں ۳ آیات ہیں یہ مختصری سورت اسلام کے عظیم اصولوں اور انسانی زندگی کے دستور کی وضاحت کرتی ہے اس سورت کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر لوگ صرف اس سورت میں تدبر کرلیں تو یہ سورت ان کی نجات کیلئے کافی ہوسکتی ہے اس سورت کی ابتدا میں اللہ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا کہ سارے کے سارے انسان خسارے میں ہیں چاہے وہ مادی اور ظاہری اسباب سے مالا مال کیوں نہ ہوں البتہ جو چار صفات سے متصف ہوں گے وہ خسارے سے بچ جائیں گے یعنی ایمان، عمل صالح، ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین۔

سورۃ العصر کے خواص

۱- جسے بخار ہو اس پر سورۃ العصر پڑھ کر دم کیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہوجائے گا۔

۲- چار ٹکڑوں میں سے ہر ایک پر سورۃ العصر لکھ کر جس مکان کے چاروں کونوں میں لٹکا دیا جائے تو وہ مکان چاروں طرف سے آنے والی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو زندگی کی مہلت اور عمر کی نعمت عطا فرما رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کا قدرداں بنائیں اور ہم کو ایمان حقیقی کے ساتھ عمل صالح کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در رو طعنہ دینے والا ہو جو مال جمع کرتا ہو اور اسکو بار بار گنتا ہو۔ وہ خیال کررہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِىْ تَطَّلِعُ

ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جاویگا جسمیں جو کچھ پڑے وہ اسکو توڑ پھوڑ دے۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے۔ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے۔ جو

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۗ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

دلوں تک جا پہنچے گی۔ وہ ان پر بند کر دی جاوے گی۔ بڑے لمبے لمبے ستونوں میں۔

وَيْلٌ خرابی	لِكُلِّ واسطے ہر	هُمَزَةٍ طعنہ زن	لُمَزَةِ عیب جو	الَّذِىْ جس۔جو	جَمَعَ جمع کیا	مَالًا مال	وَعَدَّدَهٗ اسے گن گن کر رکھا	يَحْسَبُ وہ گمان کرتا ہے
اَنَّ کہ	مَالَهٗ اس کا مال	اَخْلَدَهٗ اسے ہمیشہ رکھے گا	كَلَّا ہرگز نہیں	لَيُنْۢبَذَنَّ ضرور ڈالا جائے گا	فِىْ میں	الْحُطَمَةِ "حطمہ"	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ تم سمجھے
مَا الْحُطَمَةُ "حطمہ" کیا ہے؟	نَارُ اللّٰهِ اللہ کی آگ	الْمُوْقَدَةُ بھڑکائی ہوئی	الَّتِىْ جو کہ	تَطَّلِعُ جا پہنچے وہ	عَلَى پر	الْاَفْـِٕدَةِ دل (جمع)		
	اِنَّهَا بیشک وہ	عَلَيْهِمْ ان پر	مُّؤْصَدَةٌ بند کی ہوئی	فِىْ میں	عَمَدٍ ستون	مُّمَدَّدَةٍ لمبے لمبے		

وجہ تسمیہ، زمانہ نزول

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں ہمزۃ کا لفظ آیا ہے۔ اس لئے یہی لفظ ھمزۃ سورۃ کا نام مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ بعض کفار مکہ مثلاً خنس بن شریق امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ ہر ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی بدگوئی کیا کرتے۔ طعنہ زن رہتے اور عیب نکالا کرتے۔ یہ سورۃ انہی کفار کو متنبہ کرنے کے لئے نازل ہوئی۔

انسانی حقوق کی اہمیت

واضح ہو کہ ظلم وگناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہیں جیسے اللہ کی عبادت نہ کرنا اس کے مقرر کردہ فرائض نہ بجالانا۔ اس کے منع کردہ گناہوں کا مرتکب ہونا۔ دوسرے وہ جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں جیسے کسی کا حق ادا نہ کرنا یا بلاوجہ کسی کو تکلیف و ایذا پہنچانا۔ کسی کی آبروریزی کرنا۔ کسی کے دل کو رنج پہنچانا خصوصاً خاصان خدا کی دل آزاری کرنا۔ یہ دوسرے قسم کے گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں ایسے سخت ہیں کہ اگر ان کا مرتکب صاحب حق سے معاف نہ کرائے تو محض توبہ و استغفار سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ حقوق العباد میں سے ایک غیبت اور بدگوئی اور طعنہ زنی بھی ہے۔ قرآن کریم نے غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور حدیث میں اس کو زنا سے سخت بیان فرمایا ہے۔

غیبت وبدگوئی کی برائی

مکہ کے قریش کافر غیبت و بدگوئی کی بلا میں سخت مبتلا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کیا کرتے اور غریب ایمان

داروں پر طعن و تشنیع کرتے ان کی نماز و عبادات کی نقلیں کر کے لوگوں کو ہنسایا کرتے اور نفرت دلایا کرتے۔ اس سورۃ میں ان کے اس فعل شنیع کی سخت مذمت فرمائی گئی اور اس کے مرتکب کے لئے المناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ بڑی خرابی ہے دین و دنیا میں ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو برو طعنہ دینے والا ہو کیونکہ غیبت کرنے والا مضحکہ اور تمسخر اڑانے والا اور طعن و تشنیع کرنے والا دنیا میں تو اپنے اخلاق رذیلہ کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں ذلیل رہتا ہے۔ عزت و آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور لوگوں کی عداوت مول لیتا ہے اور آخرت میں نار جہنم کی دردناک سزا بھگتنی ہوگی۔

یہاں سورۃ میں کفار کی جس خصلت کا ذکر ہو رہا ہے نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج کل مسلمانوں میں یہ عادت کثرت سے رواج پا گئی ہے۔ معاملہ فہمی، صلح جوئی، تواصی حق، تحمل و بردباری، نصیحت و خیر خواہی، ایثار و ہمدردی کا خیال مٹتا جا رہا ہے اسی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ اور اسلام کی مجموعی قوت کو ایک صدمہ عظیم پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس امت مسلمہ کی اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرماویں آمین۔

ایک ہمارے بزرگان دین اور سلف صالحین وہ بھی تھے کہ عمر بھر کسی کی غیبت نہیں کی۔ امام بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت میں مجھ سے غیبت کی بابت مواخذہ نہ ہوگا۔ میں نے کسی کی غیبت عمر بھر میں نہیں کی۔ جب کہ آج غیبت مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا اور محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے۔ الا ماشآء اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کو اپنی تعلیم میں سخت ترین گناہ قرار دیا ہے اور بہتان کا درجہ تو اس غیبت سے بھی آگے ہے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑا کرو کیونکہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں ذلیل کر دے گا۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن نہ طعنہ باز ہے نہ لعنت کرنے والا ہے۔ نہ فحش بکنے والا ہے۔ نہ بے حیائی کرنے والا ہے (رواہ الترمذی)

یعنی ایمان دار کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ لوگوں کو برا کہے، فحش بکے، گالیاں دیا کرے، ننگا لچا بن جائے کہ جو منہ میں آئے بک دیا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس عیب جوئی طعنہ زنی اور بدگوئی جیسی کافرانہ خصلتوں سے ہماری زبانوں اور قلوب کو پاک رکھیں آمین۔

غیبت و بدگوئی کا مرض کیوں لگتا ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس خبیث عادت یعنی طعنہ زنی، عیب جوئی، بدگوئی کا سبب کبر و تعلّی ہوتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اس سے کہ جس کی بدگوئی کرتا ہے اچھا اور برتر سمجھتا ہے اور اس کبر و غرور اور تعلّی کا بڑا سبب مال و دولت ہے کہ جس کا نشہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور جس مال و دولت کو مارے حرص کے انسان ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالداروں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب نکالتے رہتے ہیں۔ اسی میں ان کو مزہ آتا ہے۔ اور جس بخیل مال دار سے پوچھا جائے کہ یہ مال دولت کس لئے جمع کیا ہے تو یہی کہے گا کہ وقت پر کام آئے گا اسی کی طرف اشارہ ہے۔ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ جو غایت حرص سے مال جمع کرتا ہے اور غایت محبت و فرحت سے اس کو بار بار گنتا ہے اور خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا یعنی اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اس سے جدا نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ اس کو آفات ارضی و سماوی سے بچاتا رہے گا۔ اس کی تردید میں فرمایا جاتا ہے۔ كَلَّا یہ خیال محض غلط ہے اور ایک سراسر باطل خیال ہے۔ ارے مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا۔ آگے تو کیا کام آتا سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی۔ زمانہ کے واقعات و حادثات پکار پکار کر نادان انسان کو بتا رہے ہیں کہ دولت ہمیشہ نہیں رہتی۔ مال دار اپنی موت کو ٹال نہیں سکتا۔ سب کو ایک دن خالی ہاتھ

اس دنیا سے کوچ کرنا پڑے گا۔ ادھر آنکھیں بند ہوئیں ادھر جھٹ دوسروں نے دولت پر آ کر قبضہ جمایا۔ پھر دولت آج ایک کے پاس ہے تو کل دوسرے گھر ہوگی یہ تو ہوا دنیا کا حال۔

آخرت میں ان اعمال بد کی سزا

اب رہا آخرت کا معاملہ تو جب دنیا میں دولت اڑے وقت میں کام نہ آئی تو آخرت میں کیسے افعال شنیعہ کی سزا سے بچا سکتی ہے۔ لہذا ایسا شخص لَيُنۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ ضرور وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے۔ یعنی وہ شخص جہنم رسید کیا جائے گا آگے اس جہنم کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا الۡحُطَمَةُ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ توڑ پھوڑ دینے والی آگ کیسی ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ الَّتِىۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ وہ اللہ کی آگ ہے جو اللہ کے حکم سے سلگائی گئی ہے کہ جو بدن کو لگتے ہی دلوں تک جا پہنچے گی۔ یعنی وہ آگ بندوں کی نہیں اللہ کی سلگائی ہوئی ہے اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ کر جائے گی۔ اور باوجود کہ جسم جان، روح وقلب سب جلیں گے۔ اس پر بھی مرنے نہ پائیں گے۔ دوزخی تمنا کرے گا کہ کاش موت آ کر اس کے عذاب کا خاتمہ کر دے مگر اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جہنم کی آگ ہزار برس دھونکی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر ہزار برس دھونکی گئی تا آنکہ سفید ہوگئی۔ پھر ہزار برس دھونکی گئی حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو گئی۔ اب وہ سیاہ اندھیری ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

عذاب جہنم کی سختی

اخیر میں اس عذاب جہنم کی کیفیت کو اس طرح بتلایا گیا کہ اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہے گا۔ ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے اور آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کے مانند بلند ہوں گے جو انہیں چاروں طرف سے مقید کر لیں گے کسی کی کیا مجال کہ آگ سے باہر آ جائے۔

خلاصہ

اس سورت میں انسان کی تین بیماریوں کی نشاندہی کی گئی ہے، پہلی بیماری ہے پس پشت کسی کے عیب بیان کرنا، اسے غیبت کہتے ہیں اور غیبت بدترین گناہ ہے۔

دوسری بیماری ہے کسی کو اس کے سامنے اس کے حسب ونسب، دین و مذہب اور شکل وصورت کا طعنہ دینا، اس کا مذاق اڑانا، یہ منافقین کی عادت تھی، وہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے، یوں ہی یہود ونصاریٰ دین حق کا مذاق اڑاتے ہیں۔

تیسری بیماری ہے حب دنیا جس میں مبتلا ہو کر انسان حقوق اللہ بھی بھول جاتا ہے اور حقوق العباد بھی بھول جاتا ہے اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کیلئے کوئی جگہ نہیں رہتی۔ بقول حضرت میاں نور محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے

بھر رہا ہے دل میں حُبّ جاہ و مال
کب سماوے اس میں حُبّ ذوالجلال

سورت کے اختتام پر ان اشقیاء کا انجام بتلایا گیا ہے جو ان بیماریوں میں مبتلا ہوں گے۔

سورۃ الھمزہ کے خواص

مالی پریشانی اور رزق کی تنگی کے شکار لوگ اگر روزانہ نفل نماز پڑھ کر اس کے بعد سورۃ الھمزہ کا معمول رکھیں تو ان کی یہ پریشانی دور ہو جائے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے قلوب کو جملہ اخلاق مذمومہ سے پاک فرما دیں اور جملہ صفات محمودہ سے مزین ومنور فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو غیبت، بہتان، طعنہ زنی، بدگوئی، عیب جوئی جیسی کافرانہ خصلتوں سے بالکل دور رکھیں اور گذشتہ زندگی میں جو ہم سے ایسی تقصیرات ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیں۔ اور ان کے تدارک کی اس زندگی میں توفیق مرحمت فرما دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

سُوْرَةُ الْفِیْلِ مَکِّیَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَهِیَ خَمْسُ اٰیَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا۔ کیا اُنکی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کردیا۔اور اُن پر

عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

غول کے غول پرندے بھیجے۔جو اُن لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے بھوسہ کی طرح کردیا۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	کَیْفَ کیسا	فَعَلَ کیا	رَبُّكَ تمہارا رب	بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ہاتھی والوں کیساتھ	اَلَمْ کیا نہیں	یَجْعَلْ کردیا اس نے
كَیْدَهُمْ ان کا داؤ	فِیْ تَضْلِیْلٍ گمراہی میں بے کار	وَ اَرْسَلَ اور بھیجے	عَلَیْهِمْ ان پر	طَیْرًا پرندے	اَبَابِیْلَ جھنڈ کے جھنڈ	تَرْمِیْهِمْ پھینکتے تھے
	بِحِجَارَةٍ کنکریاں	مِّنْ سے	سِجِّیْلٍ سنگ گل	فَجَعَلَهُمْ پس ان کو کردیا	كَعَصْفٍ بھوسہ کی طرح	مَّاْكُوْلٍ کھائے ہوئے

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ کا نام سورۂ فیل۔فیل عربی میں ہاتھی کو کہتے ہیں۔یہ سورۃ مکی ہے۔

اصحاب فیل کا واقعہ

اس سورۃ میں ایک خاص واقعہ اصحاب فیل کا بیان فرمایا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے ۵۰ یا ۵۵ روز قبل سرزمین عرب میں پیش آیا جو کتب سیرت اور تاریخ عرب میں مشہور و معروف ہے۔یہ واقعہ اصحاب فیل جن خصوصیات کا حامل تھا ان کے پیش نظر یہ عرب کے لئے عموماً اور اہل حجاز کے خصوصاً نہایت عجیب اور حیرت انگیز تھا اور اس لئے اہل عرب کبھی اس واقعہ کو فراموش نہیں کر سکتے تھے۔اس لئے انہوں نے اس کا نام ہی عام الفیل یعنی ہاتھیوں والا سال رکھ دیا تھا اور یہی عام الفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا سال ہے۔یہ واقعہ اصحاب فیل کا ماہ محرم کے آخیر میں پیش آیا تھا اور آپ کی ولادت شریفہ ربیع الاول میں ہوئی۔

یمن میں نقلی کعبہ کی تعمیر

عیسائی بادشاہ حبشہ کی طرف سے ''یمن'' میں ایک حاکم ابرہہ نامی بحیثیت گورنر یا صوبے دار تھا۔جب اس نے یہ دیکھا کہ تمام عرب کے لوگ حج بیت اللہ کے لئے مکہ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو اس نے یہ چاہا کہ عیسائی مذہب کے نام پر ایک عالی شان عمارت بناؤں جو نہایت مکلّف اور مرصع ہوتا کہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پر تکلف عبادت گاہ کا طواف کرنے لگیں چنانچہ یمن کے دارالسلطنت مقام صنعا میں اس نے ایک کنیسہ یعنی گرجا بنوایا اور اس کا نام قلیس رکھا اور اس کے در و دیوار کو زر و جواہر سے مرصع اور مزین کیا اور گرداگرد اس کے مکانات بہت عمدہ مسافروں کے واسطے تیار کئے اور اپنے تمام ملکوں میں حکم کردیا کہ سب اس گھر کے طواف کے واسطے حاضر ہوا کریں۔عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے زمانہ سے کعبہ کا حج کرنے کا دستور چلا آتا تھا۔

نقلی تعمیر کی توہین اور ابرہہ کی قسم

ابرہہ نے عربوں کو اس عبادت سے روکا اور حکم دیا کہ نئے کنیسہ کا حج کیا کریں جو اہلیان عرب خصوصاً قریش مکہ کو نہایت ناگوار گزرا اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔اس پر ابرہہ سخت غصہ میں ہوا۔اسی اثناء میں عرب قبیلہ بنی کنانہ کا ایک شخص ملک یمن میں گیا اور اس نے کنیسہ کی خدمت کی درخواست کی۔اسے اس کنیسہ کا جاروب کش مقرر کیا گیا۔ایک دن اس نے اس کنیسہ کے اندر رفع حاجت کی

اور اس کو جابجا گندا کر دیا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ جب ابر ہہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مکہ کے رہنے والے نے ایسا کیا ہے تو وہ آگ بگولہ ہوگیا۔ اور اس آگ کو مشتعل کرنے کا ایک اور سبب یہ بھی ہوا کہ اس کنیسہ میں کسی وجہ سے آگ لگ گئی اور وہ جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ اس سے لوگوں کی نظروں میں اس کی رفعت بالکل جاتی رہی۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آگ بھی مکہ کے عربوں نے ہی لگائی ہے۔

اب تو ابر ہہ کے غصہ کی کوئی حد باقی نہ رہی اور اس نے غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور مسمار کر کے سانس لوں گا۔

حضرت عبدالمطلب سے مذاکرات

اس نے ایک لشکر عظیم تیار کیا اور اس لشکر کے ہمراہ بڑے بڑے ہاتھی بھی تھے اور سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ جو نہایت قد و قامت والا تھا جو سب سے آگے چلا کرتا تھا۔ ابر ہہ یہ لشکر عظیم لے کر مکہ پر فوج کشی کے لئے خانہ کعبہ کے انہدام کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں جس عرب قبیلہ نے مزاحمت کی اس کو تہ تیغ کیا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے قریب جا پہنچا اور ابر ہہ کا لشکر وادی محسر میں جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان میں ہے فروکش ہوا۔ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب قریش مکہ کے سردار تھے اور خانہ کعبہ کے متولی اعظم تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش اور دیگر قبائل عرب نے آپس میں مشورہ کیا کہ ابر ہہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ ہم میں طاقت مدافعت نہیں ہے اس لئے ہم کو مکہ چھوڑ کر قریب کے پہاڑوں پر چلے جانا چاہئے۔ ابھی یہ لوگ مکہ ہی میں تھے کہ ابر ہہ کی جانب سے ایک سفیر پہنچا اور دریافت کیا کہ مکہ کا سردار کون ہے؟ لوگوں نے عبدالمطلب بن ہاشم کی طرف اشارہ کیا۔ ایلچی نے کہا کہ میں ابر ہہ کی جانب سے آیا ہوں۔ ہمارے بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ تم تک یہ پیغام پہنچا دوں کہ ہمارا ارادہ تم لوگوں کو نقصان پہنچانے کا نہیں ہے۔ ہم تو صرف اس گھر کو ڈھانے کے لئے آئے ہیں پس اگر تمہارا ارادہ مقابلہ اور مدافعت کا ہو تو تم جانو اور اگر تم ہمارے اس ارادہ میں حائل نہ ہو تو ہمارا بادشاہ تم سے ملاقات کا خواہشمند ہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا ہمارا قطعاً ارادہ نہیں کہ ہم تمہارے بادشاہ سے جنگ کریں اور نہ ہم میں یہ طاقت ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے برگزیدہ نبی ابراہیمؑ کی یادگار۔ پس اگر اللہ اس کی حفاظت کرنا چاہے گا تو وہ کر سکتا ہے اور اگر اس کو اس کی حفاظت مقصود نہیں ہے تو ہم مدافعت کے قابل قطعاً نہیں ہیں۔ غرض اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب ابر ہہ کے لشکر میں پہنچے اور ابر ہہ کے سامنے پیش ہوئے۔ عبدالمطلب بہت بارعب، وجیہ و شکیل انسان تھے۔ ابر ہہ نے دیکھا تو ان کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور ان سے بات چیت شروع ہوئی۔ دوران گفتگو عبدالمطلب نے شکایت کی کہ آپ کے ایک سردار نے میرے اونٹ گرفتار کر لئے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان کو میرے حوالہ کر دیجئے۔ ابر ہہ نے یہ سن کر کہا کہ عبدالمطلب میں تو تم کو بہت فہیم و عقیل سمجھتا تھا لیکن تمہارے اس سوال پر سخت متعجب ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں جو تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ باعظمت اور مقدس ہے لیکن تم نے اس کے متعلق ایک جملہ بھی نہیں کہا اور ایسی چھوٹی اور حقیر بات کا ذکر کر رہے ہو۔ عبدالمطلب نے جواب دیا۔ جناب یہ اونٹ چونکہ میری ملکیت ہیں اس لئے میں نے ان کے متعلق درخواست پیش کی۔ اور کعبہ میرا گھر نہیں۔ خدا کا مقدس گھر ہے وہ آپ اس کا محافظ ہے۔ میں کون ہوں جو اس کے لئے سفارش کروں۔

ابر ہہ کی سرکشی اور حضرت عبدالمطلب کی دعا

ابر ہہ کہنے لگا کہ اب اس کو میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا ''آپ جانیں اور رب البیت جانیں''۔ یہاں پہنچ کر سلسلہ گفتگو ختم ہوگیا۔ ابر ہہ نے اپنے لشکروں کو حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیئے جائیں۔ عبدالمطلب نے واپس آ کر قریش اور دوسرے قبائل عرب کو جمع کیا اور ان کو تمام گفتگو سنا کر یہ مشورہ دیا کہ اب ہم سب کو قریب کی کسی پہاڑی پر پناہ گزین ہو جانا چاہئے تاکہ اس منظر کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ سکیں جب اہل مکہ پہاڑی پر جانے لگے تو عبدالمطلب کی قیادت میں کعبۃ اللہ میں حاضر ہوئے اور اس کی زنجیر پکڑ کر درگاہ الٰہی میں یہ دعا کی۔

''خدایا ہم اس بارہ میں غمگین نہیں ہیں کہ جب ہم اپنی متاع کی حفاظت کر سکتے ہیں تو اپنی متاع کعبہ کی تجھ کو بھی ضرور حفاظت کرنی ہے اور تیری تدبیر پر نہ صلیب کی طاقت غالب آ سکتی ہے اور نہ اہل صلیب کی کوئی تدبیر۔ ہاں اگر تو ہی یہ چاہتا ہے کہ ان کو اپنے مقدس گھر کو خراب کرنے دے تو پھر ہم کون، جو تیرا جی چاہے تو کر۔''

اس کے بعد عبدالمطلب اور تمام قریش مکہ کو خالی کر کے قریب کے پہاڑوں پر چلے گئے اور گھاٹیوں میں پناہ گزین ہو کر حالات کا انتظار کرنے لگے۔

ابرہہ کے لشکر کی پیش قدمی اور تباہی

اگلے دن صبح کو ابرہہ نے اپنا لشکر مکہ کی جانب بڑھایا اگلی قطاروں میں ہاتھی تھے اور ان کے پیچھے لشکر جرار ابرہہ نے فوج کو حکم دیا کہ وہ مکہ کی جانب بڑھے جب وہ مکہ کے قریب پہنچی ہے تو ہاتھیوں کی قطار میں سے سب سے پہلے اس ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا جس پر ابرہہ سوار تھا۔ فیلبان اگرچہ اس کے آنکس پر آنکس لگا رہا تھا اور زبانی ڈپٹ رہا تھا مگر وہ کسی طرح آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ لیکن جب اس کو یمن کی جانب چلاتے تھے تو وہ تیزی کے ساتھ چلنے لگتا تھا۔ اسی کشمکش کے دوران شہر جدہ کی طرف سے جو سمندر کے کنارہ واقع ہے سبز اور زرد رنگ کے پرندے کبوتر سے کچھ چھوٹے غول کے غول نمودار ہوئے اور لشکر کے سر پر فضا میں چھا گئے۔ اور ان کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی مسور اور چنے کے برابر کنکریاں تھیں جو دفعۃً لشکر پر برسنے لگیں خدا کی قدرت سے وہ پتھر کی کنکریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام آتی تھیں۔ جس کے لگتی ایک طرف سے بدن میں گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی اور فوراً ہی بدن گلنے اور سڑنے لگتا۔ بہت سے لشکری تو وہیں ہلاک ہوئے جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑی دیر میں سارا لشکر زیروزبر ہو کر رہ گیا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب پرندوں کی سنگ ساری سے ابرہہ کا لشکر برباد ہو گیا تو اس میں سے بعض آدمی جو بدحالی کے ساتھ فرار ہو کر یمن پہنچے تھے ان میں سے ابرہہ بھی خود اس حالت میں پہنچا کہ اس کے تمام اعضاء گل سڑ کر گر چکے تھے اور وہ صرف ایک گوشت کا لوتھڑا نظر آتا تھا۔ بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس طرح ختم ہوا۔ غرض سب کے سب عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہو گئے۔

واقعۂ فیل بزبان قرآن

اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس سورۃ میں مجملاً یوں بیان فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ اے پیغمبر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا تھا۔ یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ آپ کے رب نے جو معاملہ کیا وہ ضرور آپ کو معلوم ہوگا کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے صرف ۵۰ یا ۵۵ روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے عرب کے بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ آگے ارشاد ہے۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ کیا خدا نے ان کی تدبیر کو جو انہوں نے خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کے بارہ میں کی تھی یکسر بے سود ثابت نہیں کر دیا؟ یعنی آپ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے ان کو ان کے ناپاک ارادہ اور قصد میں ناکام رکھا اور ان کے سب داؤ پیچ غلط کر دیئے جو کعبہ کی تباہی کے فکر میں آئے تھے۔ وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے اور ان کی ہلاکت اس طرح عمل میں آئی۔ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیجے جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے اور جس کو وہ پتھری لگتی تھی۔ ہلاک ہو جاتا تھا۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ گویا ان کو ایسا پامال کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہوتا ہے۔ یعنی جیسے گائے بیل وغیرہ بھوسہ و چارہ کھا کر چھوڑ دیتے ہیں جو بچا کھچا ادھر ادھر پامال و پراگندہ گرا پڑا ہوتا ہے ایسے ہی پراگندہ، منتشر اور پامال اصحاب فیل ہو گئے۔

خلاصہ: اس سورت میں وہ مشہور قصہ بیان ہوا ہے جو اصحاب فیل کے قصہ کے نام سے مشہور ہے، جب صنعاء کے گورنر ابرہہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبہ پر چڑھائی کی تھی، اس کے ساتھ کم و بیش ساٹھ ہزار جنگجو تھے، قریش اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے، اللہ نے چھوٹے چھوٹے پرندے کنکریاں دے کر بھیج دیئے، ان کنکریوں نے جدید بموں کی طرح تباہی مچا دی، یہ واقعہ اسی سال پیش آیا جس سال حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی اور یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ عنقریب کعبہ کا حقیقی محافظ پیدا ہونے والا ہے۔

سورۃ الفیل کے خواص

۱..... جنگی حالات میں دشمن سے جنگ کے دوران اگر سورۃ الفیل کی تلاوت کی جائے تو دشمن شکست کھا جائے گا۔

۲..... اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو تو اس کے سامنے آتے ہی اس پر سورۃ الفیل پڑھ دے تو اس کا دشمن ناکام و رسوا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

قریش عادی ہوگئے ہیں۔یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے عادی ہوگئے ہیں۔تو اُن کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں۔

الْبَيْتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا۔اور خوف سے اُن کو امن دیا۔

لِاِيْلٰفِ مانوس کرنے کے سبب	قُرَيْشٍ قریش	اِلٰفِهِمْ ان کا مانوس کرنا	رِحْلَةَ سفر	الشِّتَآءِ سردی	وَالصَّيْفِ اور گرمی		
فَلْيَعْبُدُوْا پس چاہیے وہ عبادت کریں	رَبَّ رب	هٰذَا اس	الْبَيْتِ گھر	الَّذِيْ جو۔جس	اَطْعَمَهُمْ انہیں کھانا دیا	مِنْ سے	جُوْعٍ بھوک
	وَاٰمَنَهُمْ اور انہیں امن دیا	مِنْ سے میں	خَوْفٍ خوف				

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ میں قبیلہ قریش کا ذکر فرمایا گیا ہے جو کہ مکہ معظمہ میں آباد تھے اور جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔اور ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی قبیلہ میں سے تھے۔اور بیت اللہ کی اور چاہ زم زم کی خدمت ہمیشہ سے اسی قبیلہ قریش کے سپرد تھی۔ اس لئے اس سورۃ کا نام قریش مقرر ہوا۔یہ سورۃ مکی ہے۔

قریش پر خصوصی انعامات

اس سورۃ میں حق تعالیٰ قریش کو اپنا احسان یاد دلاتے ہیں کہ عرب قبائل کے باہم بات بات پر جنگ وجدل اور معمولی معمولی معاملہ پر حرب وضرب کے باوجود حرم مکہ میں تم کس طرح مامون اور محفوظ ہو اور نہ صرف یہ بلکہ خانہ کعبہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے حرم سے باہر بھی دوسرے ملکوں میں عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہو اور سردی وگرمی میں اپنے محبوب تجارتی سفروں میں شام و یمن تک بے خوف وخطر آتے جاتے ہو اور کوئی آنکھ اٹھا کر بھی تمہاری جانب نہیں دیکھتا تو اے قریش تم خدا کے اس احسان کے شکر گزار نہیں ہوتے اور حرم وکعبہ کی حقیقی عظمت کو سر بلند کرنے کے لئے خدا کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جس صداقت کی طرف بلاتے ہیں اس پر لبیک کہنے کو تیار کیوں نہیں ہوتے؟ بلکہ الٹا ان کی مخالفت کرتے ہو۔تم کو یہ بات ہرگز زیبا نہیں دیتی۔تم کو تو یہ چاہیے تھا کہ اس گھر کے پروردگار کی سچی پرستش کرتے جس نے تمہارے لئے مکہ میں سامان رزق پہنچایا اور تم کو خوف وخطر سے مامون ومحفوظ کردیا۔

تجارتی تحفظ وامن عامہ

اس سورۃ قریش میں اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ قریش عادی ہوگئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے عادی ہوگئے ہیں یعنی قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کیا کرتے تھے۔جاڑوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف اور لوگ ان کو اہل حرم اور خادم کعبہ سمجھ کر نہایت عزت واحترام سے دیکھتے ان کی خدمت کرتے اور ان کو تجارت میں خاطر خواہ نفع ہوتا۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔یعنی اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی اور امن چین دیا۔حرم کے باہر چاروں طرف

لوٹ کھسوٹ چوری ڈکیتی جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا لیکن کعبہ کے ادب سے حرم میں کوئی چوری ڈکیتی جنگ و جدل نہ کرتا تو یہ انعام قریش کو یاد دلا کر تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہیں؟ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں؟ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا تو مشکل نہیں۔ اس طرح اس سورۃ میں قریش کے اندر شکر کے جذبہ کو پیدا کیا گیا ہے اور انسان جب یہ اچھی طرح محسوس کرلے کہ واقعی اس پر اللہ کے کتنے بڑے بڑے احسان و انعام ہیں تو پھر وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہوگا۔

نعمت کے حصول پر شکر کرو نہ کہ فخر

اس سورۃ قریش کے تحت مرشدنا حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے مسائل سلوک میں لکھا ہے کہ اس سورۃ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو امر دینی کے سبب مال یا جاہ نصیب ہو جیسا کہ قریش کو بواسطہ تعلق بیت اللہ کے تھا جس کا اس سورۃ میں ذکر ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ بجائے تفاخر اور دعوئے استحقاق کے خدا تعالیٰ کا شکر اور اطاعت کا زیادہ اہتمام کرے۔

سورۂ قریش کی خاصیت

اس سورۃ کے متعلق بزرگان دین نے بیان کیا ہے کہ دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو یہ سورۃ پڑھنے سے برائی سے امن مل جاتا ہے۔ امام جزریؒ اور علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے اور حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں اس سورۃ کے متعلق لکھا ہے کہ میرے شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ ہر مصیبت کے دفع کے لئے تمام خوفناک واقعات میں یہ سورۃ پڑھا کروں۔ میں نے اس کا بارہا تجربہ کیا اور صحیح پایا۔

خلاصہ

اس سورت میں اللہ نے اپنے دو بڑے احسانات بیان فرمائے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ بلاخوف و خطر گرمیوں میں شام کی طرف اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور یہ تجارتی سفر ان کا بہت بڑا ذریعۂ معاش تھے۔ دوسرا احسان یہ کہ انہیں بلد حرام میں امن اطمینان اور تحفظ کی نعمت حاصل تھی۔ یہ دو نعمتیں ذکر فرما کر انہیں سمجھایا گیا ہے کہ خود فریبی، خود پسندی اور قوم پرستی سے باز آ جاؤ اور بیت اللہ کے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔

سورۃ قریش کے خواص

۱.....کھانے کے بارے میں اس کی کمی کا خوف ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کر دیں۔ ان شاء اللہ کھانا کم نہیں ہوگا۔ (شادیوں وغیرہ کے اجتماعات کے موقع پر اس طرح کا اندیشہ ہوتا ہے)

۲.....اگر کسی کے گردوں میں درد ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کیا جائے یا کھانے پر دم کر کے وہ کھانا اسے کھلایا جائے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو دینی و دنیوی نعمتیں ہم کو عطا فرما رکھی ہیں۔ اس پر ہم کو شکر کی توفیق بھی عطا فرماویں۔ اور دین دنیا کا امن چین، سکون ہم کو نصیب فرمائیں۔ بیت اللہ کی زیارت اور وہاں کے عبادت اور بندگی کا شرف اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ اور اپنے اس گھر کا عز و شرف اور بلند فرمائیں۔ اور وہاں حاضر ہونے والے اور اس گھر کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت اور بزرگی عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَھِیَ سَبْعُ اٰیَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ سو وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور محتاج کو کھانا دینے کی

الْمِسْکِیْنِ ۝ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ

ترغیب نہیں دیتا۔سو ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں۔جو ایسے ہیں

ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

کہ ریاکاری کرتے ہیں۔اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے۔

اَرَءَیْتَ کیا تم نے دیکھا	الَّذِیْ وہ جو	یُکَذِّبُ جھٹلاتا ہے	بِالدِّیْنِ روز جزا و سزا	فَذٰلِکَ یہی ہے وہ	الَّذِیْ وہ جو	یَدُعُّ دھکے دیتا ہے	الْیَتِیْمَ یتیم	وَلَا اور نہیں
یَحُضُّ رغبت دلاتا	عَلٰی پر	طَعَامِ کھانا	الْمِسْکِیْنِ مسکین	فَوَیْلٌ پس خرابی	لِلْمُصَلِّیْنَ نمازیوں کیلئے	الَّذِیْنَ جو کہ	ھُمْ وہ	عَنْ سے
صَلَاتِھِمْ اپنی نماز	سَاھُوْنَ غافل (جمع)	الَّذِیْنَ جو کہ	ھُمْ وہ	یُرَآءُوْنَ دکھاوا کرتے ہیں	وَیَمْنَعُوْنَ روکتے ہیں نہیں دیتے	الْمَاعُوْنَ عام ضرورت کی چیز		

شان نزول

اس سورۃ کے سبب نزول کے سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ ابوجہل مردود کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تو اس کے پاس آ کر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیموں کو میرے سپرد کر دے اور ان کا حصہ میرے پاس امانت رکھ دے کہ میں خبرگیری اور خدمت گزاری ان کی بخوبی کروں گا اور دوسرے وارث ایسا نہ کر سکیں گے۔ بالآخر جب ان کا مال اپنے قبضہ میں کر لیتا تو یتیموں کو اپنے دروازے سے ہانک دیتا پھر وہ بے چارے ننگے بھوکے دربدر گلی کوچوں میں روتے مارے مارے پھرتے۔ اسی طرح ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس ملعون ابوجہل کے خلاف فریاد کرنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یتیم کی رعایت کے واسطے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو پرسش قیامت سے ڈرایا۔ اس ملعون نے آپ کی وعظ ونصیحت کے مقابلہ میں یوم جزا کو جھٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہو کر دولت خانہ پر تشریف لائے اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے کچھ اور مشرکین کے نام لئے ہیں کہ ان کے متعلق یہ سورۃ نازل ہوئی بہرحال سبب خاص نزول کا کچھ ہو لیکن اس سورۃ سے مقصود یتیموں محتاجوں بے کس اور بے سہارا لوگوں کی امداد و اعانت پر ابھارنا' انسانیت کی ہمدردی اور غم خواری کا صحیح جذبہ پیدا کرنا اور ارکان دین میں نماز یعنی خدا کی اطاعت و بندگی اور زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کی ادائیگی کی تاکید ہے۔ دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاس داری کی تعلیم اور اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس راہ کی طرف یہ رسولؐ بلا رہے ہیں وہی انسانیت کی فلاح اور دین و دنیا کی صلاح کی راہ ہے۔ اس کے لئے اس سورۃ میں جو اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے وہ یہ کہ یہاں بتلایا گیا کہ جو یتیم کی ہمدردی اور غم خواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہے اور جو غریب محتاج مسکین کی نہ خود خبر لے اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دے وہ بھی کوئی انسان

ہے۔ وہ تو جانور سے بھی بدتر ہے۔ بھلا ایسے شخص کو دین سے کیا واسطہ اور اللہ سے کیا لگاؤ۔ وہ کیا جانے کہ نماز یعنی اللہ کی بندگی کس سے مناجات ہے اور اس سے مقصود کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے۔ اور ایک نماز ہی کیا ایسے شخص کے دوسرے اعمال بھی ریاکاری اور نمود و نمائش سے ہوتے ہیں۔ گویا اس کا مقصد خالق سے قطع نظر اور صرف مخلوق کو دکھانا سنانا مدنظر ہو تو ایسا شخص زکوٰۃ و خیرات وغیرہ تو کیا ادا کرتا معمولی روزمرہ کے برتنے کی چیز بھی کسی کو مانگنے پر نہیں دیتا۔ دراصل ایسا شخص اللہ کے دین اور روز جزا پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتا یعنی اگر آخرت کا خوف ہوتا اور وہاں کی جزاوسزا کا ڈر ہوتا تو ایسی حرکتیں نہ کرتا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اس طرح تلف نہ کرتا۔ اس طرح اس سورۃ میں دراصل کفار و مشرکین و منافقین کے بعض اعمال قبیحہ اور بعض خصائل خبیثہ کا ذکر فرما کر ان پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

اب اگر یہ افعال کسی مسلمان سے سرزد ہوں جو آخرت و روز جزا کی تکذیب تو نہیں کرتا پھر بھی یہ افعال و اعمال شرعاً مذموم اور سخت گناہ ہیں اور اگر کفر و تکذیب کے نتیجہ میں یہ افعال بد سرزد ہوں تو ان کا وبال دائمی جہنم ہے۔

آخرت پر ایمان ضروری ہے

سب سے اول اور اہم بات جو انسان کے لئے ضروری ہے وہ اعتقاد کو درست کرنا ہے۔ خاص کر اس امر کو بالیقین تسلیم کر لینا ہے کہ انسان کے تمام نیک و بد اعمال جو وہ دنیا میں کرتا ہے ان کی جزاوسزا بالآخر ضرور ملنی ہے اور یہ جزاوسزا اور ثواب و عذاب پوری طرح ایک دوسرے عالم میں جا کر ملے گا جہاں انسان کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا۔ اور دربار خداوندی میں لے جا کر حاضر کر دیا جائے گا یہی اعتقاد تمام حکمت نظریہ اور عملیہ اور تہذیب و اخلاق کی جڑ ہے۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو انسان کو بدکاری میں دل کھول کر حصہ لینے جور و تشدد کا بازار گرم کرنے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو تلف کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اعمال حسنہ، حسن سلوک، حسن معاملہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت پر کوئی چیز محرک ہو سکتی ہے لہذا یوم الدین یعنی یوم جزاوسزا پر اعتقاد تمام نیکیوں اور بھلائیوں کی اصل اصول ہے۔ اسی کی طرف سورۃ کے ابتداء میں اشارہ فرمایا گیا۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو جزاوسزا کے دن کو جھٹلاتا ہے۔ یعنی اس جگہ روز جزا کی تکذیب سے نہایت موثر طرز بیان کے ساتھ منع کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس دن کا انکار کرتے ہیں۔ انہیں ایسا نہ کرنا چاہئے بلکہ اس امر کی تصدیق کرنی عین مقتضائے عقل ہے۔

آخرت کے انکار کا نتیجہ ظلم ہے

آگے ارشاد ہوتا ہے۔ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ کہ روز جزاوسزا کے منکر کا یہ حال ہے کہ وہ نہایت سنگدلی سے یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین محتاجوں کو خود کھانا کھلانا تو درکنار دوسروں کو بھی کھانا دینے کی رغبت نہیں دلاتا۔ یعنی یتیم کی ہمدردی اور غم خواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بداخلاقی کے ساتھ پیش آتا ہے اور غریب مسکین محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ان کی خبر گیری پر ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور ان کے حال پر شفقت اور رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے۔ اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو اور بندگان خدا پر رحم نہ کرتا ہو اور اس کی ذات سے کسی کو کچھ فائدہ نہ پہنچتا ہو تو وہ بھی کوئی انسان ہے اور وہ اس قسم کے افعال شنیعہ کا مرتکب اس لئے بے دھڑک ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں اس کے ان اعمال کی جزاوسزا ملنے والی نہیں۔

نماز اور زکوٰۃ سے غافلوں کا انجام

یہ تو بیان ہوا مکذب بالدین کا بندوں کے حقوق سے متعلق یعنی جب یتیم کی پروا نہ کرنا اور غریب مسکین کی خبر گیری نہ کرنا ضعف دین اور تکذیب دین کی علامت ہے اور موجب ذم اور زجر ہے تو پھر حقوق اللہ یعنی نماز کی طرف سے غافل ہونا جو دین کا ستون ہے اور ایک ایسا عمل

ہے کہ جو اسلام اور کفر میں فرق کرنے والا ہے اور ریا اور دکھاوٹ کرنا جو شرک کی ایک شاخ ہے اور اس زکوٰۃ کو روکے رکھنا جو اسلام کا پل ہے بدرجہ اولیٰ جب ذم اور مستحق تنبیہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ اوصاف بھی تباہی اور عذاب شدید کے موجب ہیں۔ تو جب کہ تکذیب جزا و سزا اور اس کے اثر سے بندوں کا حق ضائع کرنا برا اور قابل مذمت ہے تو خالق کا حق ضائع کرنا تو اور بھی زیادہ برا ہوا چنانچہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ سو اس سے ثابت ہوا کہ ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں یعنی ترک کر دیتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے۔ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ کی تفسیر میں اکثر صحابہ و تابعین سے روایت ہے کہ ماعون زکوٰۃ ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ معمولی برتنے کی چیز مثلاً ڈول رسی، کلہاڑی، پھاوڑا، ہنڈیا، دیگچی، نمک، پانی آگ، سوئی تاگہ وغیرہ جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے وہ مانگنے والے سے اس کو بھی روکتے ہیں اور ایسی روزمرہ کے ضرورت کی چیز بھی اگر کوئی مانگنے آئے تو دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یہ بخل کی انتہا ہے کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کو بھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتا تو زکوٰۃ اور خیرات میں وہ خوش دلی کے ساتھ اپنا مال کیا خرچ کرے گا۔

نماز سے غفلت کے درجات

اب یہاں فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ جو فرمایا تو حضرت عطا بن دینارؒ جو ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ فرمان باری تعالیٰ میں عَنْ صَلَاتِهِمْ ہے یعنی جو نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فی صلاتھم نہیں فرمایا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جو نمازوں میں غفلت برتتے ہیں۔ اب نماز سے غفلت کے مختلف درجے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنے میں وقت کا لحاظ نہ کرے۔ آخری وقت میں ہمیشہ نماز پڑھے اور انتہا یہ کہ نماز قضا ہی کر دے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے۔ یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنی سینگ اس میں ملا لے تو یہ کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چار ٹھونگیں مار لے۔ جس میں خدا کا ذکر بہت ہی کم کرے۔ تو یہاں ایک تو وعید سنائی گئی نماز یعنی عبادت خداوندی سے غفلت کرنے اور اس کے ترک کرنے پر۔ دوسرے وعید سنائی گئی يُرَاءُونَ یعنی جو ریا کاری کرتے ہیں۔ ریا کاری یعنی لوگوں کو دکھلانے کے لئے کوئی عمل کرنا یہ بھی ایک بڑی اہم ذہنی اور قلبی خرابی ہے۔ جب کسی کے دل و دماغ میں یہ مرض گھر کر لیتا ہے تو اس کا وہ عمل اگر چہ وہ کیسا ہی بظاہر نیکی کا ہو اس کے حق میں نہ صرف نیکی اور بھلائی کا عمل نہیں رہتا بلکہ الٹا نقصان دہ اور مضر ہو جاتا ہے۔ اسلام میں نیکی اور عبادت کا تصور یہ ہے کہ جو کچھ کیا جائے خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ لوگوں کے نمائش یا دکھانے کیلئے یا اپنی عزت اور شہرت بڑھانے کے لئے یا اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لئے یا اپنی سرداری اور لیڈری چمکانے کے لئے یا عوام سے اپنی داد و تعریف کرانے کے لئے کیسا ہی نیکی کا کام ہو اسلام کی نظر میں اس کا کوئی مقام نہیں۔ ریا یا دکھلاوے کو اسلام نے کس درجہ ناپسند کیا ہے اس کا اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلیٰ یرآی فقد اشرک جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ تو اس سورۃ میں ریا کاری کو بھی کفار و منافقین کے افعال قبیحہ میں ذکر فرمایا گویا مومن کی شان سے یہ بعید ہے اور کوئی منکر کافر ہی اس مرض میں گرفتار رہ سکتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت میں اختصار کے ساتھ انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔

وہ کافر جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، یتیموں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرتے ہیں، غرباء اور مساکین کو نہ خود کھلاتے ہیں اور نہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں گویا کہ نہ تو اللہ کے ساتھ ان کا معاملہ صحیح ہے اور نہ اللہ کے بندوں کے ساتھ۔

دوسرا گروہ منافقین کا ہے ان کی تین صفات قبیحہ یہاں بیان کی گئی ہیں: پہلی یہ کہ وہ نماز سے غافل ہیں' یہ غفلت دو اعتبار سے ہوسکتی ہے' ایک یہ کہ نماز ادا ہی نہ کی جائے۔ دوسری یہ کہ نماز تو پڑھی جائے مگر نہ وقت کی پابندی کا لحاظ ہو اور نہ خشوع وخضوع ہو۔ دوسری صفات یہ کہ وہ دکھاوے کیلئے اعمال کرتے ہیں۔ تیسری صفت یہ کہ وہ ایسے بخیل ہیں کہ عام ضرورت کی چیز دینے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

سورۃ الماعون کے خواص

۱- جو آدمی کسی برتن پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر دے وہ برتن ٹوٹنے سے محفوظ رہے گا۔

۲- جو آدمی (صبح کو) کسی سے بات کرنے سے پہلے اس سورۃ کی تلاوت کو روزانہ کا معمول بنالے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے حقوق العباد اور حقوق اللہ کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت کا یقین کامل ہم کو نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کی فکر عطا فرمائیں۔ یا اللہ بخل وریا جیسی کافرانہ ومشرکانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے اور اپنی خوشنودی کے لئے ہم کو جملہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں' میرے ہاتھ بڑھے ہوں' میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو' زبان سے گناہ ہوئے ہوں' آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔ میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا' آپ نے زیادہ دیا' میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔ میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔ پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوۡرَةُ الۡكَوۡثَرِ مَكِّيَّةٌ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّآ أَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡأَبۡتَرُ ۝

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

إِنَّا بیشک ہم	أَعۡطَيۡنٰكَ ہم نے آپ کو عطا کیا	الۡكَوۡثَرَ کوثر	فَصَلِّ پس نماز پڑھ	لِرَبِّكَ اپنے رب کیلئے	وَانۡحَرۡ اور قربانی دے	إِنَّ بیشک
شَانِئَكَ آپ کا دشمن	هُوَ وہ	الۡأَبۡتَرُ دم کٹا - نامراد - بے نسل				

وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول

سورۃ کی ابتداء إِنَّآ أَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ سے فرمائی گئی۔

سبب نزول

سبب نزول اس سورۃ کا یہ لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرزند تھے قاسم اور عبداللہ جن کے لقب طیب اور طاہر تھے۔ دونوں صاحبزادوں کا ایک کے بعد ایک مکہ میں انتقال ہوگیا۔ تو مشرکین مکہ میں سے عاص بن وائل سہمی نے اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہوگئی۔ پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام ونشان ہیں۔ ابتر کے معنی ہیں کٹا ہوا۔ عرب میں ابتر اس شخص کو کہتے تھے جس کے بعد اس کی نسل کا سلسلہ ختم ہو چکا ہو اور وہ بے اولاد ہو۔ مطلب مشرکین کا یہ تھا کہ آپ کے بعد آپ کا دین بھی جاتا رہے گا۔ اس کو قائم اور برقرار رکھنے والا کوئی نہ ہوگا گویا یہ دین کا چرچا چند روزہ ہے پھر یہ سب بکھیڑے پاک ہو جاویں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے یہ سورۃ نازل ہوئی۔ جس میں پہلے آپ کو بشارت دی گئی کہ اللہ نے اپنے رسول کو کوثر عطا فرمائی ہے اس لفظ کوثر میں دین ودنیا کی خیر کثیر اور آخرت کا حوض کوثر سب داخل ہیں۔ خیر دنیا میں بقاء دین ترقی اسلام۔ دشمن پر فتح وغلبہ اور قیامت تک آپ کے نام کی شہرت وعزت وغیرہ سب داخل ہیں اور خیر آخرت میں مراتب قرب ودرجات عالیہ' حوض کوثر کی عطا' شفاعت کا مرتبہ' مقام محمود کی عطا وغیرہ سب داخل ہیں اس طرح تسلی آپ کو یہ دی گئی کہ اگر اولاد نرینہ فوت ہونے پر مخالفین طعن وتشنیع دیتے ہیں تو آپ اس پر غم نہ کیجئے۔ آپ کے رب نے آپ کو تمام دین ودنیا کی بھلائیوں اور نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس تسلی اور بشارت کے بعد ہدایت آنحضرت کو دی جاتی ہے کہ ان نعمتوں کے شکر میں آپ اپنی جان اور مال سے اللہ کی عبادت میں لگ جائیں۔ اور پھر اس کے بعد مزید تسلی کے لئے ایک پیشین گوئی فرمائی گئی کہ بفضلہ تعالیٰ آپ ابتر یعنی بے نام ونشان نہیں رہیں گے۔ بلکہ بالیقین اور بلاشک وآپ کا دشمن جو آج آپ پر ہنس رہا ہے اور طعنہ دے رہا ہے وہی بے نام ونشان ہوگا اور کوئی اس کا نام لیوا نہ رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ ومفہوم اس سورۃ کا۔

کوثر کیا ہے؟

اس سورۃ میں تین آیات ہیں اور ہر آیت میں ایک مستقل مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت ہے إِنَّآ أَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ لفظ کوثر جس کے معنی خیر کثیر کے ہیں بڑا وسیع المعنی لفظ ہے صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث ہے۔ حضرت ابو بشرؒ نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابو بشرؒ کہتے ہیں میں نے حضرت سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو جنت میں ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے جواب دیا ہاں وہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر ہی میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ تو اس

خیر کثیر کے تحت بہت سے امور کا ذکر کیا جا سکتا ہے اسی لئے مفسرین نے ہر ایک کو جدا جدا بھی مراد لیا ہے جس کا ذکر امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں بڑے شرح وبسط سے نقل کیا ہے خلاصہ جس کا یہ ہے:۔

(۱) کوثر سے مراد وہ حوض کوثر ہے جس کی بابت بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ بے انتہا گرمی اور پیاس ہوگی اور کسی کو پانی نہ ملے گا العطش العطش لوگ پکاریں گے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حوض عطا فرمائیں گے جس کی لمبائی اور چوڑائی سینکڑوں کوس کی ہوگی۔ اس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ جو ایک بار پئے گا پھر اس کو پیاس نہ لگے گی۔ جو سعید ہیں اس سے فیضیاب ہوں گے اور شقی محروم کئے جائیں گے۔ بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کی مسافت ایک مہینہ کی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حوض کوثر مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس قدر طویل وعریض ہے کہ اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک ایک مہینہ کی مسافت ہے) اور اس کے زاویے یعنی گوشے بالکل برابر ہیں۔ (اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ وہ مربع ہے اس کا طول وعرض یکساں ہے) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بھی بہتر ہے۔ اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح ہیں۔ جو اس کا پانی پئے گا وہ کبھی پیاس میں مبتلا نہیں ہوگا۔ یا ارحم الراحمین تو ہم گنہگاروں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب فرمائیے گا۔ آمین۔

بدعتی وگمراہ لوگ جام کوثر سے محروم ہوں گے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابتدائی انتظامات کے لئے حوض پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے پھر ان کو میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا اے پروردگار یہ تو میری امت کے لوگ ہیں تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں جو نئی نئی باتیں نکالیں آپ اسے نہیں جانتے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض پر آئیں گے یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو انہیں مجھ سے ایک طرف ہٹا دیا جائے گا۔ اس پر میں عرض کروں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو جواب میں ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد انہوں نے دین میں جو بگاڑ پیدا کیا اس کا آپ کو علم نہیں ہے۔

اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ یہ لوگ میری امت کے ہیں تو ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد جو کچھ ان لوگوں نے دین میں رخنے ڈالے آپ اسے نہیں جانتے تو اس وقت میں کہوں گا کہ وہ لوگ دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے ساتھ والوں کی ایک مختصر سی جماعت آئے گی پھر ان کو حوض سے دور ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ اے اللہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو دین میں کرتوت کئے آپ کو ان کا علم نہیں وہ الٹے پاؤں دین سے پھر گئے تھے۔

الغرض ان احادیث کا خاص سبق ہمارے لئے یہ ہے کہ اگر ہم حوض کوثر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے آرزومند ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے شاد وسیراب ہونا چاہتے ہیں تو مضبوطی سے اس دین متین پر قائم رہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے لائے تھے۔ اور اپنی طرف سے کوئی ایجاد یا ردوبدل نہ کریں۔

نہر کوثر

بعض نے کوثر سے وہ جنت کی نہر مراد لی ہے جو آپ کو شب معراج میں دکھائی گئی تھی جس کا بخاری کی ایک صحیح حدیث میں اس طرح ذکر ہے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اثناء میں (یعنی شب معراج میں) کہ میں جنت میں چلا جا رہا تھا میرا گزر ایک عجیب وغریب نہر پر ہوا۔ اس کے دونوں جانب موتیوں سے تیار کئے ہوئے قبے تھے۔ میں نے جبرئیل

علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ وہ کوثر ہے کہ جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی جو اس کی تہہ میں تھی وہ نہایت مہکنے والی مشک کی طرح خوشبودار تھی۔ بعض علماء نے حوض کوثر کا حشر کے میدان میں ہونا اور نہر کوثر کا جنت میں ہونے کو یوں تطبیق دی ہے کہ اصل نہر کوثر تو جنت میں ہوگی۔ اور اسی کا پانی میدان حشر میں لاکر حوض کوثر میں جمع کر دیا جائے گا۔ اور دونوں کو کوثر ہی کہتے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اولاد میں برکت

بعض نے کوثر سے مراد اولاد کی کثرت لی ہے۔ سو اولاد دو قسم کی ہوتی ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ بحمد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی دختری اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور روحانی اولاد جو آپ کے تمام امتی ہیں ان سے دنیا پٹی پڑی ہے اور ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے کہ تمام دنیا میں آپ ہی کی ذریت ہوگی۔ اور تمام قومیں اور مذاہب والے یا تو مٹ جائیں گے یا اسلام لے آئیں گے اور روئے زمین پر اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہ ہوگا۔

علماء واولیاء کی کثرت

بعض نے کہا کوثر سے جس کے لفظی معنی خیر کثیر کے ہیں مراد ہیں اولیاء اور علماء وصلحاء اور اہل کمال جو اس امت میں گزرے۔ یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے جو بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور کسی دوسری امت کو نصیب نہیں ہوئے۔

نبوت عظمیٰ

بعض نے کوثر سے مراد نبوت عظمیٰ لی ہے جو اعلیٰ درجہ کی خیر کثیر ہے اور جو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی کیونکہ کوئی بھی بجز آپ کے تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا اور نہ کسی پر سلسلہ نبوت بجز آپ کے تمام و ختم ہوا۔

قرآن کریم اور اس کے علوم وفیوض وغیرہ

بعض نے کہا مراد قرآن کریم ہے سو یہ بھی خیر کثیر ہے جس کے برکات کا کچھ شمار نہیں۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد دین اسلام ہے اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ دارین کے حسنات و برکات اسی پر موقوف ہیں۔

بعض نے کہا مراد وہ فضائل و کمالات روحانیہ ہیں جو آپ کو حاصل ہوئے۔

بعض نے کہا آپ کی رفعت ذکر مراد ہے کہ آپ کی یاد نیک نامی اور محبت وعقیدت کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کا شہرہ ہوگا آپ کے ساتھ دیوانہ وار محبت اور اعتقاد رکھنے والے اور آپ کی ذات والاصفات پر پروانہ وار قربان ہونے والے تا قیامت موجود ہوں گے۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ہیں جن کی نسبت آپ نے فرمایا کہ مجھے اولین وآخرین کے علوم دیئے گئے۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد آپ کے خلق عظیم ہیں۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد مقام محمود ہے جو آخرت میں آپ کو دیا جائیگا جس کو دیکھ کر تمام انبیاء علیہم السلام حسرت کریں گے۔ مقام محمود وہ خاص الخاص مرتبہ اور عزت و امتیاز اور محمودیت و مقبولیت عامہ کا وہ بلند مقام ہے جس پر فائز ہونے والی ہستی ہر ایک کی نگاہ میں محمود و محترم اور سب اس کے ثنا خواں اور شکر گزار ہوں گے۔ اور اس مقام کے عطا کا وعدہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الغرض عطیہ کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور اس کے تحت میں دنیا اور عقبیٰ کی ساری نعمتیں اور سارے انعامات الٰہیہ آجاتے ہیں تو تسلی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دی گئی کہ اگر آپ کے ایک یا دو فرزندوں کا انتقال ہو گیا اور مخالفین نے خوش ہو کر آپ کو معاذ اللہ ''ابتر'' کہا یعنی جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے تو آپ ہرگز کسی کا غم نہ کیجئے۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے وہ خیر کثیر عنایت فرمایا ہے جو ابدالآباد تک آپ کا نام روشن کرے گا۔

انعامات کا شکر عبادت وقربانی سے ادا کرو

آگے دوسری آیت میں ارشاد ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ سو اس

کے شکریہ میں آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ یعنی اتنے بڑے انعامات جو آپ کو عطا کئے گئے تو اس احسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہیے تو آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی روح، جسم اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں۔ بدنی اور روحی عبادت میں سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ اور مالی عبادت میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا۔ جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے جان کی قربانی کے قائم مقام کر دیا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قصہ سے ظاہر ہے گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ یہ کفار تو غیر اللہ کی پرستش کرتے اور بتوں کے نام پر قربانی دیتے ہیں۔ بغاوت و سرکشی انہوں نے اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ آپؐ ہر وقت اپنے رب کی عبادت کریں۔ اسی کی نماز پڑھیں اسی کے نام کی قربانی کریں۔

اسلام کے دشمن بے نام ونشان ہوں گے

تیسری آیت میں فرمایا گیا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا اس میں ایک پیشین گوئی فرمائی جس میں بھی ایک طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے اور یہ پیشین گوئی اس وقت کی گئی تھی جس کا مخالفین تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اور آپ کی توہین کرنے والے کفار ومشرکین عرب حرف غلط کی طرح دنیا سے مٹ گئے اور کوئی ان کا نام لیوا نہیں اور ان کا نہ نام رہا نہ نشان۔ نہ آج بھلائی کے ساتھ انہیں کوئی یاد کرنے والا ہے۔ تو مشرکین مکہ میں سے عاص بن وائل سہمی نے جیسا کہ سبب نزول میں بیان ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کے انتقال پر کہا تھا کہ آپ کی نسل قطع ہو گئی اور آپ معاذ اللہ ابتر یعنی بے نشان ہیں۔ تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کہ دراصل وہی بے نام ونشان رہے گا اور اس کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ قرآن پاک کی یہ پیشین گوئی مشرکین مکہ کے حق میں کس طرح پوری ہوئی۔

گستاخ رسول ہر خیر سے خالی ہے

اس آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔ مرشدنا حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ اس میں دلالت ہے کہ آپ کا ہر مخالف ہر خیر سے منقطع ہے نہ اس کی حیات میں برکت ہے کہ زادِ آخرت اس سے جمع کرے نہ اس کے قلب میں خیر ہے کہ حق بات کو سمجھے یا اس میں حق تعالیٰ کی محبت ومعرفت پیدا ہو۔ نہ اس کے اعمال میں برکت ہے کہ توفیق یا اخلاص ہو اور یہی حالت ہوتی ہے آپؐ کے ورثہ کے مخالف کی جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت کرے میں اس کو اشتہار جنگ دیتا ہوں یا اللہ اپنے فضل سے ہم کو اپنے محبوب ومقبول بندوں سے محبت وانسیت اور دلی تعلق عطا فرمائیے اور ان کی مخالفت اور عداوت سے بچائیے۔ آمین۔

خلاصہ

اس سورت میں تین مقاصد بیان ہوئے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا فضل واحسان کہ اس نے آپ کو کوثر عطا کی، کوثر جنت کی وہ نہر ہے جہاں قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو جام بھر کر پلائیں گے چونکہ کوثر کا معنیٰ خیر کثیر ہے اس لیے نبوت، کتاب، حکمت، علم، حق شفاعت، مقام محمود، معجزات اور قرآن کریم کو بھی کوثر قرار دیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ کوثر جیسی عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کیلئے آپ نماز کی پابندی فرمائیں اور اللہ کے لیے قربانی دیں۔

آپ کو یہ بشارت سنائی گئی کہ آپ کے دشمن ذلیل وخوار ہوں گے اور ان کا نام ونشان مٹ جائے گا چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

سورۃ الکوثر کے خواص

۱- خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جمعہ کی رات کو سونے سے پہلے باوضو ہو کر سورۃ الکوثر کو سو دفعہ پڑھے اور سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھے اور باوضو ہی سو جائے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

۲- جو آدمی سورۃ الکوثر کو لکھ کر اپنے گلے میں باندھے تو وہ امن میں رہیگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو۔

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔

قُلْ کہہ دیجئے	يٰٓاَيُّهَا اے	الْكٰفِرُوْنَ کافرو	لَآ اَعْبُدُ میں عبادت نہیں کرتا	مَا تَعْبُدُوْنَ جس کی تم عبادت کرتے ہو	وَلَآ اور نہ	اَنْتُمْ تم
عٰبِدُوْنَ عبادت کرنےوالے	مَآ اَعْبُدُ جسکی میں عبادت کرتا ہوں	وَلَآ اور نہ	اَنَا عَابِدٌ میں عبادت کرنیوالا	مَا عَبَدْتُّمْ جسکی تم عبادت کرتے ہو	وَلَآ اَنْتُمْ اور نہ تم	
عٰبِدُوْنَ عبادت کرنیوالے	مَآ اَعْبُدُ جسکی میں عبادت کرتا ہوں	لَكُمْ تمہارے لئے	دِيْنُكُمْ تمہارا دین	وَلِيَ اور میرے لئے	دِيْنِ میرا دین	

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ میں پہلی ہی آیت قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ہے۔اسی سے سورۃ کا نام کافرون ہے۔یہ سورۃ مکی ہے۔

سورۃ کے فضائل وخصوصیات

اس سورۃ کی فضیلت میں ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔یعنی ثواب میں۔ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز فجر کی سنتوں میں پڑھنے کے لئے دوسورتیں بہتر ہیں۔سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی سنتوں میں اور نماز مغرب کی سنتوں میں بکثرت یہی دوسورتیں یعنی پہلی رکعت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے سنا ہے۔ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث ہے۔حضرت فروہ بن نوفل کا بیان ہے کہ میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز بتادیجئے کہ میں بستر پر جاتے وقت یعنی سونے سے پہلے پڑھ لیا کروں۔آپ نے فرمایا قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو۔یہ شرک سے بیزاری کا اظہار ہے۔یعنی اس کو پڑھ کر سوؤ گے تو شرک سے پاک ہوکر سوؤ گے اور اگر سونے ہی کی حالت میں موت آگئی تو توحید پر مروگے۔حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو وہاں تم اپنے سب رفقاء سے زیادہ خوشحال اور بامراد رہو اور تمہارا سامان زیادہ ہوجائے۔انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں ایسا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ آخر قرآن کی پانچ سورتیں یعنی سورۃ کافرون سورۃ نصر سورۃ اخلاص سورۃ فلق اور سورۃ ناس پڑھا کرو اور ہر سورۃ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرو۔حضرت جبیر فرماتے ہیں کہ اس وقت میرا یہ حال تھا کہ سفر میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے بالمقابل قلیل الزاد اور خستہ حال تھا۔جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم پر عمل کیا میں سب سے بہتر حال میں رہنے لگا۔اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بچھو نے کاٹ لیا تو آپ نے پانی اور نمک منگایا اور یہ پانی کاٹنے کی جگہ پر لگاتے جاتے تھے۔اور

قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے جاتے تھے۔ یہ تو مختصراً اس سورۃ کے فضائل اور خواص کا ذکر ہوا۔

شان نزول

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی کہ آپ ان کافروں کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرما دیں۔

(۲) ایک روایت یہ ہے کہ روساء کفار مکہ نے آپ سے عرض کیا کہ آیئے ہم اور آپ اس پر صلح کر لیں کہ آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیا کیجئے اور آپ کے معبود کی ہم عبادت کیا کریں۔ جس میں ہم اور آپ طریق دین میں شریک رہیں۔ جونسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ کچھ حصہ مل جاوے گا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

(۳) ایک روایت یہ ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول تو یہ دعوت دی اور مصالحت کے لئے یہ صورت پیش کی کہ ہم آپ کو اتنا مال دیں گے کہ تم مکہ میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے اور جس عورت سے تم چاہو گے تمہارا نکاح بھی کر دیں گے۔ لیکن ہمارے معبودوں کو برا کہنا ترک کر دیں۔ اور اگر آپ یہ نہیں مانتے تو پھر ایسا کریں کہ ایک سال تم ہمارے معبودوں کی بندگی کرو اور ایک سال ہم تمہارے معبود کی بندگی کریں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

شان نزول میں جو متعدد واقعات بیان ہوئے ہیں تو ان میں کوئی تضاد نہیں ہوسکتا ہے کہ سب ہی واقعات پیش آئے ہوں اور ان سب کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

اصول اسلام میں کافروں سے سمجھوتہ ہرگز نہیں ہوسکتا

یہاں اس سورۃ میں اسلام کی صحیح حیثیت کا اعلان کر دیا گیا اور اہل کفر کو ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا کہ وہ ایسی کوئی امید نہ رکھیں کہ داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں میں آ کر ان کی کسی خواہش کے مطابق اپنی دعوت میں کوئی تبدیلی کر لیں گے۔ چنانچہ اس سورۃ میں حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر حکم دیا جاتا ہے۔ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کافروں سے صاف کہہ دیجئے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ یعنی اے کافرو میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو سکتا۔ نہ تو فی الحال اور نہ آئندہ کبھی مستقبل میں۔ خدائے واحد کے سوا جو معبود تم نے بنا رکھے ہیں میں فی الحال ان کو نہیں پوج رہا اور نہ تم اس احد و صمد خدا کو بلاشرکت غیرے پوجتے ہو جس کی میں عبادت و بندگی کرتا ہوں۔ اور آئندہ کے لئے وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ یعنی آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کو کبھی پوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلاشرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا۔ نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ نہ اب اور نہ آئندہ یعنی توحید اور شرک کبھی متحد نہیں ہو سکتے اور ان میں کبھی کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ آگے توحید اور شرک کا انجام ارشاد ہے۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ۔ یعنی تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔ جو دین قیم اللہ نے مجھے مرحمت فرمایا ہے اس پر ہم نہایت خوش ہیں اور تم نے اپنے لئے بدبختی سے جو روش پسند کی ہے وہ تمہیں مبارک رہے۔ ہر فریق کو اس کی راہ اور روش کا نتیجہ مل کر رہے گا۔ میرا فرض تبلیغ دین ہے اگر تمہیں اپنی بہتری منظور ہو تو اس ہدایت کو قبول کرو۔ ورنہ تم جانو تمہارا کام۔ تمہیں اپنے کئے کی خود سزا بھگتنی پڑے گی۔ میں تو نہایت پختگی سے اپنی بات پر قائم ہوں۔

الغرض اس سورۃ میں کفار کی طرف سے پیش کی ہوئی مصالحت کی صورتوں کو بالکلیہ رد کر کے اعلان براءت کیا گیا۔

کفار سے مصالحت کی حدود کا تعین

یہاں ایک خیال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ خود قرآن کریم میں دسویں پارہ سورۂ انفال میں ارشاد خداوندی ہے۔ وان جنحوا للسلم فاجنح لها یعنی کفار اگر صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جایئے یعنی معاہدہ صلح کر لیجئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے

مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہود مدینہ سے آپ کا معاہدہ صلح مشہور و معروف ہے۔ اس اشکال کے جواب میں بعض مفسرین نے یہ جواب دیا کہ اس سورۂ کافرون کو منسوخ کہہ دیا اور منسوخ کہنے کی بڑی وجہ آیت لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کو قرار دیا کیونکہ بظاہر یہ احکام جہاد کے منافی ہے کہ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ۔ مگر اس اشکال کے دفع کرنے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں جو تحقیق لکھی ہے۔ وہ یہ ہے فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اس سورۃ میں لَكُمْ دِيْنُكُمْ کا یہ مطلب نہیں کہ کفار کو کفر کی اجازت یا کفر پر برقرار رکھنے کی ضمانت دے دی گئی بلکہ اس کا حاصل وہی ہے جو قرآن کریم کے ارشاد لنآ اعمالنا ولکم اعمالکم (پ۲ رکوع۹) کا حاصل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھگتو گے۔ اس لئے راجح اور صحیح جمہور مفسرین کے نزدیک یہی ہے کہ یہ سورۃ منسوخ نہیں۔ جس قسم کی مصالحت سورۂ کافرون کے نزول کا سبب بنی وہ جیسے اس وقت حرام تھی آج بھی حرام ہے اور جس صورت کی اجازت آیت مذکورہ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم میں آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ یہود سے عملاً ظاہر ہوئی وہ جیسے اس وقت جائز تھی آج بھی جائز ہے۔ بات صرف موقع اور محل کو سمجھنے اور شرائط صلح کو دیکھنے کی ہے جس کا فیصلہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرما دیا ہے۔ جس میں کفار سے معاہدہ کو جائز قرار دینے کے ساتھ ایک استثنا کا ارشاد ہے اور وہ یہ ہے۔ الاصلحاً احل حراماً او حرم حلالاً یعنی ہر صلح جائز ہے بجز اس صلح کے جس کی رو سے اللہ کی حرام کی ہوئی کسی چیز کو حلال یا حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا گیا ہو۔ اب غور کیجئے کہ کفار مکہ نے صلح کی جو صورتیں پیش کی تھیں ان سب میں کفر و اسلام کی حدود میں التباس یقینی ہے اور بعض صورتوں میں تو اصول اسلام کے خلاف شرک کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ ایسی صلح سے سورۂ کافرون نے اعلان براءت کر دیا اور دوسری جگہ جس صلح کو جائز قرار دیا اور معاہدہ یہود (یا صلح حدیبیہ سے) اس کی عملی صورت معلوم ہوئی اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں اصول اسلام کا خلاف کیا گیا ہو۔ یا کفر و اسلام کی حدود آپس میں ملتبس ہوئی ہوں اسلام سے زیادہ کوئی مذہب رواداری۔ حسن سلوک، صلح و مصالحت کا داعی نہیں مگر صلح اپنے انسانی حقوق میں ہوتی ہے۔ خدا کے قانون اور اصول دین یا ضروریات دین میں کسی صلح یا مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں۔'' (معارف القرآن جلد۸)

خلاصہ

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ آؤ! ''کچھ لو اور کچھ دو'' کی بنیاد پر ہم آپس میں مصالحت کرلیں' ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کرلیا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کرلیا کریں گے' اس سورت نے ایمان و کفر' موحدین اور مشرکین کے درمیان حد فاصل قائم کر دی اور بتا دیا کہ توحید اور شرک دو متصادم نظام ہیں' دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت نہیں' یوں کفار کی امیدوں کا خاتمہ کر دیا اور ہمیشہ کیلئے واضح کر دیا کہ ایمان میں کفر کی ملاوٹ نہیں ہوسکتی۔

سورۃ الکافرون کے خواص

۱..... جو آدمی طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے اوقات میں سورۃ الکافرون کی تلاوت کا معمول رکھے وہ شرک سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید خالص' دین کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور مرتے دم تک اس پر قائم رکھیں۔
یا اللہ ہم میں وہ ایمانی قوت اور جوش و حرارت پیدا فرما دے کہ ہم باطل اور اعدائے دین سے کبھی مرعوب نہ ہوں۔
اور دین کے معاملہ میں ان سے کسی ناپاک اور گندی صلح پر کبھی راضی نہ ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ

جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے۔اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

کیجئے اور آپس سے مغفرت کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اِذَا جب	جَآءَ آجائے	نَصْرُ اللّٰهِ اللہ کی مدد	الْفَتْحُ فتح	وَرَاَيْتَ اور آپ دیکھیں	النَّاسَ لوگ	يَدْخُلُوْنَ داخل ہو رہے ہیں	فِيْ میں	دِيْنِ اللّٰهِ اللہ کا دین
اَفْوَاجًا فوج درفوج	فَسَبِّحْ پس پاکی بیان کریں	بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّكَ اپنا رب	وَاسْتَغْفِرْهُ اور بخشش طلب کیجئے اس سے	اِنَّهٗ بیشک وہ			
كَانَ ہے	تَوَّابًا بڑا توبہ قبول کرنے والا							

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ کی ابتداء اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ سے فرمائی گئی۔اسی سے سورۃ کا نام النصر مقرر رہوا۔اکثر محدثین ومفسرین کا قول یہی ہے کہ اس کا نزول فتح مکہ جو رمضان ۸ ہجری میں واقع ہوئی ہے اس سے قبل ہے اور اس سورۃ میں جس فتح کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے فتح مکہ مراد ہے۔

بہر حال یہ مدینہ کے آخری دور کی ایک سورت ہے۔ بقول اکثر مفسرین ومحدثین اس میں جس فتح کا اشارہ دیا جاتا ہے وہ فتح مکہ کی طرف ہے جو ہجرت کے آٹھویں سال رمضان کے مہینہ میں حاصل ہوئی اور جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

سورۃ کی خصوصیات وفضائل

احادیث میں اس سورۃ کی تفسیر یہ آئی ہے کہ اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہے۔ امام احمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میری وفات کی اطلاع دی گئی ہے۔اس سورۃ کی فضیلت میں امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ (ثواب میں) چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے (کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ زیادہ پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے میرے رب نے اطلاع دی تھی کہ عنقریب تم اپنی امت کے اندر ایک نشانی دیکھو گے جب تم وہ علامت دیکھو تو سبحان الله و بحمده استغفرالله واتوب اليه بہت پڑھنا چنانچہ میں نے وہ نشانی دیکھ لی۔وہ نشانی ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا مفسر بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس سورۃ سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ بتا رہی ہے کہ دعوت پوری ہوگئی اور دین کامل ہوگیا مزید یہ کہ استغفار کا حکم بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔

فتح مکہ کا وعدہ اور اس کی تکمیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مکی زندگی کے تیرہ سال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کے لئے انتہائی سخت تھے جس کے نتیجہ میں اہل ایمان کو اپنا وطن مکہ اپنا کاروبار اور جائیداد وغیرہ سب چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی اور مدینہ میں پناہ لینی پڑی۔ یہاں بھی سات آٹھ سال کی مدت میں چین وسکون مسلمانوں کو نصیب

نہ ہوا۔ چاروں طرف سے مخالفین اسلام اور اعدائے دین کے حملوں اور آئے دن ان کی وجہ سے طرح طرح کی پریشانیوں کا مقابلہ ہی کرتے رہنا پڑا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق اب وہ وقت قریب آ گیا جب اسلام کو عرب کی تمام طاقتوں پر غلبہ اور شوکت نصیب ہونا تھا اور مسلمان جس مکہ سے ستا ستا کر ہجرت پر مجبور کئے گئے تھے اسی مکہ میں انہیں فاتح کی حیثیت سے داخل ہونا تھا۔

اسلامی تاریخ میں یہ نہایت اہم واقعہ ہے اور اسی کا نام فتح مکہ ہے۔ جو رمضان المبارک ۸ ہجری میں واقع ہوئی۔ اس سورۃ میں اسی فتح کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سنائی گئی کہ عنقریب ایک دن ایسا آنے والا ہے جبکہ ملت اسلامیہ کو غلبہ اور شوکت نصیب ہوگا۔ کفر کی تاریکیوں کا خاتمہ ہو جائے گا کفار کے مرکزی شہر مکہ پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ بت پرستی کا خاتمہ اور اس کے حامی سب زیر و زبر ہو جائیں گے اور عرب کے عام لوگ جوق در جوق دین اسلام قبول کر لیں گے۔ اس بشارت سے قبل اگرچہ عرب کے بہت سے قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اسلام قبول کر چکے تھے لیکن کفار مکہ ابھی تک بت پرستی پر قائم تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے گویا کہ یہ شہر مکہ کفار کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بہت سے عرب کے لوگ اسلام لانے کے لئے فتح مکہ کے منتظر تھے اور یہ بڑی فیصلہ کن چیز تھی کہ مکہ معظمہ فتح ہو جائے۔

چنانچہ جب قریش مکہ نے صلح نامہ حدیبیہ جو ۶ ہجری میں ہوا تھا اس کی عہد شکنی کی اور بالآخر حدیبیہ کا صلح نامہ ٹوٹ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو دس ہزار صحابہ کرام کی جمعیت کے ساتھ آپ مدینہ منورہ سے مکہ پر چڑھائی کے قصد سے روانہ ہوئے۔ کفار مکہ کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور آپ سے امن کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرمائی اور ۲۰ رمضان یوم جمعہ ۸ ہجری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور طواف خانہ کعبہ فرمایا۔ اس وقت تک کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے جو آپ کے حکم سے توڑ دیئے گئے اور خانہ کعبہ کو ان بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا گیا۔ فتح مکہ کے بعد عام طور سے عرب اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا اور جو قریش مکہ کی شوکت کے ڈر سے اسلام اختیار کرنے میں توقف اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے وہ سب کے سب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے۔ باقی ماندہ عرب کی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوں اس طرح مکہ معظمہ کی فتح اہل اسلام کے لئے ایک بڑی فیصلہ کن چیز تھی۔ اس سورۃ میں اسی فتح کی بشارت دی گئی۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کے غلبہ سے گھبرایئے نہیں۔ عنقریب ہی خدائے تعالیٰ آپ کی اور آپ کے متبعین کی مدد فرمائے گا اور والفتح یعنی آپ کو کفار پر ایک عظیم الشان فتح حاصل ہوگی جس کے بعد کفار کی کمر ہمت ٹوٹ جائے گی اور مخالفت کی تاب نہ لا سکیں گے اور اس فتح و نصرت کا نتیجہ یہ ہوگا ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا یعنی لوگ گروہ در گروہ آپ کے دین میں داخل ہوں گے۔ اہل اسلام کو ملک عرب میں غلبہ اور شوکت نصیب ہوگا۔ چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔ فتح مکہ کے بعد کفار کا زور ٹوٹ گیا۔ ان کا مرکز ختم ہو گیا۔ اور ان کا شیرازہ بکھر گیا لوگ اسلام کی حقانیت کے قائل ہو گئے اور قبائل کے قبائل اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرنے لگے۔ معجم طبرانی میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور یہ سورۃ نصر تلاوت فرمائی (سیرت المصطفیٰ حصہ سوم ص ۱۷۱)

تکمیل دین اور سفر آخرت کی تیاری

یہاں تک تو فتح و نصرت کا ذکر تھا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص پیغام ہے کہ جب آپ یہ فتح حاصل ہو چکے اور لوگ اس کثرت سے دین اسلام کو قبول کرنے لگیں جو مقصد آپ کی بعثت سے تھا وہ پورا ہوا تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کا مقصد رسالت پورا ہو چکا اور دین کی تکمیل ہو گئی اور اب سفر آخرت قریب ہے۔ اس لئے آپ اس وقت ہمہ تن ہماری طرف متوجہ ہو جائیں اور اس سفر کی تیاری میں مصروف ہو جائیں۔ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کے ذکر اس کی تسبیح و تحمید میں لگ جائیں اور فتوحات و کامیابیوں پر اس کا شکر ادا کریں۔ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اپنے لئے اور امت کے لئے ہر وقت

مغفرت اور بخشش کی درخواست کرتے رہیں۔ انه کان توابا بے شک آپ کا پروردگار تو بہت ہی معاف کرنے والا ہے۔

کثرت استغفار ضروری ہے

انسان جس میں اولیاء اور انبیاء بھی شامل ہیں اللہ کی عبادت میں کتنی بھی کوشش کیوں نہ کریں پھر بھی کما حقہ یعنی حسب شان خداوندی ادا کرنے میں اپنے کو قاصر ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے کمال عبودیت کے باوجود بھی اپنے عجز کا اعتراف کرنا اور اپنے کو عبادت کا حق ادا کرنے میں قصوروار سمجھنا اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ہر روز ستر بار سے زیادہ خدائے تعالیٰ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ اور آپ اپنی امت کے لئے بھی مغفرت اور بخشش کی درخواست کیا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی وجہ

یہاں ایک مختصر مگر نہایت جامع تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار فرمانے کے بارہ میں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحبؒ کاندھلوی خاتم مثنوی نے اپنے رسالہ شیم الحبیب میں تحریر فرمائی ہے۔ یہ رسالہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنی تصنیف نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب میں نقل فرمایا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ آپ دن بھر میں ستر بار یا سو بار استغفار فرماتے تھے تو یہ یا تو تعلیم امت کے لئے تھا یا خود امت کے لئے مغفرت طلب کرنا مقصود تھا یا یہ وجہ تھی کہ آپ دریائے قرب وعرفان میں مستغرق تھے اور لحہ بہ لحہ ترقی فرماتے رہتے تھے کیونکہ تجلیات متجدد ہوتی رہتی ہیں اور تجلی حسب استعداد محل تجلی کے ہوتی ہے اور آپ کی استعداد برابر متزائد ہوتی جاتی تھی۔ پس جب مرتبہ مابعد کو عالی دیکھتے تھے تو اپنے کو مرتبہ ماقبل کے اعتبار سے تقصیر کی طرف منسوب فرماتے تھے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ حسنات الابرار سیات المقربین یعنی نیکوں کے حسنات مقربین کی سیئات ہوتی ہیں۔

الغرض اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے "اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح مع اپنے آثار کے آ پہنچے یعنی واقع ہو جائے اور آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں کہ آپ لوگوں کو اللہ کے دین یعنی اسلام میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اس وقت سمجھئے کہ مقصود دنیا میں رہنے کا اور بعثت کا کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا اور اس وجہ سے سفر آخرت کا قریب ہے۔ پس اس کے لئے تیاری کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے کہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

بڑھاپے کی عمر کا وظیفہ

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کے تعمیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے ہر وقت یہی دعا پڑھتے تھے۔ سبحان الله وبحمده استغفر الله و اتوب اليه اور فرماتے تھے کہ مجھے اس کا حکم کیا گیا ہے۔ بزرگان دین نے اسی بناء پر روایت لکھی ہے کہ جب موت قریب محسوس ہو تو تسبیح واستغفار کی کثرت چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کو یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

خلاصہ

یہ سورت فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے' یہ سورت ۱۰ھ میں نازل ہوئی' اس کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۷۰ ایام زندہ رہے' جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: "مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے" اس لیے کہ حضور کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا تھا' جب آپ نے دعوت کا آغاز کیا تھا تو اسے قبول کرنے والے اکا دکا تھے لیکن اب لوگ جماعت در جماعت اور قبیلہ در قبیلہ دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے' اس لیے آپ کو حکم دیا گیا کہ ان فتوحات اور نعمتوں پر اللہ کا شکر اور اسکی تسبیح اور عظمت بیان کریں۔

سورۃ النصر کے خواص

۱- جنگ میں دشمن کے خلاف فتح حاصل کرنے کے لئے اپنے کسی ہتھیار پر سورۃ النصر کو نقش کرا لیا جائے تو فتح حاصل ہوگی۔

۲- جو لوگ جال کے ساتھ مچھلی کا شکار کرتے ہوں اگر وہ کسی دھات پر سورۃ النصر نقش کر کے اس دھات کی ٹکڑی کو اپنے جال میں باندھ لیں تو جب جال کو شکار کے لئے پانی میں ڈالیں گے اس میں فوج در فوج مچھلیاں پھنسیں گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہوجائے۔نہ اُس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ اُس کی کمائی۔وہ عنقریب ایک شعلہ زن

ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

آگ میں داخل ہوگا وہ بھی اور اُس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے۔اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی۔

تَبَّتْ ٹوٹ گئے	يَدَا دونوں ہاتھ	اَبِيْ لَهَبٍ ابولہب	وَتَبَّ اور وہ ہلاک ہوا	مَا نہ	اَغْنٰى کام آیا	عَنْهُ اس کے	مَالُهٗ اس کا مال	وَمَا اور جو	كَسَبَ اس نے کمایا	
سَيَصْلٰى عنقریب داخل ہوگا	نَارًا آگ	ذَاتَ لَهَبٍ شعلے مارتی	وَامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی	حَمَّالَةَ لادنے والی	الْحَطَبِ لکڑی	فِيْ میں				
جِيْدِهَا اس کی گردن	حَبْلٌ رسی	مِّنْ سے	مَسَدٍ کھجور							

وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول

اس سورۃ کی پہلی آیت تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ہے۔اس لئے نشانی کے طور پر سورۃ کا نام اللھب مقرر ہوا۔یہ سورۃ مکی ہے۔

سبب نزول

سبب نزول اس سورۃ کا احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** پ۱۹ (سورۂ شعراء) نازل ہوئی یعنی اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے تو آپ نے مکہ کے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کے نام لے کر پکارا۔جب سب جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو اس امر کی خبر دوں کہ پہاڑ کے دوسری طرف دشمن موجود ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ بے شک ہم یقیناً آپ کی بات کا اعتبار کریں گے۔آپ ہم سب میں سے بڑھ کر سچے ہیں۔اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ لوگو میں تمہارے لئے ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔

تم نجات کا راستہ اختیار کرلو اور اپنے بچنے کی تدبیر کرلو۔میں کھلم کھلا تم کو خبردار کرنے والا ہوں۔ابولہب یہ سن کر آگ بگولہ ہوگیا اور انتہائی مخالفانہ انداز میں ہاتھ جھٹک کر کہنے لگا (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) **تبالک سائر الیوم الھذا دعوتنا** تو برباد ہوجائے کیا ہم کو اسی بات کے لئے جمع کیا تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا عفو اور ہمہ تن حلم تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا مگر غیرت الٰہیہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایسے الفاظ کیوں برداشت کرسکتی تھی اور فوراً یہ پوری سورۃ نازل ہوئی جس میں خود ابولہب کے الفاظ اسی پر لوٹا دیئے گئے اور اس کے حسرت ناک انجام کا اعلان بھی بطور پیشین گوئی کے فرما دیا گیا۔ابولہب کی ایک بیوی تھی اس کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عداوت تھی۔خود جنگل جاتی، کانٹے اکٹھا کرتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں بچھا دیتی تاکہ اندھیرے میں آپ کے کانٹے چبھیں اور آپ کو اذیت اور تکلیف ہو۔تو اس سورۃ میں دونوں کا انجام بتلا کر ان کی مذمت فرمائی گئی اور ان ہی دونوں کی تباہی و بربادی کی پیشینگوئی فرمائی گئی

جس سے مخالفین رسول کو متنبہ کیا گیا کہ مرد ہو یا عورت۔ اپنا ہو یا بیگانہ۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخر کار ذلیل وتباہ وبرباد ہوکر رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ مفہوم اس سورۃ کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی

جس طرح کہ تصدیق اور جان نثاری اور صداقت ومحبت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے اول رہے اسی طرح تکذیب اور ایذا اور استہزاء بغض وعداوت رسول میں ابولہب سب سے آگے تھا۔ یہ عبدالمطلب کا بیٹا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتیلا چچا تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ لات، منات، اور عزیٰ یہ تین مشہور مشرکین عرب کی دیویاں تھیں جن کی پرستش وہ کرتے تھے۔ اور ان کے بت بنا رکھے تھے اسی نسبت سے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اور چونکہ اس کا چہرہ سرخ رنگ کا خوبصورت تھا تو اس کے چہرہ کی سرخی اور چمک کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب ہوگئی تھی کیونکہ لہب آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں۔ عبدالمطلب چونکہ اپنے قبیلہ بنی ہاشم کے سردار تھے ان کی وفات کے بعد ان کی سرداری ان کے بیٹوں ابوطالب اور ابولہب کو ملی۔ ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہیں تھی لیکن ابولہب خوب دولت اور پیسہ والا آدمی تھا لیکن اپنے کفر وشقاوت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن ہوگیا تھا جب آپ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا حتیٰ کہ آپ کے پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ لوگو! ان کی بات مت سنو۔ کبھی کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا (معاذ اللہ معاذ اللہ) تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد بیان کرتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابولہب چونکہ بہت مالدار تھا اس لئے جب اس کو اللہ سے ڈرایا جاتا تو یہ کہتا کہ اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہے تو قیامت کے دن مال اور اولاد کا فدیہ دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اس کی بیوی ام جمیل کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ضد اور دشمنی تھی۔ شب کے وقت آپ کے راستہ میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل ہی ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے منسوب ہو چکی تھیں۔ عتبہ بن ابی لہب کا نکاح حضرت رقیہؓ سے ہوا تھا اور عتیبہ بن ابی الہب کا نکاح حضرت ام کلثوم سے ہوا تھا۔ اور صرف نکاح دونوں صاحبزادیوں کا ہوا تھا رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد تبلیغ اسلام فرمائی اور بت پرستی اور شرک کی سخت مذمت فرمائی تو ابولہب اور اس کی بیوی عداوت میں تو پیش پیش ہی تھے اسی جذبہ کے ماتحت ابولہب نے اپنے ان دونوں بیٹوں سے کہا کہ اگر میری رضامندی چاہتے ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دیدو تاکہ آپ کو ان کے طلاق دیئے جانے سے صدمہ ہو۔ بڑا بیٹا جس کا نام عتبہ تھا یہ بات سن کر اس وقت چپ رہا مگر دوسرا بیٹا عتیبہ کمال بے حیائی سے اسی وقت اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر بولا کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دی اور کچھ دوسری نالائق نالائق باتیں بھی بکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا کہ خدایا اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دے۔ آخر کو اس کو شام کے سفر میں ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔ الغرض ابولہب کے دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں رخصتی سے پہلے ہی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ (سیرت المصطفیٰ حصہ سوم)

بالآخر یہ دونوں صاحبزادیاں طلاق کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں آئیں اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ ذی النورین کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے صحابہ کرام میں سے صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے صحابی ہیں کہ جن کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے پیغمبر کی دو صاحبزادیاں

آ گئیں۔اس طرح حقیقت میں اس واقعہ طلاق میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت پنہاں تھی جو حضرت عثمانؓ کے حصہ میں آئی تھی۔

سماجی مقاطعہ کروانا

الغرض عربوں میں ایام جاہلیت میں اگر چہ جہالت اور ضلالت کی گھنا چھائی ہوئی تھی مگر پھر بھی اپنے قبیلہ کی حمایت اور رشتہ داری کا پاس و لحاظ کرنا یہ اس وقت عربوں کی خصوصیت رہی ہے چنانچہ آپ کے چچا ابوطالب نے محض رشتہ داری کے تعلق سے ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی کی یہاں تک کہ تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر تحریری معاہدہ لکھا (یہ ہجرت نبوی سے ۶ سال قبل کا واقعہ ہے) کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)اور بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے یکلخت تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں کہ نہ کوئی شخص بنی ہاشم سے نکاح کرے نہ ان سے میل جول رکھے نہ ان کے ساتھ خرید وفروخت کرے جب تک کہ بنو ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوقتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ابو طالب نے مجبور ہو کر ایک گھاٹی میں پناہ لی اور بنو ہاشم اور بنو مطلب مؤمن اور کافر سب نے آپ کا ساتھ دیا۔مسلمانوں نے دین کی وجہ سے اور کافروں نے خاندانی اور نسبی تعلق کی وجہ سے لیکن بنو ہاشم میں سے ابولہب قریش مکہ کا شریک رہا۔اور محصور ہونے والوں نے اس گھاٹی میں جس کا نام شعب ابی طالب ہو تین سال مسلسل سخت تکالیف کے ساتھ گزارے اور انتہائی فقر و فاقہ سے بسر کئے حتی کہ باہر کا اگر کوئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو ابولہب اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھرتا کہ کوئی تاجر اصحاب محمد کو کوئی چیز عام نرخوں پر نہ فروخت کرے بلکہ ان سے کئی گنا زیادہ قیمت لے اور اس طرح اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ باہر کا قافلہ آیا ہوا دیکھ کر صحابہ کچھ خریدنے کو آتے مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس ہو جاتے۔ہجرت سے تین سال قبل یعنی ۱۰ ہجری نبوی میں یہ ظالمانہ عہد نامہ ختم ہوا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم

اللہ اکبر! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا خلق عظیم فرمایا تھا۔ ایک طرف تو ابولہب اور اس کے گھرانے کی دشمنی اور عداوت کا حال اوپر ذکر ہوا۔اب دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم اور کرم وعنایت کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ آپ کے بھتیجے ابولہب کے بیٹے کہاں ہیں۔کہیں نظر نہیں پڑتے۔ابولہب کے دو بیٹے تھے جو فتح مکہ کے وقت تک کفر پر قائم تھے۔حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ بظاہر کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔آپ نے فرمایا ان کو ڈھونڈھ کر لاؤ۔تلاش ہوئی اور کھوج لگانے پر یہ دونوں عرفات کے میدان میں چھپے ہوئے ملے۔ حضرت عباس دونوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں پر اسلام پیش کیا۔انہوں نے فوراً اسلام قبول کیا۔اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے پروردگار سے مانگا تھا اللہ نے مجھ کو یہ دونوں عطا فرمائے۔اللہ اکبر! ذرا غور تو کیجئے ابولہب کے گھرانے کی تکالیف کا جو آپ کو دی گئیں اور آپ کا دشمنوں سے یہ کرم وعنایت کا معاملہ

ام جمیل کی دشمنی وعداوت

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جب ابولہب کی بیوی ام جمیل کو خبر ہوئی کہ میرے اور میرے شوہر کے بارہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی تو ایک پتھر لے کر آپ کو مارنے کے لئے چلی۔اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ام جمیل جس وقت وہاں پہنچی تو حق تعالیٰ نے اس کی آنکھ پر ایسا پردہ ڈالا کہ اس کو صرف حضرت ابوبکرؓ نظر آتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے تھے۔ام جمیل نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ میری مذمت اور ہجو کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اس وقت ان کو پاتی تو اس پتھر سے مارتی۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ام جمیل کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ام جمیل سامنے سے آ رہی ہے۔مجھے آپ کا ڈر ہے۔حضورؐ نے فرمایا انھا لن ترانی (وہ مجھے ہرگز نہ دیکھے گی)

جب ام جمیل چلی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے جانے تک ایک فرشتہ مجھ کو چھپائے رہا۔ الغرض یہ داستان تو بہت طویل ہے۔

دشمنان رسول پاک کا انجام

اب ان دونوں یعنی ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام ملاحظہ ہو۔ غزوۂ بدر جو رمضان المبارک ۲ ہجری میں واقع ہوا اور جس میں قریش مکہ کے بڑے بڑے کافر سردار اور متمول لوگ شریک تھے۔ سب ایک ایک کر کے قتل یا قید ہوئے مگر ابولہب اس جنگ میں اپنی جان کے خوف سے شریک نہ ہوا تھا اور اپنی بجائے جنگ میں کسی دوسرے کو بھیجا تھا۔ اس واقعہ بدر کے سات روز بعد ابولہب کے مکہ میں طاعون کا زہریلا دانہ نمودار ہوا۔ گھر والوں نے اس اندیشہ سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جائے اس کو الگ ڈال دیا اور وہیں مر گیا۔ اور تین روز تک لاش یونہی پڑی رہی کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔ جب لاش سڑنے لگی تو اس وقت چند حبشی مزدوروں کو بلا کر ان سے لاش دبوائی۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر لاش کو اس گڑھے میں ڈال دیا اور مٹی اور پتھروں سے اس گڑھے کو بھر دیا۔ یہ تو دنیا میں ذلت و رسوائی اس کو نصیب ہوئی۔ اور آخرت کی رسوائی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

ابولہب کی بیوی کا حشر

اس کی بیوی ام جمیل جو خود جنگل جاتی اور کانٹے اکٹھا کر کے گٹھڑ بنا کر لاتی اور رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور مسجد حرام کے راستہ میں بچھا دیتی تا کہ وہ کانٹے آپ کو چبھیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ اس بد بخت کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ سر پر کانٹوں اور لکڑیوں کا گٹھا تھا۔ راہ میں تھک گئی تو گٹھے کو پتھر سے ٹکا کر خود ستانے لگی۔ جب پھر چلنے کا ارادہ کیا تو اسی رسی کا جس سے گٹھڑ بندھا تھا پھندا گردن میں پڑ گیا اور گٹھا پیٹھ کی طرف جا لٹکا جس کے بوجھ سے وہ پھندا پھانسی بن گیا اور گلا ایسا گھٹا کہ یہ تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گئی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام

یہی ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اور جو الفاظ ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کئے تھے یعنی تبالک کہا تھا یعنی معاذ اللہ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ تو خود اسی کے الفاظ کو اس پر لوٹا دیا گیا اور اس کے حسرت ناک انجام کا اعلان بطور پیشین گوئی فرما دیا گیا۔ چنانچہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ یعنی یہ ابولہب جو ہاتھ جھٹک جھٹک کر باتیں بناتا ہے اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس پیغمبر اور معصوم رسول کی طرف دست درازی کرتا ہے تو سمجھ لے کہ خود اسی کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو چکیں۔ اس کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ اس کا زور ٹوٹ گیا اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں پہنچ گیا۔ گویا یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور کفار کی آگاہی کے لئے یہ پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حق کے خلاف ابولہب کی جملہ تدابیر بالآخر ناکام ہوں گی اور خود ابولہب تباہ و برباد ہوگا۔ جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی اگرچہ اس وقت ابولہب کی شرارتیں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ اور اس کی مخالفت بہت سخت معلوم ہو رہی تھی مگر اس سورۃ میں خبر دی گئی کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے۔ ہاتھ ٹوٹ جانا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے زور ختم ہو جانا یعنی وہ وقت آنے والا ہے کہ جب ابولہب کا سارا زور ٹوٹ جائے گا اور اس کی طاقت سب ختم ہو جائے گی۔ یہ پیشینگوئی جملہ کفار و مسلمین سب کی آنکھوں کے سامنے نزول سورۃ کے کچھ عرصہ بعد پوری ہوئی اور سب نے ابولہب کی تباہی کو دیکھ لیا۔ آگے ارشاد فرمایا مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ نہ اس کا مال اس کے کام آیا نہ اس کی کمائی یعنی مال دولت عزت وجاہت حسب ونسب کوئی چیز اس کو دنیا میں ہلاکت سے نہ بچا سکی اور نہ آخرت ہی میں اس کی وجہ سے عذاب الٰہی سے بچ سکے گا۔ جب ابولہب کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو جواباً کہتا کہ اگر سچ مچ قیامت و آخرت ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے ان کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اسکے جواب میں آیت میں فرمایا گیا کہ نہ اس کا مال اس کے کچھ کام آئے گا اور نہ اس کی اولاد۔ دھن دولت یہ گویا دوسری پیشینگوئی فرمائی گئی

کہ ابولہب کا مال واولا د اسے کچھ نفع نہ دے گا۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بھی اسی طرح پوری ہوئی یہ تو ابولہب سے متعلق دنیا کی خبر دی گئی۔ آگے آخرت سے متعلق خبر دی گئی سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ عنقریب وہ ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی یعنی مرنے کے بعد فوراً ہی جہنم کی شعلہ زن آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور نہ صرف وہ بلکہ اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ آگ میں جھونک دی جائے گی کیونکہ اس کے دل میں بھی اللہ کے رسول کے خلاف عداوت وبغض کی آگ بھری ہوئی تھی اور اس نالائق عورت نے یہ شیوہ اختیار کررکھا تھا کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ جو جنگل سے خاردار لکڑیاں لادکر لاتی ہے اور رات کو آپ کے راستہ میں بچھا دیتی تاکہ آپ کو تکلیف پہنچے اس ایذا رسانی کے بدلہ میں قیامت کے دن فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی پڑی ہوگی یعنی اس کے گلے میں جہنم کے طوق وزنجیر پڑے ہوں گے اور عذاب کے فرشتے اس کو گھسیٹتے پھریں گے۔ یہ آخرت کے متعلق خبر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کا انتقام خود لیتا ہے

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اس سورۃ کے تحت مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ اس سورۃ میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولین کے لئے جونبی ہوں انتقام لیتا ہے اسی طرح اپنے مقبولین کے لئے جو ولی ہوں انتقام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبولین سے محبت و تعلق عطا فرمائیں اور ان کی مخالفت اور ایذا دہی سے بچائیں آمین۔

خلاصہ

یہ سورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مگر بدترین دشمن ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام بتلاتی ہے' اس شخص کو اپنے مال اور اولاد پر بڑا غرور تھا لیکن مال واولاد اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ یہ دونوں میاں بیوی ذلت آمیز اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔

سورۃ اللھب کے خواص

ایسا درد جو بڑھتا ہی جارہا ہو تو اس سے نجات کے لئے درد کی جگہ پر سورۃ اللھب لکھیں درد کم ہوتا ہوتا بالکل ختم ہوجائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ دین واسلام کے مخالفین اور اعداء کو جیسے پہلے آپ نے زیروزبر فرمایا اور ان کی قوتوں کو پاش پاش فرمایا اور ان کی ساری تدبیروں اور کوششوں کو لاحاصل بنایا اسی طرح اے قدرت والے رب اب بھی اعدائے دین کو ذلیل وخوار فرمادے۔ ان کی مخالفانہ کوششوں کو نیست ونابود فرمادے۔ ان کی اعیارانہ چالوں کو ملیامیٹ فرمادے اور دین ودنیا دونوں جہاں میں ان کو ناکامی اور نامرادی نصیب فرمادے۔

یا اللہ اسلام ومسلمین کو عزت وغلبہ نصیب فرما۔ اور دین پر ہم کو ہر حال میں استقامت عطا فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا وسچا امتی بنا کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

یَا اَللّٰهُ بہت سے گناہ آپ کی مخلوق سے چھپا کر کرلئے لیکن آپ سے کہاں چھپا سکتا تھا۔ الٰہی! میں اپنا عذر پیش کرتا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں معافی چاہنے کے بعد بھی گناہ ہوجائے تو اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اُس کے اولاد نہیں۔اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۠

اور نہ کوئی اُس کے برابر کا ہے۔

قُلْ کہہ دیجئے	هُوَ وہ	اَللّٰهُ اللہ	اَحَدٌ ایک	اَللّٰهُ اللہ	الصَّمَدُ بے نیاز	لَمْ يَلِدْ نہ اس نے جنا	وَ اور	لَمْ يُوْلَدْ نہ وہ جنا گیا	وَلَمْ اور نہیں	
	يَكُنْ ہے	لَهٗ اس کا	كُفُوًا ہمسر	اَحَدٌ کوئی						

وجہ تسمیہ

اس سورة میں اگر چہ لفظ اخلاص نہیں آیا ہے مگر اس میں توحید باری تعالیٰ کو ہر قسم کے شرک سے خالص کر کے بیان کیا گیا ہے اس وجہ سے اس سورة کا نام ''اخلاص'' رکھا گیا۔اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنا سب کچھ اللہ کے لئے خالص کر دے۔یعنی بندہ اگر اپنے اللہ سے محبت کرے تو سچائی کے ساتھ کرے اور پھر اس محبت پر جما رہے۔وہ اس کی اطاعت و بندگی کرے تو سچے دل سے کرے اور ہمیشہ ہر حال میں کرتا رہے۔وہ اس کی عظمت اور بڑائی کا اعتراف کرے تو خلوص کے ساتھ کرے۔وہ اس کو اپنا خالق' رازق' مالک تسلیم کرے تو خالص اسی پر وہ اپنا سہارا بنائے صرف اسی کو یہ مقام دے۔وہ بھروسہ کرے تو صرف اسی کی ذات پاک کو۔غرض یہ کہ وہ اپنا سب کچھ اس کی ذات کو جانے اور پھر اسی پر جم جائے اسی کا نام اخلاص ہے۔

سورة کی فضیلت واہمیت

یہ سورۂ اخلاص ایک مختصر سی سورة ہے تھوڑے سے الفاظ ہیں مگر مطلب اور معنیٰ کے لحاظ سے بہت وسیع ہے۔اسے ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیسے انسانی جسم میں آنکھ کی پتلی جو اگر چہ بہت چھوٹی ہے لیکن اس کی بدولت سارا عالم روشن معلوم ہوتا ہے یہ نہ ہو تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔اس سورة میں توحید کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اسی سے سارا دین روشن ہے۔اسی لئے اس سورة کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے کیونکہ توحید اور حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات پاک کے متعلق جو عقائد رکھنے چاہئیں اور جس کو ایمان کی بنیاد سمجھنا چاہئے وہ سب اس سورة میں مذکور ہیں۔

احادیث میں امام بخاریؒ وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ سورة تہائی قرآن کے برابر ہے یعنی جس نے یہ سورة پڑھی اس نے ثواب تہائی قرآن پڑھنے کا حاصل کیا اور تہائی کے برابر ہونے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ مضامین قرآن تین قسم کے ہیں۔ایک توحید وصفات باری تعالیٰ' دوسرے بندوں کے اعمال و افعال کی کیفیت' تیسرے قیامت و آخرت اور وہاں کے حالات تو ان تین مضامین میں سے اس سورة میں توحید وصفات باری تعالیٰ کا نہایت جامع ذکر ہے۔

حضرت ابودرداءؓ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کیا تم ہر رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ سکتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہر شب میں ایک تہائی قرآن کیسے پڑھا جا سکتا ہے۔آپ نے فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے یعنی ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک فوجی دستہ کے ساتھ ایک صاحب کو کہیں بھیجا۔ یہ ساتھیوں کو ہمیشہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے نماز پڑھاتے رہے جب وہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے حضورؐ سے اس کا ذکر کیا ارشاد فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ (سراسر) رحمٰن کے اوصاف ہیں اس لئے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں اور اس سورۃ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اطلاع دے دو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔

سببِ نزول اور زمانۂ نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے متعلق روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کی تو برائی کرتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے تو اوصاف بیان کریں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس میں حق تعالیٰ نے اپنی صفات بیان فرمائیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول مکی دور کا ابتدائی زمانہ لکھا ہے۔ اس طرح ترتیب قرآنی کے موافق اس سورۃ کا شمار ۱۱۲ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۱۰ لکھا ہے یعنی ۹ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۱۰۴ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس سورۃ میں ۴ آیات ۱۷ کلمات اور ۴۹ حروف ہیں۔ اس سورۃ میں ہر طرح کے شرک یعنی بت پرستی' عیسائیت یہودیت مجوسیت وغیرہ سب کی تردید کر کے خالص توحید کا سبق دیا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے وہ صمد ہے وہ اولاد' ماں باپ اور شریکوں سے پاک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

توحید الٰہی

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے اور کیا اس کی صفات ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد' تکثر اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اس کا کوئی مقابل و مشابہ اس میں اس وقت کے مجوس کے عقیدہ کا رد ہو گیا جو کہتے کہ خالق دو ہیں۔ خیر کا خالق ''یزدان'' اور شر کا ''اہرمن'' نیز ہنود بت پرستوں کے عقائد کی بھی تردید ہو گئی جو ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

اللہ الصمد

آگے فرمایا اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے لفظ صمد کا اردو میں ترجمہ بے نیاز کیا گیا ہے۔ لیکن مفسرین نے صمد کی تفسیر کئی طرح کی ہے اور چونکہ یہ لفظ صمد عرف عرب میں بہت سے معانی میں مشتمل ہے اس لئے مفسرین میں سے حسب ذیل ہر ایک نے ایک ایک معنیٰ اختیار کیا ہے۔

(۱) ایک مراد صمد سے یہ کہ اللہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے کیونکہ حاجت روائی کرنا بغیر اس کے ممکن نہیں ہے۔

(۲) دوسرے معنیٰ صمد کے سردار کے ہیں جو سب سے اعلیٰ سردار ہو۔

(۳) تیسرے صمد جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہیں۔

(۴) چوتھے صمد اس کو کہتے ہیں جو ہر کام میں مقصود اصلی ہو اور اسکی طرف فریاد لے جاتے ہوں۔

پانچویں یہ کہ صمد وہ ہے کہ جو چاہے کرے۔

(۶) چھٹے صمد فرد کامل اور بزرگ کو کہتے ہیں۔

(۷) ساتویں معنیٰ صمد کے بے نیاز ہیں کہ جس کو کسی کی کسی بات میں کوئی حاجت نہ ہو اور سب سے بے پرواہ ہو اور اس کے سب محتاج ہوں۔

(۸) آٹھویں یہ کہ جس کے اوپر اور کوئی بالا دست نہ ہو۔

(۹) نویں یہ کہ صمد وہ ہے جو نہ کھاوے نہ پیوے۔

(۱۰) دسویں صمد وہ ہے کہ جو خلق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے۔ فنا نہ ہو جائے۔

(۱۱) گیارہویں صمد وہ کہ جس کو کبھی زوال نہ ہو۔ جیسا تھا ویسا ہمیشہ ہی رہے۔

(۱۲) بارہویں صمد وہ کہ جو کبھی نہ مرے اور نہ کوئی اس کا وارث بنے۔

(۱۳) تیرہویں صمد وہ کہ جو نہ کبھی سوئے نہ بھولے۔

(۱۴) چودھویں صمد وہ جو اور کوئی اس کے صفات سے موصوف نہ ہو۔

(۱۵) پندرہویں صمد بے عیب کو کہتے ہیں۔

(۱۶) سولہویں صمد وہ کہ جس پر کوئی آفت نہ آئے۔

(۱۷) سترہویں صمد بے عیب کو کہتے ہیں۔

وہ جو اپنے جمیع صفات اور افعال میں کامل ہو۔

(۱۸) اٹھارویں وہ جو غالب رہے مغلوب نہ ہو۔

(۱۹) انیسویں صمد وہ جس کی کیفیت دریافت کرنے سے مخلوق ناامید ہوگئی ہو۔

(۲۰) بیسویں صمد وہ ہے کہ جو کسی کو نظر نہ آسکے۔

(۲۱) اکیسویں صمد وہ جو نہ کسی کو جنے نہ کسی نے اس کو جنا ہو۔

(۲۲) بائیسویں صمد وہ بڑا کہ جس کے اوپر کوئی بڑا نہ ہو۔

(۲۳) تیئسویں صمد وہ ہے جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو۔

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی تردید

آگے ارشاد ہے۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ اس کے اولاد نہیں۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے اس میں ان مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا رد ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے (معاذ اللہ) اور یہود کا جو حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ جو حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے۔ نیز جو لوگ حضرت مسیح کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں ان کی تردید کر دی گئی۔ یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ نہ اس کو کسی نے جنا ہو اور نہ اس نے کسی کو جنا ہو۔

جس کے برابر کوئی نہیں

آگے ارشاد ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے یعنی اس کا کوئی مثل نہیں نہ ذات میں نہ وجود و صفات میں نہ اس کے علم و قدرت میں۔ اس جملہ میں ان اقوام کا رد ہو گیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض گستاخ تو خدا سے بڑھ کر بعض صفات دوسروں میں ثابت کر دیتے ہیں مثلاً یہود کی کتابیں اگر دیکھی جائیں تو ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک دنگل میں خدا کی کشتی یعقوب علیہ السلام سے ہو رہی تھی اور یعقوب علیہ السلام خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایک حدیث قدسی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم کا بیٹا مجھے جھوٹا قرار دیتا ہے حالانکہ اس کے لئے یہ جائز نہیں اور مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے لئے درست نہیں۔ میری تکذیب تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے خدا نے مجھے جیسا پہلے پیدا کیا ایسا دوبارہ پیدا نہیں کرے گا حالانکہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے میرے لئے سہل نہیں تھا۔ اور گالی یہ دینا ہے کہ وہ کہتا ہے خدا نے اپنے لئے اولاد اختیار کی ہے حالانکہ میں واحد ہوں۔ صمد ہوں نہ والد ہوں نہ مولود ہوں نہ کوئی میرا مثل ہے۔

قرآن پاک کی لفظی و معنوی خوبیاں اس کی فصاحت و بلاغت کے کمالات اس کے حسن انشاء کا بے مثل ہونا۔ اس کے اسلوب بیان کی بے نظیری۔ اس کے معجزانہ بیان کی دل آویزی اور دل ربائی۔ اس کے لفظ لفظ میں جو عجائبات و نکات پنہاں ہیں۔ ان کو جاننا اور سمجھنا حقیقت میں کچھ انہیں کا حصہ ہے جن کو اللہ نے ظاہری علم اور عربی زبان میں مہارت کے ساتھ باطنی نور بھی عطا فرمایا ہے۔

اسرار و معارف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں اس سورۃ کی تفسیر اور تشریح کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ "اس سورۃ میں اَللّٰهُ اَحَدٌ کہنے کے بعد اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور بعد والے جملہ یعنی لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اللہ احد کے اندر ان مابعد کے جملوں کے تمام معانی موجود ہیں۔ ہاں ان جملوں کو مزید تاکید کی طرح قرار دیا جا سکتا ہے لیکن جس طرح عام کے بعد خاص کو خاص کی اہمیت بتانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ احد کے بعد باقی جملوں کو ذکر کیا تاکہ قوت کے ساتھ تنزیہ خداوندی کا اظہار ہو جائے اور جو لوگ توحید کے منکر تھے اور اللہ کی اولاد قرار دیئے تھے اور خدا ہی کو تنہا مقصود نہیں جانتے تھے بلکہ مقصودیت میں دوسروں کو خدا کا شریک بناتے تھے ان کی تردید واضح اور صریحی طور پر ہو جائے اسی لئے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور اس کے بعد والے جملہ میں حرف عطف ذکر نہیں کیا اور اللہ الصمد میں لفظ اللہ دوبارہ ذکر کیا اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ جو صمدیت سے متصف نہ ہو وہ معبودیت کا مستحق نہیں۔ انسان کا مقصود صرف

باری تعالیٰ ہونا چاہئے۔ اللہ کے علاوہ کوئی چیز مقصود نہیں ہونا چاہئے اسی لئے صوفیہ کرام نے لآالٰہ الااللہ کے معنیٰ لامقصود الا اللہ کہا ہے اور صراحت کی ہے کہ انسان کا جو اصلی مقصود ہے وہی اس کا معبود ہے کیونکہ عبادت کے معنی ہیں معبود کے سامنے انتہائی عاجزی اور فروتنی ظاہر کرنا اور انسان اپنے مقصود کے لئے انتہائی فروتنی اور انکساری کرتا ہے پس جس کے لئے انتہائی فروتنی کی جائے یعنی جو مقصود ہو وہی معبود ہوگا۔ صوفیہ لآالٰہ الااللہ کا ذکر کرتے وقت غیر اللہ کی مقصودیت کی نفی کرتے ہیں اور ہر طرح کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کے مقصود ہونے کا خیال بھی ان کے دلوں سے دور ہو جائے۔

خلاصہ

یہ سورت اسلام کے بنیادی عقیدہ یعنی توحید سے بحث کرتی ہے۔
توحید کی تین قسمیں ہیں: توحیدِ ربوبیت یعنی ہر چیز کا خالق' مالک اور رازق اللہ ہے' اس کا اقرار کافر بھی کرتے ہیں۔ توحید الوہیت یعنی بندہ جو بھی عبادت کرے خواہ دعا ہو یا نذر و قربانی تو وہ صرف اللہ کیلئے کرے۔ مشرکین غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اگرچہ اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا تھا مگر ظاہر ہے یہ شرک ہی تھا۔ توحیدِ ذات اور اسماء وصفات۔ توحید کی یہ تیسری قسم ایسی ہے کہ انسان نے اکثر اس میں ٹھوکر کھائی ہے' وہ غیر اللہ کیلئے بھی وہی علم' وہی قدرت' وہی تصرف اور وہی سمع و بصر ثابت کردیتا ہے جو حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔ غور کیا جائے تو سورتِ اخلاص میں زیادہ زور توحید کی اسی قسم پر ہے۔

سورۃ الاخلاص کے خواص

۱......سورۃ الاخلاص ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے۔
۲......جو آدمی اس سورۃ کو اخلاص کے ساتھ پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔
۳...... جو آدمی قبرستان کے قریب سے گزرتے ہوئے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اس قبرستان کی اموات کو کرے تو اس قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے۔
۴......اپنے دل میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے سورۃ اخلاص کو پڑھنا اور اس میں غور کرنا مفید ہے۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ بے شک آپ احد ہیں۔ صمد ہیں لم یلد ہیں ولم یولد ہیں ولم یکن لہٗ کفواً احد ہیں۔ اے اللہ جس طرح آپ اپنی ذات میں یکتا ہیں اسی طرح آپ اپنی صفات میں بھی یکتا ہیں۔ اے اللہ آپ ہر طرح سے کسی کی شرکت سے پاک و منزہ ہیں۔ اے اللہ کوئی آپ کا مثل و ہمسر نہیں۔ نہ ذات میں نہ وجود میں نہ صفات میں نہ علم و قدرت میں۔ اے اللہ اپنی ذات پاک کی ہم کو صحیح معرفت اور توحید کی حقیقت نصیب فرما۔ اور اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ اے اللہ اس سورۂ مبارکہ کے انوار و برکات سے ہمارے قلوب کو منور فرما۔ اور شب و روز اس کے ورد کی ہمیں توفیق فرما۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں' میرے ہاتھ بڑھے ہوں' میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو' زبان سے گناہ ہوئے ہوں' آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔ میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا' آپ نے زیادہ دیا' میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔ میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔ پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾

آپ کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔تمام مخلوقات کے شر سے۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجاوے۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

قُلْ کہہ دیجئے	اَعُوْذُ میں پناہ میں آتا ہوں	بِرَبِّ رب کی	الْفَلَقِ صبح	مِنْ سے	شَرِّ شر	مَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کیا	وَمِنْ اور سے			
شَرِّ شر	غَاسِقٍ اندھیرا	اِذَا جب	وَقَبَ چھا جائے	وَ اور	مِنْ سے	شَرِّ شر	النَّفّٰثٰتِ پھونکیں مارنے والیاں	فِی میں	الْعُقَدِ گرہیں	
	وَ اور	مِنْ شَرِّ شر سے	حَاسِدٍ حسد کرنے والا	اِذَا جب	حَسَدَ وہ حسد کرے					

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں لفظ فلق آیا ہے۔اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔فلق کے معنیٰ پھاڑ کر یا چیر کر نکالنے کے ہیں۔ یہاں فلق سے مراد صبح ہے کیونکہ رات کی ظلمت پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔قرآن پاک کی یہ سورۃ الفلق اور اگلی سورۃ الناس آخری دو سورتیں ہیں اور ان دونوں سورتوں کو معوذتین بھی کہتے ہیں یعنی وہ دو سورتیں جن میں استعاذہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ استعاذہ عربی زبان میں پناہ لینے حفاظت میں آنے کو کہتے ہیں۔اسی سے لفظ اعوذ نکلا ہے جس کے مطلب ہوئے کہ میں حفاظت میں آتا ہوں۔میں پناہ لیتا ہوں۔

اخلاص واستعاذہ میں ربط

گذشتہ سورۂ اخلاص میں عقائد توحید کو بیان فرمایا گیا تھا اور اخلاص کی تعلیم دی گئی تھی کہ بندہ سب کچھ اپنا اللہ کے لئے خالص کر دے۔بندگی ہو تو اس کی۔اطاعت ہو تو اس کی محبت ہو تو اس سے۔ خوف ہو تو اس کا غرض کہ زندگی کے ہر حال میں اور دین و دنیا کے ہر معاملہ میں بندے کی نظر ہو تو اللہ پر۔ بندہ امید لگائے تو اس سے۔اسی سے مانگے اور اسی کو اپنا آخری سہارا سمجھے۔اب ان دو آخری سورتوں میں یعنی خاتمہ قرآن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ذریعہ سے تمام امت مسلمہ کو استعاذہ کی تعلیم دی ہے۔یعنی ہر ایک قسم کے شر سے جو توحید اور عقائد حقہ میں فرق یا رخنہ ڈالنے والے شر ہیں ان سے استعاذہ اور تمام معاملات میں اور سب امور میں حق سبحانہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنے کا اور اس کی حفاظت اور پناہ میں آجانے کا حکم ہوا ہے۔اول سورۃ یعنی اس سورہ فلق میں مضرات اور شرور دنیویہ سے اور اگلی سورۃ الناس میں مضرات اور شرور دینیہ سے استعاذہ ہے اور یہی حاصل ہے دونوں سورتوں کا۔

انسان کا تعلق جب اللہ تعالیٰ سے کمزور ہو جاتا ہے یا انسان اس بارہ میں غلط روش اور باطل عقائد اختیار کر لیتا ہے تو وہ اللہ کے سوا دوسروں کی پناہ لیتا ہے اور مصیبتوں اور آفتوں۔شرور اور فتن سے بچنے کے لئے وہ دوسروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے مگر ایک مومن اور مسلم جس کا ایمان یہ ہے کہ جو کچھ آتا ہے اللہ کی طرف سے آتا ہے اس کی منشاء اور ارادے کے بغیر یہاں کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر نفع پہنچانا

چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اگر اس کے حکم سے کوئی مصیبت آئے تو سوائے اس کے کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ اس ایمان ویقین کا تقاضا یہ ہے کہ مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈتا ہے وہ صرف اس کی حفاظت کو کافی سمجھتا ہے اور ہر مصیبت کے وقت اس کا سہارا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہوتی ہے۔ خواہ یہ مصیبت دنیوی ہو یا آخرت کی۔ آخرت میں اللہ کے عذاب۔ اس کی گرفت اور پکڑ سے بچانے کے لئے کوئی سہارا اس کے سوا ممکن نہیں۔ اس لئے خواہ دنیا کا معاملہ ہو یا دین و آخرت کا۔ مومن ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اس کی حفاظت کا طالب ہوتا ہے۔ ہر حال میں اسی مالک الملک ذوالجلال والاکرام کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی کی پناہ ڈھونڈتا ہے۔ اسی کی حفاظت میں اپنے آپ کو دے دینا چاہتا ہے اسی سے تعلق جوڑتا ہے اسی کے قدموں میں خود کو ڈال دیتا ہے۔ اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اسی کے آگے گڑگڑاتا ہے اسی کی عظمت اور بڑائی کو دل میں جگہ دیتا ہے۔ اور صرف اسی سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے اور اسی سے امید اور سہارا رکھتا ہے یہ سب کیفیات استعاذہ میں آجاتی ہے جو ان دونوں سورتوں میں یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس میں بہترین اور جامع الفاظ میں تعلیم فرمائی گئی ہے۔

معوذتین کی اہمیت وفضائل

ان دونوں سورتوں کی اسی اہمیت اور ان کے مضامین کی اسی وسعت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان سورتوں کی مختلف فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

ان سورتوں کے فضائل کے سلسلہ میں متعدد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ مقامات جحفہ اور ابواء کے درمیان ہم کو تیز تند ہوا اور تاریکی نے گھیر لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ پڑھ کر پناہ مانگنی شروع کی اور مجھے فرمایا عقبہ پناہ مانگو اور ان دونوں سورتوں کے ذریعہ سے کہ پناہ مانگنے کے معاملہ میں یہ دونوں سورتیں سب سے بہتر ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن خبیبؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک بارش کی رات میں جو نہایت تاریک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ پس ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ نے ہم کو دیکھ کر فرمایا پڑھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا پڑھو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ صبح و شام تین تین بار کافی ہوں گی تجھ کو ہر چیز سے یعنی ہر بلا کو دفع کریں گی۔ (مشکوٰۃ)

(۳) حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں پناہ حاصل کرنے کے لئے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف کو پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے بہتر خدا کے نزدیک اس معاملہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

ان تمام احادیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ان سورتوں کا صبح و شام اور دن و رات میں پڑھتے رہنا کتنا ضروری اور فائدہ مند ہے۔ بالخصوص جب کوئی زحمت میں مبتلا ہو تو اس وقت ان کا ورد کرنا نہایت مفید ہے لیکن شرط یہ ہے کہ انہیں سوچ سمجھ کر پڑھا جائے اور ذہن میں ان سورتوں کے مضمون کو مستحضر رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ورد کی توفیق نصیب فرمائیں۔

شان نزول

ایک یہودی اور اس کی بیٹیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمنی میں سحر کر دیا تھا جس سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی۔ آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اس پر جبرئیل امین یہ دونوں سورتیں لے کر حاضر ہوئے جن میں ایک کی پانچ آیتیں اور ایک کی چھ آیتیں۔ مجموعہ گیارہ آیتیں ہیں اور آپ کو وحی سے اس سحر کا موقع بھی معلوم کرا دیا گیا چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا۔ اور اس میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں حضرت جبرئیل علیہ السلام سورتیں پڑھنے لگے ایک ایک آیت پر ایک ایک گرہ کھلتی گئی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل شفا ہوگئی۔

زمانہ نزول

اس مذکورہ واقعہ کی وجہ سے بعض مفسرین نے ان دونوں سورتوں کو

مدنی کہا ہے۔ مگر بعض مفسرین نے ان سورتوں کو مکی بتلایا ہے اور ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں ان کو شمار فرمایا ہے۔ اور اس اختلاف کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ابتداءً نزول تو ان سورتوں کا مکہ معظمہ ہی میں ہوا ہو لیکن اس خاص موقع پر جو اوپر ذکر ہوا یعنی دفع سحر کے لئے بطور علاج حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ سورتیں پڑھی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ورد کی تلقین بحکم خداوندی فرمائی ہو۔ اور مفسرین کے نزدیک ایک سوال کے جواب میں یا کسی خاص موقع اور احوال میں کسی آیت یا سورۃ کا پڑھ دینا بھی نازل ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طرح بعض مفسرین نے ان کو مدنی سورۃ قرار دیا ہے۔ الغرض جن مفسرین نے ان سورتوں کو مکی کہا ہے اس لحاظ سے یہ سورۃ فلق اگرچہ ترتیب میں اس کا شمار ۱۱۳ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶ لکھا ہے۔ اس سورۃ میں ۵ آیات ۲۳ کلمات اور ۷۳ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

صبح کے مالک اور خالق کی پناہ میں آؤ

حاصل اس سورۃ کا یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے دیگر مومنین و مومنات کو حکم ہے استعاذہ کا مختلف شرور سے اور تمام امور اور جملہ احوال میں حق تعالیٰ پر توکل کرنے کا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہئے کہ میں رب فلق یعنی صبح کے مالک کی اپنا لیتا ہوں۔ اب یوں تو تمام چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یہاں رب فلق یعنی صبح کے مالک کا ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر قسم کی تاریکی کو دور کر کے وہی نور نکالنے والا ہے فلق کے لغوی معنی ہیں پھاڑنا اسی نسبت سے صبح کو بھی فلق کہتے ہیں کیونکہ جب رات کی سیاہی پھٹتی ہے تو دن کی روشنی ظاہر ہوتی ہے بلکہ فلق کے لفظ سے تمام ہی مخلوقات مراد لی جا سکتی ہے کیونکہ ہر چیز کی پیدائش میں کسی نہ کسی طرح پھٹنے کا عمل موجود ہے۔ دانہ بیج یا گٹھلی پھٹتی ہے تو زمین سے نباتات اگتی ہے۔ اسی طرح ہر جاندار حیوان ہو یا انسان انڈے کے پھٹنے یا رحم کے اندر مختلف جھلیوں اور پردوں کے پھٹنے سے پیدائش ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں رب فلق کہہ کر یہ حقیقت واضح کر دی گئی کہ جس ذات کی پناہ لینے کی تعلیم دی جا رہی ہے وہ وہ ذات ہے کہ جس کے حکم سے رات و دن ہو رہے ہیں اور رات و دن اس پورے نظام عالم کی ایک بہت نمایاں علامت ہے تو گویا اس ذات کی پناہ لینے کو کہا جا رہا ہے جو اس پورے نظام کی مالک ہے اور جس کے حکم سے یہ پوری کائنات اور اس کا نظام قائم ہے۔ تو جو ذات ایسی ہو کہ اس کے قبضہ میں سب کچھ ہو اور جو سب کا پیدا کرنے والا ہو اس کی پناہ لے لینے کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ اس زمین اور آسمان کی کوئی چیز بھی اپنے طور پر کسی کو کوئی نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتی ہو؟ اس طرح ایک چھوٹا سا جملہ رب فلق کہہ کر یہ بتایا گیا کہ سب کی طرف سے نظریں ہٹا کر اپنے کو صرف اللہ کی پناہ میں دے دیں۔

تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگو

تفسیر اس آیت کی یوں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار و معاندین آپ کو ہر ممکن طریقہ سے ایذا پہنچانے کے درپے ہیں آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ آپ کو جسمانی تکالیف پہنچاتے ہیں۔ آپ کو قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ آپ پر جادو کرتے ہیں۔ غرض کہ ہر ممکن طریقہ سے آپؐ کو اعلائے کلمۃ اللہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے آپ اپنی حفاظت کے لئے مالک ارض و سماء سے یوں کہا کریں کہ اے رب فلق تو ہی تاریکی کے عالم کو دور کر کے اجالا کرنے والا ہے۔ تو ہی کفر و عصیان کی ظلمتوں کو معدوم کر کے رشد و ہدایت کی روشنی سے عالم کو منور کرنے والا ہے۔ تو ہی دشمنان دین اور شیاطین جن و انس کی مکاریوں اور ایذا رسانیوں سے حفاظت کرنے والا ہے۔ اس لئے اے قادر مطلق مجھے جمیع مخلوقات کے شر سے تو ہی محفوظ رکھ۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں ہر ایسی مخلوق جس میں کوئی بدی ہو اس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہاں اس سورۃ میں جن چیزوں کی شر یا برائی سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لینے کی تلقین فرمائی گئی ان میں سے سب سے پہلے ''شر ما خلق'' کا ذکر فرمایا گیا اور یہ ایک ایسا فقرہ ہے کہ اس میں

تمام چیزیں شامل ہیں کیونکہ اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے تو اس سے باہر کسی چیز کا امکان ہی نہیں۔ اس طرح شَرِّ مَا خَلَقَ میں حیوانوں کے شر، انسانوں کے شر، جنات کے شر، کیڑے مکوڑے اور دوسری اذیت دینے والی چیزوں کے شر، آندھی، بجلی، پانی، آگ و ہوا کے شر اور اسی طرح تمام بیماریاں آفات و حادثات آسمانی ہوں یا زمینی سب اس میں شامل ہیں اور سب کے شر سے اللہ کی پناہ لینے کی ضرورت ہے۔

اندھیری رات کے شر سے پناہ مانگو

اب آگے بمناسبت مقام چند مخصوص چیزوں کا نام لیا گیا ہے جن کے شر سے پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی چنانچہ فرمایا وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات چھا جائے۔ غاسق اندھیری رات کو کہتے ہیں جب اندھیری رات اچھی طرح پھیل جاتی ہے تو اس کا شر بھی بڑھ جاتا ہے۔ رات کے شر کا تصور ہر زمانے اور ہر مقام کے لحاظ سے الگ الگ ہو سکتا ہے چور، ڈاکو، قاتل عموماً اندھیری رات ہی میں نکلتے ہیں۔ جنگلی جانور اور موذی درندے جیسے شیر، چیتا، تیندوا، بھیڑیا وغیرہ رات میں اکثر اذیت پہنچاتے ہیں۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق متعدد بیماریوں کے کیڑے اندھیرے ہی میں پرورش پاتے ہیں اور آفتاب کی روشنی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ حشرات الارض سانپ بچھو ان کے خطرات رات ہی میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور تکلیف دہ کیڑوں مکوڑوں کھٹمل، مچھر، پسو وغیرہ کے رات ہی میں ستانے کا تجربہ تو قریب قریب ہر شخص کو ہے۔ پھر جنات وخبائث جن کا مادہ ظلماتی ہے اور نور سے جن کو نفرت ہے وہ رات ہی میں نکلتے ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جب رات آئے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو۔ اس واسطے کہ اس وقت شیطان کا لشکر پھیلتا ہے۔ جادوگروں اور طلسم والوں کی قوت کا وقت بھی رات ہی ہے اس لئے کہ آفتاب کے قاہرہ کے سبب سے ان کے عمل دن کو تاثیر کم کرتے ہیں پھر اصحاب فسق و فجور کا گناہوں میں مشغول ہونے کا وقت بھی رات ہی ہے۔ الغرض رات کی ممکن شرانگیزیوں سے پناہ جوئی بشری زندگی کا ایک اہم جزو ہے۔

جادوگروں سے پناہ مانگو

یہاں سورۃ میں تین اہم چیزوں کے شر سے پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی۔ پہلی چیز اندھیری رات جب کہ خوب پھیل جائے جس کا بیان اوپر وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ میں ہوا۔ دوسری چیز آگے فرمائی وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے) النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ سے وہ عورتیں یا وہ جماعتیں یا وہ نفوس مراد ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تانت یا رسی یا بال وغیرہ میں کچھ منتر وغیرہ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں۔ تو ایسے جادو کرنے والے مرد اور جادو کرنے والی عورتوں کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی۔

جادو کی دو قسمیں اور ان کا شرعی حکم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں سحر (جادو) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سحر حرام۔ اور محاورات (یعنی اصطلاح میں اکثر اسی پر سحر کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسرے سحر حلال جیسے عملیات اور عزائم اور تعویذ وغیرہ کہ لغۃً یہ بھی سحر کی قسم میں داخل ہے۔ اور ان کو سحر حلال کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعویذ وعزائم (عملیات) وغیرہ مطلقاً جائز نہیں بلکہ اس میں بھی تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس میں اسماء الٰہی سے استعانات (مدد حاصل کرنا ہو) اور مقصود بھی جائز ہو تو جائز ہے اور اگر مقصود ناجائز ہو تو حرام ہے۔

اور اگر شیاطین سے استعانت (مدد حاصل کرنا) ہو تو مطلقاً حرام ہے۔ خواہ مقصود اچھا ہو یا برا۔ بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ جب مقصود اچھا ہو تو شیاطین کے نام سے بھی استعانت (مدد حاصل کرنا) جائز ہے یہ بالکل غلط ہے۔ خوب سمجھ لو۔ (التبلیغ)

حاسدوں کے حسد سے پناہ مانگو

تیسری چیز جس کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی وہ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ہے (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے) حسد دل کی اس کیفیت کا نام ہے کہ ایک شخص دوسرے کے پاس اللہ کی کسی نعمت کو دیکھے تو اس کا دل جلے

اور کڑھے اور یہ چاہے کہ یہ نعمت اس سے ضائع ہو جائے۔ چھن جائے اور جاتی رہے۔ اور اس کے بدلہ مجھے مل جائے اور اس کے لئے حیلے اور تدابیر عمل میں لائے شریعت اسلامیہ میں حسد بالکل ناجائز گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ ہاں دوسرے کی نعمت دیکھ کر اپنے لئے بھی آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے تو یہ حسد میں داخل نہیں اور اس کو شریعت میں غبطہ کہتے ہیں۔ غبطہ جائز ہے حسد کی یہ بیماری دل کی بدترین بیماریوں میں سے ہے اور حاسد کے اندر جب حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ دوسرے کی بربادی کے لئے اپنی خرابی و بربادی کی بھی پروانہیں کرتا اس لئے یہ شر بہت ہی بڑا شر ہے۔ حکماء نے لکھا ہے کہ یہ مرض حسد وہ جہاں سوز ہے کہ جس کی آگ میں پہلے حاسد خود جلتا ہے پہلا گناہ جو آسمانوں کے اوپر ہوا ہے وہ ابلیس کا حسد حضرت آدم علیہ السلام سے تھا جس کے نتیجہ میں اپنے آپ بھی برباد ہوا اور حضرت آدمؑ کو بھی مبتلائے مصیبت کر ہی چھوڑا۔ اور زمین پر جو پہلا گناہ ہوا وہ حضرت آدمؑ کی اولاد قابیل کا حسد اپنے بھائی ہابیل سے تھا کہ اپنی عقبیٰ بھی بربادی اور بھائی مظلوم کو بھی قتل کیا۔ تو اکثر مفسرین کے نزدیک من شر حاسد اذا حسد کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے تو اس کی بدی اور اس کے حسد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے تاکہ وہ قادر مطلق اس کی مضرت کے اسباب سے محفوظ رکھے اور اللہ ہی سے اس طرح استغاثہ اور فریاد کرے کہ جب اس نے ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے تو وہ ہمیں ان لوگوں کے شر سے بھی محفوظ رکھے جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر جلتے ہیں اور ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں۔ یہاں آیت وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا حسد کی صفت بد سے دل کو محفوظ رکھے کہ یہ دل میں پیدا نہ ہونے پائے ورنہ پھر سعادت سے محرومی ہو جاتی ہے۔ یہود مدینہ باوجود ے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق سمجھتے تھے مگر حسد کی آگ میں جل مرے اور سعادت سے محروم رہ گئے۔

خلاصہ: اس سورت میں اللہ نے اپنی ایک صفت بیان فرما کر چار چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ مخلوق کے شر سے۔ اندھیرے کے شر سے (عام طور پر چور، شیاطین، جنات، حشرات اور ساحر اندھیرے ہی میں اپنا کام دکھاتے ہیں)۔ پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے جو کہ جادو اور ٹونے کرتی ہیں۔ یہ کام اگرچہ مرد بھی کرتے ہیں لیکن عورتیں تعویذ گنڈے میں ہمیشہ پیش دکھائی دیتی ہیں اس لیے قرآن نے عورتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ حاسد کے شر سے۔

سورۃ الفلق کے خواص

۱.....رزق کی آسانی کے لئے سورۂ فلق کو روزانہ پڑھنا مفید ہے۔

۲.....مخلوقات کے شر اور حسد سے بچنے کے لئے سورۂ فلق کو روزانہ پڑھیں ان شاء اللہ حفاظت ہوگی۔

جادو کی کاٹ کیلئے معوذتین کا عمل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

۱- قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار پانی پر دم کر کے مریض کو پلادیں اور زیادہ پانی پر دم کر کے اس پانی میں نہلا دیں اور یہ دعا چالیس روز تک روزمرہ چینی کی تشتری پر لکھ کر پلایا کریں۔ یَاحَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِی دَیْمُوْمَۃِ مُلْکِہٖ وَبَقَائِہٖ یَاحَیُّ انشاء اللہ تعالیٰ جادو کا اثر جاتا رہے گا اور یہ دعا ہر اس بیمار کے لئے بھی بہت مفید ہے جس کو حکیموں نے جواب دیدیا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنی ذات پاک پر توکل اور بھروسہ کرنے کی نعمت و دولت عطا فرما۔ اور اپنے متوکل بندوں کی جیسے آپ مدد و نصرت اور حفاظت فرماتے ہیں ہماری بھی مدد و حفاظت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

47

سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سِتُّ اٰیٰتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِکِ النَّاسِ ۝ اِلٰہِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝

آپ کہیئے کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے

الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ ۝

کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جن ہو یا آدمی۔

قُلْ کہہ دیجئے	اَعُوْذُ میں پناہ میں آتا ہوں	بِرَبِّ رب کی	النَّاسِ لوگ	مَلِکِ بادشاہ	النَّاسِ لوگ	اِلٰہِ معبود	النَّاسِ لوگ	مِنْ سے
شَرِّ شر	الْوَسْوَاسِ وسوسہ ڈالنے والے	الْخَنَّاسِ چھپ کر حملہ کرنیوالے	الَّذِیْ جو	یُوَسْوِسُ وسوسہ ڈالتا ہے	فِیْ میں			
صُدُوْرِ سینے (دل)	النَّاسِ لوگ	مِنَ سے	الْجِنَّۃِ جن (جمع)	وَالنَّاسِ اور انسان				

سورۂ فلق اور سورۂ الناس کے مضامین کا ربط

جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا گیا یہ آخری دو سورتیں قرآن پاک کی یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ معوذتین کہلاتی ہیں۔ یعنی وہ دو سورتیں جن میں استعاذہ کی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ گذشتہ سورۂ فلق میں مضرات اور شرور دنیویہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی اور اس سورۃ میں مضرات اور شرور دینیہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنے کی ہدایت دی جاتی ہے کیونکہ نعمتیں دو ہی طرح کی ہیں ایک دنیوی یا مادی نعمتیں جیسے مال دولت، اولاد، منصب و اقتدار، حکومت سلطنت وغیرہ۔ دوسرے دینی یا معنوی جیسے ایمان، اسلام، اخلاق حسنہ وغیرہ۔ تو گذشتہ سورۂ فلق میں جن چیزوں کے شر سے اللہ کی پناہ لینے کی تعلیم دی گئی تھی وہ سب خارج میں پائی جاتی تھیں مثلاً کسی دوسرے کا ظلم، کسی چیز سے پہنچنے والی تکلیف جادو یا حسد وغیرہ لیکن اس سورۃ میں جس چیز سے پناہ لینے کی تعلیم دی جارہی ہے وہ وہ شر ہیں کہ جو خاص انسان کے قلب پر پہنچتے اور اثر کرتے ہیں یعنی شیطانی خیالات اور وساوس جو قلب پر اثر کر کے ایمان کو زائل یا ناقص کر دیتے ہیں اور جب قوت ایمانی جاتی رہی تو پھر آدمی دین کا رہا اور نہ دنیا کا۔

اپنے رب مالک اور معبود کی پناہ میں آؤ

اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے تمام مومنین کو حکم ہے کہ شیطانی خیالات و وساوس سے ہر وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہیے کہ میں انسانوں کے رب انسانوں کے بادشاہ اور انسانوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ وہ تمام انسانوں کا رب ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ تمام انسانوں کا مالک اور بادشاہ ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ تمام انسانوں کا الٰہ یعنی معبود ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور بادشاہت اور معبودیت تمام مخلوقات کو شامل ہے لیکن ان صفات کا جیسا کامل ظہور انسانوں میں ہوا کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا اسی لئے ''رب'' اور ملک اور الٰہ کی اضافت انسان ہی کی طرف کی گئی۔ نیز شیطانی خیالات اور وساوس میں مبتلا ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوقات کی شان بھی نہیں۔ اس

لئے حکم ہوتا ہے کہ جو بھی پناہ اور بچاؤ کا طالب ہو وہ اس پاک اور برتر صفات والے خدا کی پناہ میں آ جائے جو تمام انسانوں کا پالنے اور پرورش کرنے والا ہے۔ جو تمام انسانوں کا حقیقی مالک اور شہنشاہ بھی ہے اور جو معبود حقیقی اور لائق عبادت و بندگی بھی ہے۔ یہاں ان تین صفات کے ذکر سے یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ بندہ صرف اللہ کی پناہ لے جو ان صفات کا مالک ہے اور کوئی دوسری ہستی ان صفات کی مالک نہیں اس لئے اللہ کے سوا کوئی دوسری ذات پناہ طلب کرنے کے لائق نہیں۔

شیطان کی وسوسہ اندازی سے پناہ مانگو

اب آگے اس سورۃ میں جس چیز کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی جاتی ہے اس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ یعنی مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے شیطان کے شر سے وسواس اسے کہتے ہیں جو وسوسہ ڈالے اور وسوسہ دل میں آنے والے برے خیال کو کہتے ہیں۔ شیطان کا کام یہی ہے کہ وہ انسان کے دل میں برے خیالات ڈالا کرتا ہے۔ اور انسان کی نظروں سے غائب رہ کر انسان کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ اس شیطان کی صفت یہاں خناس فرمائی گئی یعنی وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا یعنی چور اور داؤ گھات والا قزاق ہے جیسا چوروں بدمعاشوں اور قزاقوں کی عادت ہوتی ہے کہ کام کیا اور سٹک گئے۔ ایسے ہی شیطان ہے کہ خرمن ایمان میں چنگاری ڈالی اور چل دیا۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان ابن آدم کے دل پر چنگل مارے ہوئے ہے۔ جہاں انسان بھولا اور غفلت کی اس نے وسوسہ ڈالنے شروع کئے اور جہاں اس نے ذکر اللہ کیا اور یہ پیچھے ہٹا خناس کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ شیطان برائی سکھاتا ہے اور جہاں انسان نے اس کی مان لی پھر ہٹ جاتا ہے۔ آگے اور توضیح فرمائی جاتی ہے کہ وہ وسواس کیا کرتا ہے۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ بدخطرات اور ناپاک خیالات ڈالا کرتا ہے۔ اگر کوئی نیک کام کرنے لگے تو قسم قسم کے شبہات اس کے دل میں پیدا کرتا ہے اور اس کار خیر سے ہر ممکن طریقہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اندر شیطان خون کی طرح رگ و ریشہ میں پھرتا ہے۔ مگر یہ بھی ذہن نشین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ اختیار تو دیا ہے کہ وہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈال سکے لیکن اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ جبراً انسان سے کوئی غلط کام بھی کرالے۔ دل میں وسوسہ آنے کے بعد بندے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اس خیال کے مطابق برائی میں مبتلا ہو جائے اور چاہے تو وسوسہ کو رد کر دے اور برائی سے بچ جائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں محض دل میں وسوسہ آنے پر کوئی گرفت نہیں۔ ہاں اس وسوسہ کے مطابق عمل کرنے پر گرفت ہوگی۔ الغرض ابلیس اور اس کی ذریت کو قلوب بنی آدم تک اس طرح رسائی ہے کہ وہ طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالا کرتا ہے۔

وسوسہ اندازی انسان بھی کرتے ہیں

آگے فرمایا جاتا ہے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ خواہ وہ جن ہو یا آدمی یعنی شیطان جنات میں بھی ہیں اور انسانوں میں بھی۔ اللہ تعالیٰ دونوں سے یعنی شیاطین الجن اور شیاطین الانس سے ہم کو ہر آن اپنی پناہ میں رکھیں۔ یعنی کچھ ابلیس اور اس کی ذریت پر ہی موقوف نہیں انسانوں میں بھی ایسے ہیں کہ جو ایمان یا نیک کام میں یا کار خیر میں وسوسہ اور شبہ ڈال کر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا کرتے ہیں کبھی اپنی سحر بیانی سے کبھی ملمع کار تقاریر سے کبھی مشفق و مہربان کی صورت میں کبھی مصلح و ہمدرد قوم کی شکل میں کبھی لیڈر و رہنما کے لباس میں اور کبھی فقیری کے لباس میں غرضکہ نہ معلوم کتنے بہروپ بدل کر انسانی شیطان وہ وہ کام کرتے ہیں کہ شیطان بھی ان پر رشک کھاتا ہے اور ان انسانی شیطانوں کا بھی ہر وقت اور ہر زمانہ میں ظہور رہا ہے۔ اور خصوصاً اس آزادی کے دور میں تو ان انسانی خناسوں کی خوب بن آئی ہے۔ جو چاہیں کریں۔ جو چاہیں کہیں انہیں کوئی پوچھنے اور روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ اسلام اور شعائر اسلام کی توہین کرتے ہیں۔ احکام شریعت پر قہقہہ اڑاتے ہیں۔ شیدائیان مغرب اور عاشقان یہودیت و نصرانیت اسلام کے لباس میں لوگوں کو الحاد و زندقہ کی دعوت دیتے

ہیں۔ یہ انسانی خناس عام بدکاری کے ایسے اسباب پیدا کر رہے ہیں کہ ایمان کا تھامنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ ہاتھ میں انگارے کا تھامنا۔ سینکڑوں تباہ کن رسم ورواج پیدا کر کے قانون شریعت کو درہم برہم کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ شراب خواری، زنا کاری، برہنہ تصاویر، طرح طرح کے لہو ولعب۔ گاجے باجے، تھیٹر، سینما ایسے جاری ہو رہے ہیں کہ جن سے کوئی شہر خالی نہ ہوگا۔ سود اور اس کے معاملات کی ایسی وبا پھیلی کہ جس سے کوئی تجارت یا کوئی معاملہ نہ بچ سکے۔ ابلیس لعین بھی ان انسان نما شیاطین کی سیہ کاریوں کو دیکھ کر حیران وششدر رہ جاتا ہوگا کہ شاگرد رشید تو ایسے نکلے کہ استاد سے بھی کئی گناہ سبقت لے گئے۔ اب تو شیطان بھی بفراغت آرام کرتا ہوگا کہ اس کے چیلے چانٹوں نے کچھ کمی نہیں چھوڑی کہ جو اس کو تکلیف گوارا کرنی پڑے۔ الغرض انسانی خناس ہو یا جناتی خناس سب کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس پرفتن دور میں ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

ایک اہم نکتہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے ان دونوں سورتوں یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے تفسیر کے سلسلہ میں ایک عجیب اور نہایت لطیف نکتہ یہ لکھا ہے کہ سورۃ فلق میں اللہ تعالیٰ کی ایک ہی صفت سے یعنی جو رب فلق ہے تین چیزوں کی برائی سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ ایک تاریکی کے شر سے، دوسرے سحر کے شر سے، تیسرے حاسد کے حسد کے شر سے۔ اور سورۃ الناس میں ایک ہی چیز کی برائی سے یعنی شیطان کے وسوسہ سے حق تعالیٰ کی تین صفتوں سے جو رب الناس ہے ملک الناس ہے اور الٰہ الناس ہے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ دین کی حفاظت مقدم اور زیادہ ضروری ہے۔ جان اور بدن کی حفاظت سے۔ اس واسطے کہ وساوس شیطانی دین کا خراب کرنے والا ہے اور وہ تینوں چیزیں یعنی تاریکی، سحر، اور حسد جان وبدن کو ضرر پہنچانے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی جان سے زیادہ اپنے دین وایمان کو بچانے کی توفیق وہمت عطا فرمائیں۔

قرآن کریم کی ابتداء واختتام میں ربط وتوافق

اب آخیر میں ایک عجیب لطیفہ جس کو حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے یہاں خاتمہ پر بتغیر الفاظ نقل کیا جاتا ہے حضرتؒ لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں جس سے قرآن کا حسن آغاز وانجام بھی ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ خاتمہ قرآن پر اس سورۃ کے اور ابتدائے قرآن میں سورۂ فاتحہ کے مضامین میں غایت درجہ کا تقارب ہے اور دونوں سے توحید متحقق ہے چنانچہ یہاں سورۃ الناس میں رَبِّ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے۔ یہاں مَلِكِ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے اور یہاں اِلٰهِ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں ایاک نعبد ہے اور یہاں استعاذہ کی تعلیم ہے اس کے مناسب وہاں سورۂ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے۔ اور یہاں مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ ہے اس کے مناسب سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ہے اور ایک نکتہ مفسرین نے ابتداء واختتام قرآن کی مناسبت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابتدائے قرآن کی اللہ تعالیٰ کے وصف ربوبیت سے تھی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا تھا۔ اور اختتام وصف الوہیت پر ہوا اور الٰه الناس فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کیا جاوے اور اسی کی شکر گزاری کے ساتھ عبادت واطاعت میں عمر گزار دی جائے۔

خلاصہ

یہ معوذتین میں سے دوسری سورت ہے اور ان دونوں سورتوں کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کے بارے میں فرمایا:

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج ایسی دو سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی کوئی مثال نہیں' یعنی اللہ کی پناہ مانگنے میں یہ دونوں سورتیں بے مثال ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دو سورتوں سے کوئی شخص بھی مستغنی نہیں' یہ جسمانی اور روحانی آفات دور کرنے میں بے حد موثر ہیں۔

قرآن کے آخر میں ان دو سورتوں کے لانے اور سورۂ فاتحہ سے شروع کرنے میں بڑی گہری مناسبت ہے' سورۂ فاتحہ میں بھی اللہ کی مدد مانگی گئی تھی اور ان دونوں سورتوں میں بھی یہی مضمون ہے۔ گویا کہ اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ بندے کو ابتدا سے انتہاء تک اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور اس سے مدد مانگتے رہنا چاہیے۔

سورۂ ناس میں اللہ کی تین صفات مذکور ہیں: ربوبیت' مالکیت اور الہیت۔ یہ تین صفات ذکر فرما کر ایک چیز کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ ہے وسوسہ ڈالنے والے کا شر۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وسوسہ کتنی خطرناک اور مہلک بیماری ہے' وسوسہ شیطان بھی ڈالتا ہے اور انسان بھی' آج کا سارا مغربی میڈیا مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کے حوالے سے وسوسہ اندازی میں مصروف ہے اور وسوسے کی بیماری بہت عام ہو چکی ہے' اس لیے کثرت کے ساتھ ان دو سورتوں کو ورد زبان بنانے کی ضرورت ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی سمجھ لیا جائے کہ سورۂ فلق میں ایک صفت ذکر فرما کر چار آفات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہاں چار صفات ذکر فرما کر ایک آفت کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے کہ پہلی سورت میں نفس اور بدن کی سلامتی مطلوب ہے جبکہ دوسری سورت میں دین کے ضرر سے بچنا اور اس کی سلامتی مطلوب ہے اور دین کا چھوٹے سے چھوٹا نقصان دنیا کے بڑے سے بڑے نقصان سے زیادہ خطرناک ہے۔

اگر ہم نے قرآن سے سچا تعلق قائم کیے رکھا اور اسے پڑھنے' سمجھنے' اس پر عمل کرنے اور اس کے سارے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہے تو ان شاء اللہ ہمارا اور ہماری آنے والی نسلوں کا دین و ایمان محفوظ رہے گا۔

سورۃ الناس کے خواص

۱......جو آدمی سورۃ الناس کی تلاوت کو اپنا معمول بنائے وہ امن و سلامتی میں رہے گا۔

۲......جس آدمی کو یا جانور وغیرہ کو نظر بد کا اثر ہو تو سورۃ الناس پڑھ کر اس پر دم کریں اللہ کے فضل سے درست ہو جائے گا۔

۳......مریض پر سورۂ ناس کا دم کرنے سے افاقہ ہوتا ہے۔

۴......جو آدمی نزع کے عالم میں ہو اس پر سورۂ ناس پڑھنے سے اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔

۵......جنوں اور انسانوں کے شر سے اور وہم و وسواس سے محفوظ رہنے کے لئے سوتے وقت سورۂ ناس پڑھ کر سوئے۔

۶......بچوں کو جنوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے سورۃ الناس کو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکانا مفید ہے۔

۷......جس آدمی کو بادشاہ یا افسر وغیرہ کے ظلم کا خوف ہو وہ اس کے پاس داخل ہوتے وقت سورۃ الناس پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ان کے شر کے لئے اسے کافی ہو جائے گا اور یہ امن و امان میں رہے گا۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ اس پُرفتن دور میں ہم کو قرآن کو سینہ سے لگائے رکھنے اور اسکا سچا خادم اور متبع ہو کر زندہ رہنے اور اسی پر موت آجانے کی سعادت مقدر فرما۔

یَا اَللّٰہُ آپ ہی ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمایئے اور تمام شرور و فتن ظاہری و باطنی سے عموماً اور شیاطین الجن والانس کے خطرات و وساوس سے خصوصاً ہم کو اپنی پناہ نصیب فرما دیجئے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ